خطیبانہ انداز میں منفرد تذکرۂ رسول ﷺ

خطبات سیرت مصطفیٰ ﷺ

سکینگ

دینی کتابوں کا مرکز

جلد اول



تالیف
پروفیسر حافظ عبدالستار حامد

دینی کتابوں
کا مرکز

پی ڈی ایف گروپ میں

شامل ہونے کے لیے اس نمبر پر واٹس اپ کریں

محمد تنویر لطیف

03053674125

الیاس سلفی بھائی

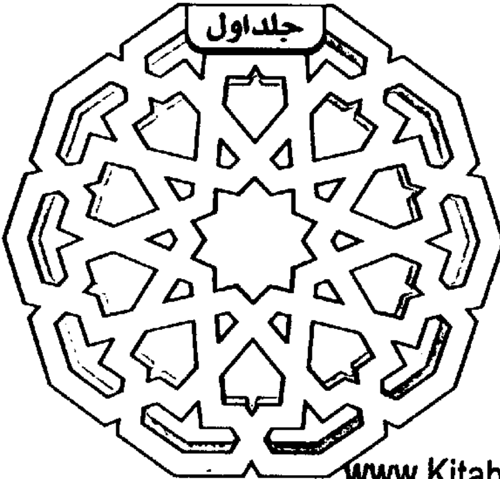
0345 3205533

خطیبانہ انداز میں منفرد و متنوع موضوعات

خطباتِ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ

تالیف

پروفیسر حافظ عبدالستار حامد



تحقیق و تخریج سے مزین



مکتبہ اسلامیہ

کتاب

خطباتِ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ

تالیف

پروفیسر حافظ عبدالستار حامد

ناشر ---------------- محمد سرور عاصم

اشاعت ---------------- 2015ء

مطبع

مکتبہ اسلامیہ پرنٹنگ پریس لاہور
0300-8661763

ملنے کا پتہ

مکتبہ اسلامیہ

لاہور غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
042-37244973 - 37232369

فیصل آباد بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد
041-2631204 - 2641204

Email: maktabaislamiapk@gmail.com, Visit on Facebook page: maktabaislamiapk

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى
اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى
اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ



وہ خیر البشر فخر اولادِ آدم   بشیر و نذیر و فقیہ دو عالم
وہ ملقب، مکمل وہ خلقِ مجسم   بنی نوعِ انساں کا غم خوار و ہمدم
غنی اور گدا کا پیارا محمد
خدا کا محمد، ہمارا محمد

محمد وہ گم گشتہ قوموں کا ہادی   جو عالم میں علم و عمل کا منادی
وہ پیغمبر عزم و خود اعتمادی   شریعت ہے جس کی بہت سیدھی سادی
نہ دنیا پرستی نہ رہبانیت ہے
معیشت بداماں یہ روحانیت ہے

شرف صرف اسلام کو ہے یہ حاصل   کہ جس کا نبی ہر صفت میں ہے کامل
نہ دنیا کا طالب نہ دنیا سے غافل   اولی الامر یعنی رحیم اور عادل
وہ مشفق جو غیروں کو اپنا بنالے
وہ قائد جو بھولے کو رستہ دکھاوے

نبی وہ کہ مانا ہے سب انبیاء نے   جری وہ جسے کوہ رائی کے دانے
قوی وہ کہ جانچا ہے کوہِ حرا نے   سخی وہ کہ سائل کا احسان مانے
غنی وہ کہ شاہی میں فقر آشنا ہے
تہی دست ایسا کہ دستِ خدا ہے

محبت کے یوں جس نے دریا بہائے   دل ان کا بھی چھینا جو سر لینے آئے
یہ بندہ نوازی کے جوہر دکھائے   کہ خود کھائے جو اور جواہر لٹائے
خوشی اپنی غیروں کے غم میں بھلادی
دیا درد جس نے اسے بھی دوا دی

(نسیم امروہی)

فہرست

عرضِ ناشر

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علیٰ رسولہ الأمین، أما بعد:

نبی کریم ﷺ سے محبت جزو ایمان ہے اور اس محبت کا تقاضا ہے کہ ہر مسلمان اپنی زندگی سیرتِ نبوی کے قالب میں ڈھالے، یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام نے رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے وفات تک آپ کی سیرت و حیات کے شب و روز اور ایک ایک لمحے کو پوری احتیاط سے ضبط تحریر کیا۔ اللہ رب العزت نے اُمتِ محمدیہ کے لیے نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ کو اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ "تمھارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ موجود ہے۔" (۳۳/ الاحزاب: ۲۱)

اور یہ آیت اس بات کی متقاضی ہے کہ آپ کی ہر ہر ادا محفوظ ہو، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس انداز سے آپ کی اداؤں کو اپنے ذہنوں میں نقش کیا اور دلوں میں اتارا کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سواری پر سوار ہونے کے لیے اپنا پاؤں رکاب میں ڈال لیا تو (سفر کی) دعا پڑھی، پھر (علی رضی اللہ عنہ) ہنسے۔ آپ سے کہا گیا: اے امیر المؤمنین! آپ کس بات پر ہنسے ہیں؟ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو آپ نے ایسے ہی کیا تھا جیسے میں نے کیا ہے اور آپ ہنسے (بھی) تھے۔

(سنن ابی داود: ۲۶۰۲، و سندہ حسن)

اس طرح کی بہت سی مثالیں کتب احادیث میں موجود ہیں جن کی تفصیلات کتب احادیث و سیر میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

سیرت نویسی ایک مستقل فن کی حیثیت رکھتا ہے جسے ہر سیرت نگار اپنے اسلوب میں عوام وخواص تک پہنچاتا ہے، لیکن اس موضوع کو خطیبانہ انداز میں کم ہی لکھا گیا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ انداز ایک قاری کے لیے زیادہ عام فہم ہے کہ وہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ یوں محسوس کرتا ہے گویا یہی الفاظ کانوں کے ذریعے سے بھی دل ودماغ میں اترتے چلے جارہے ہیں، علاوہ ازیں مذکورہ انداز خطبا اور واعظین ومبلغین کے لیے بھی بہت مفید ہے۔

اسی اہمیت کے پیش نظر معروف اسکالر پروفیسر حافظ عبد الستار حامد حفظہ اللہ (امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پنجاب) نے ''خطبات سیرت مصطفی ﷺ'' کے نام سے بڑے احسن پیرائے میں کتاب تحریر کی ہے جسے اب مکتبہ اسلامیہ اپنی روایت کے مطابق تحقیق وتخریج سے مزین اور ظاہری و باطنی حسن سے دوبالا کر کے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ ادارے کے رفیق مولانا یوسف صدیقی حفظہ اللہ نے نوک پلک کے ساتھ ساتھ حوالہ جات کو بڑی محنت کے ساتھ چیک کیا ہے، لہٰذا اب ہمیں امید واثق ہے کہ ہمارا انتخاب قارئین کے ذوق کے عین مطابق ہوگا۔ (ان شا اللہ)

محمد سرور عاصم

آغاز کلام

سیرت طیبہ ایک ایسا سدا بہار موضوع ہے جو ہر دور کے علماء، خطباء اور اُدباء کی توجہ کا مرکز رہا ہے اور بے شمار اصحاب فکر و نظر نے اپنی بساط کے مطابق اس عنوان پر اظہار خیال فرمایا ہے۔ کیونکہ زبان و بیان اور قلم و قرطاس کی سب سے بڑی سعادت یہی ہے کہ اسے سیرت رسول ﷺ کے اظہار و بیان کے لئے وقف کردیا جائے۔ دنیا کی تمام زندہ زبانوں میں رسولِ پاک ﷺ کی حیاتِ مبارکہ پر مسلمان اور غیر مسلم مصنفین نے ہزاروں کتب تحریر کی ہیں اور شائد سیرۃ النبی ﷺ پر لکھنے والوں کے ناموں کا شمار بھی ممکن نہ ہو۔ ہر صاحب قلم بجا طور پر سیرت نگاری کو شرف عظیم سمجھتا، سعادت دارین جانتا اور اسے بہت بڑا اعزاز گردانتا ہے۔

اللہ رب العزت نے اپنے خصوصی فضل و کرم سے 1993ء میں قلم پکڑنے کی توفیق مرحمت فرمائی اور سات سال کی مختصر مدت میں تقریباً ساڑھے تین ہزار صفحات پر مشتمل نو کتابیں مرتب کرکے چھپوانے کی سعادت بخشی۔ اور ان کتب کو ایسی قبولیت عامہ عطا فرمائی کہ اب تک کئی کتب کے متعدد ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں، فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى،

اس دوران میں نے کئی مرتبہ مصر کی روایتی بڑھیا کی طرح یوسف کی خریداری کا ارادہ کیا یعنی ''سیرت مصطفی ﷺ'' کے مقدس موضوع پر کچھ لکھنا چاہا، مگر......

''چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک''

کے مصداق مداح اور ممدوح میں کوئی نسبت نہ پاکر رحمت کائنات ﷺ کی تحریری مدحت سرائی کی نعمت سے محروم رہا۔

ایک دن میں نے اپنے اس قلبی اضطراب کا تذکرہ رفیق مکرم جناب حکیم محمد عتیق

الرحمن صاحب سیکرٹری اہلحدیث ٹرسٹ وزیر آباد سے کیا تو انہوں نے مجھے حوصلہ دیتے اور میری ہمت بندھاتے ہوئے کہا کہ اب تک آپ نے ''کلام اللہ'' کی تحریری کی خدمت کی ہے۔ اب ''رسول اللہ'' کی محبت کا حق بھی ادا کریں اور باقی تمام کاموں کو مؤخر کر کے قرآنی سورتوں کے خطبات کی طرح ''سیرت مصطفی ﷺ'' کے موضوعات پر اپنے خطبات کو کتابی صورت میں شائع کر کے سیرت نگاروں کی صف میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل کریں۔

چنانچہ میں نے یہ سوچ کر لکھنا شروع کر دیا کہ حشر کے دن جب بہت سے لوگ بخشش کے لئے اپنے نامۂ اعمال لئے کھڑے ہوں گے تو میں اپنے صحیفۂ اعمال میں درج قرآنی سورتوں کے خطبات اور سیرت کی یہ کتاب لے کر ''حوض کوثر'' پر حاضر ہو جاؤں گا اور رحمت عالم، شفیق مجسم ﷺ سے بصد ادب و احترام ''آب کوثر'' کا سوال اور ''شفاعت'' کی درخواست کروں گا۔ امید واثق ہے کہ میرے محبوب آقا جناب محمد کریم ﷺ مجھ گناہ گار کی طرف ضرور نظر کرم فرمائیں گے۔ اپنے دستِ اطہر سے ''جام کوثر'' پلا کر مجھ خطا کار کی ''شفاعت'' بھی فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔ کیونکہ

خوار ہیں، بدکار ہیں ڈوبے ہوئے ذِلت میں ہیں
کچھ بھی ہیں لیکن تیرے محبوب کی اُمت میں ہیں

مطالعۂ کتب کے ذوق جدید نے اس ضرورت کو اُجاگر کیا ہے کہ حیاتِ رسول ﷺ کے بکھرے ہوئے موتیوں کو موضوعاتی ترتیب سے یکجا کیا جائے تاکہ آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ کے تمام پہلوؤں سے کما حقہ، رہنمائی حاصل کی جاسکے۔ چنانچہ اسی ضرورت کے باعث اس کتاب میں موضوعاتی اعتبار سے بارہ خطبات کو جمع کیا گیا ہے۔ یہ تقاریر دراصل راقم الحروف کے 1994ء کے خطبات جمعہ ہیں۔ جنہیں بعض اضافوں کے ساتھ تحریری شکل دی گئی ہے۔ سیرت رسول ﷺ کے بیان کردہ مزید موضوعات کو بھی احاطۂ تحریر میں لانے کی خواہش ہے۔ اللہ رب العالمین اس نیک آرزو کو جلد عملی جامہ پہنانے کی ہمت، توفیق اور وسائل مہیا فرمائے۔ (آمین)

مجھے دل و جان سے اس امر کا اعتراف ہے کہ میں اپنی کم علمی، کم فہمی اور کم عمری کی وجہ سے سیرتِ مقدسہ پر کچھ لکھنے کا ہرگز اہل نہیں ہوں اور سیرت مطہرہ پر مارکیٹ میں اعلیٰ درجے کی ہزاروں علمی، تحقیقی اور ادبی کتب پہلے سے موجود ہیں۔ اس لئے میری یہ کاوش سیرت پاک کے علمی ذخیرے میں کوئی قابل ذکر اضافہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو محض ایک گنہگار امتی کا رحمت مجسم ﷺ کے حضور حقیر سا نذرانۂ عقیدت ہے۔

گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

میں نے یہ کتاب کسی مجبوری کی بنا پر نہیں بلکہ محبت و اُلفت اور شوق و ارادت کے جذبے سے ترتیب دی ہے اور محبت ضابطوں کی پابند نہیں ہوتی۔ جذباتِ محبت میں اکثر اوقات غیر ارادی طور پر ادب و احترام کی حدود سے تجاوز ہو جاتا ہے۔ میں نے سرور کونین ﷺ کے ساتھ وفور محبت کے باوجود غلوِ عقیدت اور افراط و تفریط سے دامن بچانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ تاہم اگر کہیں بے احتیاطی ہوگئی ہو تو آگاہی پر تصحیح کر دی جائے گی۔ (ان شاء اللہ)

اللہ سبحانہ و تعالیٰ میری اس کاوش کو قبولیت عامہ عنایت فرما کر اپنی بارگاہ جلیلہ میں منظور فرمائے اور اسے میرے والدین، اہل و عیال، بہن بھائیوں، اساتذہ کرام، قارئین، ان خطبات کے سامعین اور میرے لئے آخرت کی نجات کا ذریعہ بنائے۔

مَیں محترم و مکرم مولانا محمد سرور عاصم حفظہ اللہ صاحب کا شکر گزار اور ان کے لیے دعا گو ہوں کہ وہ اس کتاب کا آٹھواں ایڈیشن اپنے ''مکتبہ اسلامیہ'' کے زیر اہتمام بڑی خوبصورتی اور نفاست کے ساتھ اعلیٰ کاغذ پر شائع کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول و منظور فرمائے اور ان کے کاروبار میں مزید برکت اور ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)

امیدوارِ شفاعت

عبدالستار حامد

وزیر آباد

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

دیدۂ دل قربانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
وجہِ سکوں ارمانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
حکمِ خدا فرمانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سبحان اللہ شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نازشِ کل وہ شمعِ سبل وہ، رہبر کل وہ، فخر رسل وہ
ہر خوبی شایانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نام میں اعلیٰ، کام میں بالا، سب سے نرالا، کملی والا
دامنِ حق دامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عابد و اعبد، زاہد و ازہد، ماجد و امجد، حامد و احمد
عظمتِ بے پایانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
مونسِ آدم، محسنِ عالم، خلق کے ہمدم، زخم کے مرہم
سب پر ہے احسانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

علم میں اعلم، فہم میں افہم، قول میں احکم، فعل میں اکرم
جاری ہے فیضانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ان کی محبت وجہِ سعادت، ان کی اطاعت روحِ عبادت
ایماں ہے عرفانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

صدق کے حامل عدل کی منزل، حلم کے حامل علم کے عامل
گل ہائے بستانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
دل میں لگن ہو، لب پہ سخن ہو، روح مگن ہو، طیبہ وطن ہو
عاجز نغمہ خوانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

{از مولانا عبدالرحمان عاجز۔ مالیر کوٹلوی ﷺ}

قبل از مصطفیٰ ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَه وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَه
اَمَّابَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○﴾ [1]

''اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر فرمائی۔ جب تم آپس میں دشمن تھے۔ پس اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا فرما دی تو اس نعمت کی وجہ سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور تم (جہنم کی) آگ کے کنارے پر تھے۔ تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ یونہی تمہارے لئے اپنی آیات بیان فرماتا ہے۔ تاکہ تم ہدایت پر ثابت قدم رہو۔''

ہر قسم کی تعریفات' تحمیدات اور تمجیدات خالق کائنات اللہ رب العزت کے لئے ہیں جس نے انسانیت کو عدم سے وجود بخشنے کے بعد اپنی تمام مخلوقات پر فوقیت اور برتری عطا فرمائی اور بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت کے لئے اپنے آخری رسول جناب محمد مصطفیٰ ﷺ پر قرآن مجید فرقان حمید کو نازل فرمایا اور اس کتاب مبین کے چوتھے پارے کی سورۃ آل عمران آیت نمبر 103 میں نبی محترم، رسول مکرم، رحمت عالم محمد مصطفیٰ ﷺ کی تشریف آوری سے قبل کے حالات کو بیان فرمایا۔

[1] آل عمران: 103۔

لاتعداد، ان گنت، بے حساب و بے شمار درود و سلام ہوں امام الانبیاء، سید الاتقیاء، قدوۃ الصلحاء، شافع روز جزا، جناب محمد مصطفی ﷺ پر جنہیں رب العالمین نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا، انہوں نے اپنے کردار، اخلاق اور تعلیم سے عداوت کو محبت، نفرت کو الفت، انتقام کو عفو، خودغرضی کو ایثار، غرور کو انکسار اور دشمنی کو محبت سے بدل کر رکھ دیا۔

تمہیدی کلمات

سورۃ آل عمران کی اس آیت مقدسہ، مطہرہ، منورہ، مشرفہ، معظمہ اور مکرمہ میں خالق ارض وسما نے انسانوں پر اپنے ایک بہت بڑے احسان کا ذکر فرمایا ہے۔ ویسے انسان پر اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات اتنے زیادہ ہیں کہ اگر روئے زمین کے دریاؤں نہروں اور سمندروں کو روشنائی کی شکل دے کر اور کرۂ ارضی کے تمام درختوں کی قلمیں بنا کر نوازشات الٰہی کو لکھنا شروع کر دیا جائے تو دنیا بھر کے پانیوں کی روشنائی ختم ہو جائے، جہاں بھر کے درختوں کی قلمیں گھس کر ختم ہو جائیں مگر انعامات الٰہی اور احسانات خداوندی کا شمار نہیں ہوسکتا۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ خود اس بات کا تذکرہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا﴾[1]

"کہہ دیجئے (اے پیغمبر!) اگر میرے رب کے کلمات کو لکھنے کے لیے سمندر روشنائی بن جائے تو وہ بھی میرے رب کے کلمات کے ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا اور اگرچہ ہم اس کی مدد کیلئے اسی جیسا ایک اور لے آئیں۔"

یعنی ایک مرتبہ سمندروں کی روشنائی ختم ہونے کے بعد دوسری دفعہ پھر اسی طرح سمندروں کے پانی کو روشنائی کی شکل عطا کر دی جائے تو دوسری مرتبہ بھی سمندر کی روشنائی ختم ہو جائے گی مگر انعامات الٰہی اور کلمات ربانی کو شمار نہیں کیا جا سکے گا۔

قرآن عزیز کے اکیسویں پارے میں اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ یہ بات بیان فرمائی گئی ہے کہ ایک مرتبہ نہیں، دو مرتبہ نہیں، بلکہ اگر یکے بعد دیگرے سات مرتبہ بھی

---

[1] الکھف: ۱۰۹۔

عمل دہرایا جائے کہ ایک مرتبہ سمندروں کی روشنائی ختم ہو جائے اور دنیا بھر کے درختوں کی قلمیں گھس جائیں پھر دوسری مرتبہ، پھر تیسری مرتبہ، پھر چوتھی مرتبہ، الغرض سات مرتبہ ایسا ہی کیا جائے تو سات سمندروں کی سیاہی بھی ختم ہو جائے گی اور سات مرتبہ ساری زمین کے درختوں کی قلمیں گھس جائیں گی مگر اللہ تعالیٰ کے احسانات وانعامات اور کلمات کو شمار نہیں کیا جا سکے گا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ ﴾ ①

''اور اگر روئے زمین کے تمام درختوں کی قلمیں بن جائیں اور تمام سمندر روشنائی کی شکل اختیار کر لیں اور اس کے بعد سات سمندر اور ہوں تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہیں ہو سکتے بے شک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔''

اللہ احکم الحاکمین نے قرآن حکیم میں اس امر کی صراحت فرمائی ہے کہ یہ سمندروں اور قلموں کی مثال تو صرف انسانوں کو سمجھانے کیلئے بیان فرمائی گئی ہے جبکہ اصل صورت حال اور حقیقت تو یہ ہے:

﴿ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ﴾ ②

''اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم ان کی گنتی بھی نہیں کر سکتے۔''

اللہ تعالیٰ نے ہمیں انسان بنایا، مسلمان بنایا اور اپنے آخری پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا امتی بنایا۔ کائنات کی ہر چیز اور ہر نعمت کو ہمارے لئے بنایا اور ہمیں اپنی عبادت کے لئے تخلیق فرمایا۔ بقول شاعر ؎

جانور پیدا کئے تیری رضا کے واسطے
کھیتیاں سرسبز ہیں تیری غذا کے واسطے
چاند سورج اور ستارے ہیں ضیاء کے واسطے
سارا جہاں تیرے لئے اور تو خدا کے واسطے

---

① لقمان: ۲۷۔ ② ابراھیم: ۳۴۔

سب سے بڑی نعمت

اللہ تعالیٰ کی ان بے شمار، بے حساب، ان گنت اور لاتعداد نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت، اس کے احسانات میں سب سے بڑا احسان اور اس کے انعامات میں سب سے عظیم انعام، جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہے کہ آپ جیسا انعام، احسان اور اکرام کوئی نہیں ہے اور رب العزت کی نعمتوں میں اس سے بڑی بلکہ اس جیسی بھی کوئی دوسری نعمت نہیں ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے نبی معظم ﷺ کی شخصیت مبارکہ کو نعمت عظمیٰ اور احسان عظیم سے تعبیر فرمایا ہے اور آپ کی بعثت وتشریف آوری کو اہل ایمان پر اپنا بہت بڑا احسان قرار دیا ہے، فرمان الٰہی ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ ①

''تحقیق اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ان ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا، جو ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا، انہیں پاک کرتا اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک وہ اس (کے آنے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

جو آیت مبارکہ آغاز خطبہ میں با ترجمہ تلاوت کی گئی ہے اس میں بھی اللہ رب العزت نے رسول الثقلین، امام القبلتین اور سید الکونین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ، شخصیت مبارکہ اور وجود مطہرہ کو اپنی نعمت عظمیٰ قرار دیتے ہوئے اہل ایمان کو حکم فرمایا ہے کہ اے مومنو! اگر تم میرے اس احسان عظیم کی اہمیت کو سمجھنا، اس نعمت کبریٰ کی افادیت کو جاننا اور میرے انعامِ کبیر کی برکات سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان حالات کو مدنظر رکھو، اس ابتری کو پیش نگاہ رکھو اور اس زمانہء جاہلیت کے واقعات کو یاد کرو، جب تم گمراہی، ضلالت،

---

① آل عمران: ١٦٤۔

بے راہروی اور افراتفری میں مبتلا تھے اور تمہاری اخلاقی، معاشرتی اور سماجی حالت یہ ہو چکی تھی کہ ہر قبیلہ دوسرے قبیلے سے برسرِ پیکار تھا، ہر علاقہ دوسرے علاقے سے نبرد آزما تھا، جذبات اتنے مشتعل اور بے قابو تھے کہ ذرا ذرا سی بات پر خون کی ندیاں بہہ جاتیں۔ محبت، شفقت، الفت، اخوت اور ہمدردی کا نام ونشان تک موجود نہ تھا اور انسانیت اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم کی آگ کے کنارے تک پہنچ چکی تھی۔

ان ناگفتہ بہ حالات میں، اس بگڑے ہوئے معاشرے میں، ان درندہ صفت انسانوں میں اللہ رب العزت نے ہادیٔ دو جہاں، شاہِ رسولاں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرما کر تاریخ انسانیت کا رخ موڑ دیا، اس کی برکت سے انسانوں کے ٹوٹے ہوئے دل جڑ گئے، اہل عرب کو ذلت ورسوائی کی پستیوں سے نکال کر عزت وترقی کی شاہراہ پر گامزن کر دیا، وہ افراد واشخاص جو اپنی گمراہی اور ضلالت کے سبب آتشِ جہنم میں گرنے ہی والے تھے انہیں نہ صرف آگ کے گڑھے سے بچا لیا بلکہ دوسروں کا ھادی اور راہنما بنا دیا۔ اور وہ لوگ جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے انہیں اخوت ومحبت کی بے مثل لڑی میں پرو کر بھائی بھائی بنا دیا۔ الفاظ قرآنی پر غور فرمائیں:

﴿وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۝﴾[1]

''اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر فرمائی۔ جب تم آپس میں دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا فرما دی، تو اللہ تعالیٰ کی نعمت کی وجہ سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور تم (جہنم کی) آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا، اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لئے اپنی آیات بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت حاصل کرو۔''

جب سرور کونین ﷺ تشریف لائے تو کائنات کا نقشہ ہی تبدیل ہو گیا، پھر کیا تھا۔ عداوت کی جگہ محبت، نفرت کی جگہ الفت، وحشت کی جگہ انس، انتقام کی جگہ عفو، خودغرضی

[1] آل عمران: ۱۰۳۔

کی جگہ ایثار، تکبر اور غرور کی جگہ تواضع اور انکساری نے لے لی۔ رسول اللہ ﷺ کی دعوت نے یہ اثر دکھایا کہ ؎

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
وہ کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

ماحول کا جائزہ

امام الرُّسل جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ کے اثرات اور آپ کے مشن کی کامیابی کا اندازہ لگانے کے لئے ان حالات اور ماحول کا جائزہ لینا ضروری ہے جس کی اصلاح اور درستی کیلئے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا۔ جب تک اس ماحول میں بسنے والے لوگوں کے عقائد، نظریات، خیالات، احساسات اور جذبات کو مدنظر نہ رکھا جائے۔ ان کے میل ملاپ، افعال و اعمال، رہن سہن، طرز زندگی اور دیگر معاملات پر غور نہ کیا جائے تب تلک نبی کریم ﷺ کی محنت، تگ ودو اور جدو جہد کا پوری طرح اندازہ نہیں ہوسکتا، اسی لئے قرآن حکیم کی جن آیات مبارکات میں رسول مکرم ﷺ کی بعثت اور مقاصد بعثت کا ذکر کیا گیا ہے تقریباً ان تمام آیات میں اس ماحول اور معاشرے کا عکس بھی دکھایا گیا ہے، جس معاشرے میں سردار انبیاء امام الرُّسل جناب محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔

قرآن حکیم کی آیات میں اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی بعثت سے قبل کے معاشرے کا جو نقشہ بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اس زمانے کے لوگ:

☆ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن اور خون کے پیاسے تھے۔
☆ وہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم کی آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے۔
☆ صریح گمراہی اور ضلالت میں مبتلا تھے۔
☆ ان میں پیار، محبت، ہمدردی، خلوص اور شفقت نام کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔
☆ ان کا اخلاق اچھا تھا نہ کردار۔
☆ ان کے نظریات درست تھے نہ معاملات۔
☆ ان کے عقائد صحیح تھے نہ اعمال۔

☆ان کے خیالات میں پاکیزگی تھی نہ احساسات میں۔

☆ان کا عورتوں سے سلوک اچھا تھا نہ بچوں سے تعلقات۔

☆وہ ہمسایوں کے دشمن تھے اور رشتہ داروں کے مخالف۔

☆ان کے والدین سے تعلقات خوشگوار تھے نہ بیویوں سے۔

☆ان کا دین صحیح تھا نہ دنیا۔

☆ان کا مذہب درست تھا نہ ایمان۔

الغرض وہ مذہبی، معاشرتی، معاشی، اخلاقی اور سیاسی لحاظ سے انتہائی پستی میں گھرے ہوئے لوگ تھے۔ جن کی ہدایت و رہنمائی اور اصلاح کیلئے رب العزت نے سرورِ کون و مکاں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے اس بگڑے ہوئے معاشرے کو کیسے سنوارا؟ ان ناگفتہ بہ حالات کو کیسے درست فرمایا؟ ان گمراہ لوگوں کو کس طرح صراطِ مستقیم پر چلایا؟ اس کی تفصیلات ہم ان شاء اللہ آئندہ خطبات میں عرض کریں گے۔ ابھی صرف یہ بات عرض کرنے کا ارادہ ہے کہ ''قبل از مصطفیٰ ﷺ'' یعنی آپ کی آمد سے قبل لوگوں کے مذہبی حالات کیا تھے اور سرزمین عرب میں کون کون سے مذاہب پائے جاتے تھے۔

یہودیت

نبی مکرم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل کے مذاہب میں یہودیت ایک مشہور و معروف مذہب تھا اور سرزمین عرب اور گرد و نواح میں اس کے ماننے والوں کی کثیر تعداد موجود تھی، یہودیوں کے عقائد کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن حکیم فرماتا ہے:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ﴾[1]

''اور یہودیوں نے کہا کہ جناب عزیر (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔''

جناب عزیر علیہ السلام کے ہاتھوں ظاہر ہونے والے ایک معجزے کو دیکھ کر یہودیوں نے جناب عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کا خطاب دے دیا۔ ہوا یوں کہ ساتویں صدی قبل مسیح میں جب بخت نصر نے بیت المقدس پر حملے کے دوران یروشلم اور فلسطین کے تمام علاقے کو زیر کرلیا

[1] التوبہ:۳۰۔

اور تمام بنی اسرائیل کو قید کر کے بھیڑ بکریوں کی طرح ہانک کر بابل لے گیا اور کتاب الٰہی ''تورات'' کے تمام نسخوں کو جلا کر راکھ کر دیا اور تورات کا ایک نسخہ بھی بنی اسرائیل کے پاس محفوظ نہ رہا۔ بنی اسرائیل میں تورات کا کوئی حافظ بھی موجود نہ تھا جسے پوری تورات از براور حفظ ہو۔

کائنات ہست و بود میں یہ اعزاز اور شرف صرف مسلمانوں کی کتاب ''قرآن مجید'' کو حاصل ہے کہ اس کتاب مبین کے لاکھوں حافظ آپ کو عالم اسلام میں نظر آئیں گے۔ جن میں بچے، بوڑھے، جوان، مرد اور عورتیں شامل ہیں۔ مگر آج بھی آپ کو کوئی تورات کا مکمل حافظ نہیں ملے گا۔ بلکہ تورات اپنی اصل حالت میں دنیا کے کسی خطے میں موجود ہی نہیں ہے، جبکہ قرآن عزیز مسلمانوں کے ہر گھر میں مل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن حکیم کی تلاوت اور اس کے مفہوم کو سمجھ کر اس کے مطابق عمل کرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین

جب عرصۂ دراز کے بعد بنی اسرائیل کو بابل کی اسیری سے نجات نصیب ہوئی اور وہ دوبارہ بیت المقدس میں آباد ہوئے، تو انہیں اپنی کتاب تورات کے بارے میں فکر دامن گیر ہوئی، بسیار کوشش کے بعد جب تورات کا کوئی نسخہ یا حافظ تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے تو ایک دن جناب عزیر علیہ السلام نے تمام بنی اسرائیل کو جمع کیا اور ان کے سامنے تورات کو شروع سے آخر تک پڑھا اور اسے تحریر بھی کروا دیا۔ جناب عزیر علیہ السلام جب تورات کی از سر نو ترتیب و تدوین سے فارغ ہوئے تو اتفاقاً کچھ عرصہ بعد بنی اسرائیل کو کسی گڑھے سے دفن شدہ اصلی تورات کا نسخہ بھی مل گیا، جب انہوں نے جناب عزیر علیہ السلام کی تحریر کروائی ہوئی تورات کا اصل تورات سے موازنہ کیا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ دونوں میں ایک آیت، ایک لفظ بلکہ ایک حرف کا فرق بھی نہیں تھا۔

اس واقعہ سے بنی اسرائیل میں جناب عزیر علیہ السلام کی قدر و منزلت میں بے حد اضافہ ہو گیا، لوگ آپ سے بے پناہ محبت کرنے لگے، اور آہستہ آہستہ اس محبت نے گمراہی کی شکل اختیار کر لی اور انہوں نے آپ کو ''اللہ کا بیٹا'' کہنا شروع کر دیا۔ (1)

---

(1) تاریخ ابن کثیر: ۲/۳۹۷؛ قصص القرآن: ۲/۲۴۵؛ تفسیر ابن کثیر: ۲/۳۴۸۔

قرآن حکیم نے یہودیوں کے اس عقیدۂ باطلہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝﴾ ①

''یہ محض ان کے مونہوں کی باتیں ہیں، یہ پہلے کافروں کی بات نقل کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں برباد کرے، کیسے بھٹکے جا رہے ہیں۔''

جناب عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا جاننے اور ماننے کے علاوہ اہل یہود اپنے آپ کو رب تعالیٰ کے محبوب اور اس کے بیٹے سمجھتے تھے اور واضح الفاظ میں کہا کرتے تھے کہ جب جناب عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں تو ہم ان کے امتی، عزیز اور رشتہ دار ہونے کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی اولاد اور اس کے دوست ہیں۔ قرآن مجید ان کے اس باطل خیال اور غلط نظریے کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے کہ یہودی کہا کرتے تھے:

﴿نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ﴾ ②

''ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔''

بعض لوگوں کی خوش فہمی

آپ جانتے ہیں کہ ہمارے ہاں بعض صاحبزادگان اور بزرگوں کے وابستگان صرف اسی بنا پر اپنے آپ کو اعلیٰ، افضل اور ارفع سمجھتے ہیں اور بڑی دلیری اور ڈھٹائی سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ چونکہ ہم فلاں سرکار سے وابستہ، فلاں ہستی کے بیعت اور فلاں شخصیت کے مرید ہیں اس لئے ہمیں نیکیاں کرنے، گناہوں سے بچنے اور تقویٰ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ہم محض نسبت اور تعلق سے بخشے جائیں گے اور ہمارے بزرگ حشر کے دن ہمارا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے، چونکہ ہم اپنے پیروں، فقیروں، درویشوں اور درباروں پر سالانہ، ششماہی اور سہ ماہی نذریں، نیازیں دیتے اور چڑھاوے چڑھاتے ہیں، اس لئے ہم بخشے بخشائے اور پکے جنتی ہیں۔ حالانکہ یہ خیال انتہائی غلط، یہ سوچ بے حد گھٹیا اور یہ گمان احکام شریعت کے سراسر خلاف ہے۔

① التوبہ: ۳۰۔ ② المائدہ: ۱۸۔

اگر نسبت، تعلق اور رشتے داری پر نجات کا دارومدار اور انحصار ہوتا تو جناب ابراہیم علیہ السلام کا والد کبھی جہنم میں نہ جاتا اور ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا چچا ابو طالب اور دوسرے لوگ کسی صورت عذاب میں مبتلا نہ کئے جاتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص اپنے عقیدے اور عمل کا ذمہ دار اور جواب دہ ہے۔ محض کسی ذات سے نسبی تعلق، رشتہ اور بیعت نجات کا ذریعہ نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

ہمارے ہاں کے صاحبزادگان کی طرح یہودی بھی یہ دعویٰ کرتے تھے کہ چونکہ ہم جناب عزیر علیہ السلام کے توسط سے اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کی اولاد اور اس کے محبوب ہیں، لہٰذا ہمارے جہنم میں جانے، عذاب میں مبتلا ہونے اور سزا سے دوچار ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بھلا کوئی باپ یہ برداشت کرتا ہے کہ وہ خود اپنی اولاد کو آگ میں پھینک دے؟ ہاں، اگر ہم اپنی بداعمالیوں، گناہوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے جہنم کے عذاب میں مبتلا کر ہی دیئے گئے تو ہماری یہ سزا چند روزہ اور عارضی ہوگی۔ پھر ہمارا باپ، ہمارا خدا اور ہمارا رب ہمیں جہنم سے نکال کر ہمیشہ کے لئے جنت کا مالک بنا دے گا۔ قرآن حکیم ان کے اس باطل دعوے کا ذکر اور اس کی تردید و مذمت یوں بیان فرماتا ہے۔

﴿وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝﴾ ①

"اور وہ (یہود) کہتے تھے کہ ہم صرف چند دن جہنم میں رہیں گے۔ (اے پیغمبر!) آپ ان سے فرمایئے کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی (اس قسم) کا وعدہ لے رکھا ہے؟ پھر تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرے گا، یا تم یونہی اللہ تعالیٰ پر ایسا بہتان باندھتے ہو جو تم نہیں جانتے۔"

اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کامیابی، کامرانی اور نجات کا اصول اور ضابطہ بیان فرمایا اور واشگاف الفاظ میں کہا کہ نجات کا انحصار کسی قوم و نسب سے وابستگی، رنگ و نسل اور

① البقرہ: ۸۰۔

ملک و وطن سے تعلق پر نہیں بلکہ ایمان اور عمل صالح پر ہے۔ آپ قرآنی الفاظ اور ان کے ترجمے پر غور فرمائیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـــَٔتُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝﴾①

''ہاں (ہمارا قانون یہ ہے کہ) جس نے جان بوجھ کر برائی کی اور اسے اس کی خطا نے گھیر لیا (یعنی اس نے توبہ نہ کی) تو ایسے لوگ ہی جہنمی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے وہی لوگ جنتی ہیں۔ وہ اس جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔''

اللہ رب العزت ہم سب کو نیک اعمال کثرت سے بجالانے کی سعادت نصیب فرمائے اور حشر کے دن ہمیں انبیاء و شہداء، اصدقاء اور صلحاء کی رفاقت میں جنت کا داخلہ نصیب فرمائے۔ آمین

مذہبی رہنماؤں کا حال

یہودی عوام کی گمراہی اور ضلالت میں یہودیوں کے مولویوں اور مذہبی رہنماؤں کا بڑا ہاتھ تھا۔ وہ عوام کو اپنی مذہبی کتاب ''تورات'' سے بالمشافہ استفادے کی اجازت نہ دیتے اور خود کتاب الٰہی کے احکام میں تبدیلی اور تحریف کے مرتکب ہوتے تھے۔ یہودی علماء نے نہ صرف یہ کہ خود تورات کے احکام پر عمل چھوڑ دیا تھا بلکہ آیات الٰہی کو سرے سے تبدیل کرکے اپنی طرف سے طرح طرح کے اضافے کر لئے تھے، اور ان ظالموں نے تورات کی آیات و احکام میں تبدیلی کرکے اسے اس قابل بھی نہیں چھوڑا تھا کہ کوئی سلیم الفطرت اسے پڑھ کر ہدایت حاصل کر سکے۔

قرآن حکیم یہود کے مذہبی پیشواؤں کی اس قبیح حرکت کا ان الفاظ میں ذکر فرماتا ہے:

﴿وَ قَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝﴾②

① البقرہ: ۸۱-۸۲۔ ② البقرہ: ۷۵۔

''اور تحقیق ان میں ایک گروہ ایسا تھا جو اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے تھے۔ پھر اسے سمجھ لینے کے بعد (جان بوجھ کر) بدل دیتے تھے اور وہ جانتے تھے۔''

یہودیوں کے بعض دینی رہنماؤں کا حال یہ تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی مرضی کے مطابق چیزیں لکھ لیتے، پھر بڑی ڈھٹائی سے ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دیتے، گویا اپنی خواہشات اور مفادات کے تحفظ کے لئے اور اپنے دیئے ہوئے فتووں اور اپنی لکھی ہوئی تحریروں کو رب العزت کی طرف منسوب کرنے میں انہیں کوئی عار اور شرم محسوس نہ ہوتی تھی۔

قرآن عزیز میں ان کی اس بری عادت اور جرم کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝﴾ ①

''پس ایسے لوگوں کے لئے ہلاکت ہے، جو کتاب کو خود اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، تاکہ اس کے عوض تھوڑے سے دام حاصل کریں، ان کے ہاتھوں کے لکھے کی وجہ سے ان کیلئے ہلاکت ہے اور ہلاکت ہے ان کے لیے بوجہ اس مال کے جو وہ اس طریقے سے کماتے ہیں۔''

ان آیات کے مفہوم کو ذہن میں رکھ کر آپ آج کے بعض مذہبی رہنماؤں اور پیشواؤں کی حرکات و عادات پر غور فرمائیں تو یقیناً آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہودیوں کی مذہبی قیادت کی طرح آج کے بعض مولوی، مفتی، پیر، فقیر اور خطیب بھی یقیناً اس فعل بد کا ارتکاب کرتے ہیں کہ محض دنیا کے چند ٹکوں کے لیے، ذاتی مفادات کے لیے اور مالی منفعت کیلئے اپنی طرف سے فتوے دیتے۔ مسئلے بناتے اور جھوٹی داستانیں بیان کرتے ہیں، پھر ان کی نسبت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف کر دیتے ہیں اور جب اس مسئلے، فتوے اور تقریر کے بارے میں قرآنی آیات اور احادیث دکھانے کا مطالبہ کیا جائے تو فوراً گستاخ اور بے ادب کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔

---

① البقرہ: ۷۹۔

شائد ایسے ہی نام نہاد، مذہبی رہنماؤں اور دین فروش ملاؤں کے بارے میں شاعر مشرق نے کہا تھا۔

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس قدر فقیہانِ حرم بے توفیق

عیسائیت

رسول مکرم، نبی معظم، سرور عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تشریف آوری سے قبل کے مذاہب میں عیسائیت بھی مشہور و معروف مذہب تھا۔ قرآن حکیم کی متعدد آیات طیبات میں عیسائیوں کے عقائد، خیالات اور نظریات کا ذکر کر کے ان کی بھی تردید کی گئی ہے۔ جس طرح یہودی جناب عزیر علیہ السلام کے بارے میں "ابن اللہ" (اللہ کا بیٹا) کا عقیدہ رکھتے تھے اسی طرح عیسائی جنہیں قرآن نصرانی کہتا ہے، بھی جناب عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ دونوں مذاہب ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنے میں مصروف تھے کہ یہودی اپنے نبی کو ابن اللہ اور عیسائی اپنے نبی کو ابن اللہ کہتے اور ایک دوسرے کی مخالفت کرتے تھے۔

قرآن مجید فرقان حمید جناب عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں کے عقائد اور خیالات کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

﴿وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝﴾ ①

"اور نصرانیوں نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ ان کے مونہوں سے نکلی ہوئی بات ہے، یہ ان لوگوں کے قول کی نقل اتارتے ہیں، جنہوں نے پہلے کفر کیا، اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے، یہ کدھر بھٹکے جا رہے ہیں۔"

① التوبہ: ۳۰۔

آپ نصرانیوں کی بے راہروی اور گمراہی کا اندازہ فرمائیں کہ ایک طرف وہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کو ''ابن اللہ'' مانتے اور دوسری طرف انہیں کا ایک گروہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ سے بھی آگے ''اللہ'' مانتا اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کو اُلوہی اختیارات کا مالک سمجھتا تھا، حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام نے نہ کبھی ابن اللہ کا دعویٰ کیا اور نہ ''اللہ'' ہونے کی بات کی، بلکہ وہ بھی دوسرے انبیاء کی طرح لوگوں کو ایک اللہ کی توحید کی طرف بلاتے اور شرک کی تردید کرتے رہے۔

قرآن حکیم عیسائیوں کے اس عقیدۂ باطلہ کا ذکر کر کے اس کی تردید یوں بیان فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَـٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّى وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّـٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ○﴾ ①

''بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے، جنہوں نے کہا کہ مسیح ابن مریم ہی تو ''اللہ'' ہے۔ حالانکہ خود مسیح (علیہ السلام) نے کہا: اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو، وہ میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، یقیناً جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔''

ان قرآنی آیات سے واضح ہو گیا کہ عیسائیوں میں بعض لوگ جناب عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور کچھ لوگ انہیں ''اللہ'' مانتے تھے۔ قرآن حکیم اس سے اگلی آیت میں عیسائیوں کے ایک تیسرے گروہ کا تذکرہ بھی کرتا ہے، جو اپنے زعم اور خیال کے مطابق ''عقیدہ تثلیث'' یعنی تین خداؤں کو ماننے والے تھے۔ ان کے نزدیک جناب عیسیٰ علیہ السلام اکیلے خدائی اختیارات کے مالک نہ تھے، بلکہ ان کے عقیدے کے مطابق باپ (اللہ تعالیٰ)، بیٹا (عیسیٰ) اور روح القدس (یا بقول بعض اللہ، مریم اور عیسیٰ) تینوں خدا تھے۔ حالانکہ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی بھی اپنے پیروکاروں کو اس عقیدے کی تلقین اور تبلیغ نہیں کی، بلکہ انہوں نے تو مریم کی گود میں اور شیر خوارگی کی حالت میں ''اللہ کا بندہ'' ہونے کا اعلان فرمادیا تھا۔ جیسا کہ قرآن حکیم

① المائدہ: ۷۲۔

کی سورۃ مریم میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ مختصر یہ کہ قرآن حکیم نے جہاں عیسائیوں کے عقیدہ ''ابن اللہ'' کا رد فرمایا ہے وہاں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ''اللہ'' ہونے کی تردید فرمائی ہے، اسی طرح ان کے عقیدہ تثلیث کی بھی مذمت بیان فرمائی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّآ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۚ وَإِن لَّمْ يَنتَهُوا۟ عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (1)

''تحقیق وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تین (خداؤں) میں سے تیسرا ہے اور نہیں ہے کوئی الٰہ مگر ایک اللہ ہی اور اگر وہ اس قول سے باز نہ آئے تو ان میں سے جو لوگ کفر پر رہیں گے انہیں ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔''

نصرانیوں کے ان تینوں باطل عقائد کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں نصیحت فرمائی ہے کہ وہ ان غلط نظریات اور فاسد عقائد سے توبہ کر لیں۔ اللہ تعالیٰ سے سابقہ گناہوں، غلطیوں اور کوتاہیوں کی معافی طلب کریں اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اسلامی عقیدہ اختیار کر لیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول، نبی اور پیغمبر تھے۔ ان کی والدہ مریم ایک نیک، صالحہ اور صدیقہ و طاہرہ خاتون تھیں اور آپ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد آپ کی رسالت و نبوت کا اقرار کر لیں تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف فرما کر انہیں اپنے مقربین میں شامل فرما لے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ذی شان ہے:

﴿أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُۥ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٧٤﴾ مَّا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُۥ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۗ انظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَٰتِ ثُمَّ انظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ﴾ (2)

''یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیوں نہیں کرتے (یعنی اپنے عقائد سے توبہ کیوں نہیں کرتے) اور اس سے بخشش کیوں طلب نہیں کرتے؟ اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔ مسیح ابن مریم تو صرف اللہ کے رسول ہیں ان سے

(1) المائدہ: ۷۳۔ (2) المائدہ: ۷۵-۷۴۔

پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور ان کی ماں بڑی راست باز تھیں، وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ دیکھو ہم ان کے لئے کیسے کھول کھول کر دلائل بیان کرتے ہیں، پھر دیکھو وہ کیسے الٹے پھر رہے ہیں۔''

یہود و نصاریٰ کے مناظرے

رسول محترم ﷺ کی بعثت سے قبل دو بڑے مذہبی گروہ یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کے دشمن، مخالف اور حریف تھے۔ دونوں گروہوں کے پیشوا اور عوام آپس میں لڑتے، جھگڑتے، بحث مباحثہ کرتے بلکہ مناظرے، مجادلے اور مناقشے ہوتے تھے۔ یہودی، عیسائیوں کے عقائد و اعمال کو غلط ثابت کرتے اور عیسائی یہودیوں کے نظریات و افعال کی تکذیب و تردید کرتے تھے۔ وہ ان کے مسائل کو خود ساختہ اور یہ ان کے مسائل کو غیر الہامی کہتے اور بسا اوقات نوبت لڑائی جھگڑے تک پہنچ جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ان دونوں مذہبی گروہوں کی باہمی مخاصمت اور مناقشت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۪ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّ هُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝﴾ [1]

''اور یہودی کہتے کہ عیسائی سیدھی راہ پر نہیں ہیں اور عیسائی کہتے تھے کہ یہودی سیدھی راہ پر نہیں ہیں۔ حالانکہ وہ سب آسمانی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔ اسی طرح بے علم لوگوں نے انکی سی بات کہی، پس اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا، جن باتوں میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔''

اگر آپ یہود و نصاریٰ کی باہمی چپقلش اور اختلافات کا پورا ادراک کرنا چاہیں تو آج مسلمانوں کے مختلف مسالک کی باہمی لڑائی کو دیکھ لیں کہ ایک فرقے کے مولانا تشریف لاتے ہیں تو دوسرے مسلک کے لوگوں پر کافر، مشرک، بے ایمان، بے دین، گمراہ اور بدعتی ہونے

---

① البقرہ: ۱۱۳۔

کے فتوے لگائے جاتے ہیں اور جب ان کی باری آتی ہے تو وہ حضرت ان لوگوں پر گستاخ، بے ادب، بدمذہب اور بے دینی کے فتوے لگا دیتے ہیں، بلکہ بعض مذہبی رہنماؤں نے اپنے مونہوں میں کفر کی مشینیں فٹ کر رکھی ہیں کہ جو بھی آتا ہے وہ دوسروں پر کفر کے فتوے لگاتا اور سامعین سے نعرے لگوا کر داد وصول کرتا اور اپنی جیب بھاری کر کے چلا جاتا ہے، جبکہ اس کی لگائی ہوئی آگ کی وجہ سے مسلمانوں کا اتحاد جل کر راکھ ہو جاتا ہے اور اتفاق، محبت اور ہمدردی کی جگہ نفرت، عداوت اور دشمنی لے لیتی ہے۔ اللہ کریم مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین

آپ ﷺ کی بعثت وولادت سے قبل یہی حال یہود ونصاریٰ کا تھا کہ یہودی نصرانیوں پر فتوے لگاتے اور نصرانی یہودیوں کے خلاف تقریریں کرتے، حالانکہ حقیقتاً دونوں ہی راہ راست سے بھٹکے ہوئے اور صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے تھے۔

پادریوں کا حال

نبی محترم ﷺ کی آمد سے قبل یہودیوں کے مذہبی رہنماؤں کی طرح عیسائی پادری بھی دینی معاملات میں من پسند تاویلات کے عادی اور عوام سے مال بٹورنے میں ماہر تھے۔ ان کا مطمع نظر صرف مال و دولت اور ظاہری جاہ وجلال تھا۔ وہ دنیوی اغراض کے لئے حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینا کوئی گناہ نہ سمجھتے تھے۔ اپنے مالی مفادات کا تحفظ ان کی پہلی ترجیح اور حیلوں بہانوں سے لوگوں کی جیبیں صاف کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ وہ اپنے عقیدت مندوں کو بڑی بے دردی سے لوٹتے اور ناجائز ذرائع سے دولت جمع کرتے تھے۔ ان کا سب سے بڑا پادری جنت کی ٹکٹیں فروخت کرتا اور اس کے نائب بخشش کے پروانے لکھ کر دیا کرتے تھے۔ امراء، وزراء اور بزعم خود شرفاء کی خواہشات کی تکمیل کے لئے حلت وحرمت کے مسائل کو بدل دینا پادریوں کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا اور اپنی اس جسارت وجرأت پر منہ مانگے دام وصول کرنا وہ اپنا استحقاق سمجھتے تھے۔ قرآن مجید فرقان حمید نے اس حقیقت کی یوں نقاب کشائی کی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ﴾ ①

''اے ایمان والو! بے شک اکثر پادری اور راہب لوگوں کے مال ناجائز طریقہ سے کھاتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔''

آپ اپنے گردونواح میں آج کے بعض مذہبی رہنماؤں، پیروں، فقیروں اور درویشوں کے حالات پر بھی نظر دوڑائیں تو اس آیت کا پورا مفہوم سمجھ میں آ جائے گا، افسوس کے آج کے بعض گدی نشینوں اور نام نہاد مولویوں نے بھی یہی وطیرہ اپنا رکھا ہے، نہ انہیں خوف خدا ہے، نہ قیامت کا ڈر، نہ جہنم کی آگ کی فکر اور نہ حشر کی ہولناکیوں کا غم، ان کے سروں پر بس ایک ہی بھوت سوار ہے اور وہ ہے ''دولت کا بھوت''۔ کوئی مر جائے، ان کی بلا سے، کوئی زندہ رہے، انہیں کیا؟ انہیں تو صرف پیسے چاہئیں۔ وہ جنازہ پڑھانے کے مل جائیں، مردہ نہلانے کے مل جائیں، نکاح پڑھانے کے مل جائیں، بچے کے کان میں اذان کہنے کے مل جائیں، یا تعویذات کے مل جائیں بس اول پیسہ، آخر پیسہ، ظاہر پیسہ، باطن پیسہ، رات کو پیسہ، دن کو پیسہ، جائز پیسہ، ناجائز پیسہ، حلال پیسہ، حرام پیسہ، سود کا پیسہ اور رشوت کا پیسہ۔

بسا اوقات میں سوچتا ہوں کہ چلو یہ صاحبزادگان، بزرگان، گدی نشین، ائمہ کرام اور خطباء عظام اگر مال و دولت لے کر ہی لوگوں کو حق کا راستہ، نجات کی راہ اور صراط مستقیم کا پتہ بتا دیں تو غنیمت ہے، مگر افسوس صد افسوس کہ آج کے اکثر مولوی، مفتی، امام، پیر، فقیر، گدی نشین اور درویش مال بھی بٹورتے ہیں اور قرآن و سنت سے روکتے بھی ہیں، روٹیاں بھی ہماری کھاتے ہیں اور سیدھے راستے کی نشاندہی بھی نہیں کرتے، چندے بھی ہم سے لیتے ہیں اور توحید و سنت سے دور رکھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔

کیونکہ انہیں علم ہے کہ اگر ہم نے عوام کو قرآن و سنت کا راستہ بتلا دیا تو ہمارے چٹخارے کہاں سے پورے ہوں گے، اگر لوگوں کو توحید سمجھ آ گئی تو ہمیں نذرانے کون دے گا، اگر لوگوں پر دین اسلام کی حقیقت عیاں ہو گئی تو تیجے، ساتے، دسویں، چالیسویں اور برسیاں

① التوبہ: ۳٤۔

کون کرے گا، اور اگر یہ کام نہ ہوئے تو ہمارے لئے لذتِ دھن کا انتظام کہاں سے ہوگا؟ ان نام نہاد مذہبی پیشواؤں کو بخوبی علم ہے کہ ہماری یہ دھاندلی اسی وقت تک ہے، جب تک لوگ ہمارے دام فریب میں گرفتار ہیں۔ اگر انہیں صحیح مسائل سے آگاہی ہوگئی تو پھر یہ سادہ لوح ہمارے قابو میں نہیں رہیں گے۔

قرآن حکیم یہ فرماتا ہے کہ یہ حرکات وسکنات، اس طرح کے اعمال وافعال اور ایسے طور اطوار عیسائی ''پادریوں'' کے تو ہوسکتے ہیں، یہودی ''احبار'' کے تو ہوسکتے ہیں، نصرانی ''راہبوں'' کے تو ہوسکتے ہیں، غیر مسلم پیشواؤں کے تو ہوسکتے ہیں، مگر مسلمان عالم دین، قرآن وسنت کے علمبردار، اسلام پسند راہنما، اور دینی و مذہبی مقتداؤں کے نہیں ہوسکتے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے علماء کو ہر قسم کے مفادات کو پس پشت ڈالتے ہوئے خالص قرآن وسنت کی تبلیغ و اشاعت کی توفیق وہمت اور سعادت نصیب فرمائے۔ آمین

عیسائی عوام کی حالت

عیسائی پادریوں اور راہبوں نے عوام کو اپنے دامِ تزویر میں ایسا پھنسا رکھا تھا کہ وہ ہر معاملے میں اپنے آپ کو مذہبی راہنماؤں اور صوفیوں کا محتاج سمجھتے تھے اور انہیں نذرانے دے کر خوش ہوتے اور ان کی رضامندی کو خدا کی رضامندی کا وسیلہ اور ذریعہ گردانتے تھے۔ انہوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو حلال وحرام اور جائز و ناجائز کا اختیار دے رکھا تھا۔ ان کے نزدیک بزرگوں کی بات حرف آخر اور پادری کا بیان اتھارٹی سمجھا جاتا تھا۔ انہیں اپنی مذہبی کتاب ''انجیل'' کے احکام، اوامر اور نواہی سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اسے پڑھنا، تلاوت کرنا اور سمجھنا ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہ رکھتا تھا۔ بلکہ انہوں نے ان جمیع امور کو پادریوں اور راہبوں کے سپرد کر رکھا تھا۔ عوام کا کام صرف یہ تھا کہ وہ اپنی آمدنی کا مخصوص حصہ ان بزرگوں کے حوالے کر دیں تو بزرگ انہیں بخشوانے اور عذاب سے بچانے کے ذمہ دار ہوں گے۔

آیئے، اس بارے میں بھی قرآن حکیم سے معلومات حاصل کرتے ہیں، کیونکہ ہماری دعوت کا خلاصہ اور ہماری گزارشات کا محور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ قرآن اور اس کے آخری رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں عیسائی عوام کا حال یوں بیان فرماتے ہیں:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝﴾①

''انہوں نے اپنے عالموں اور پیروں کو اللہ کے سوا رب بنالیا تھا اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انہیں تو صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ جسے وہ اس کا شریک بناتے ہیں وہ تو اس سے پاک ہے۔''

نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی جناب عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ قبول اسلام سے قبل عیسائی المذہب تھے، انہوں نے یہ آیت سن کر دربارِ رسالت میں عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم تو اپنے عالموں، پیروں، راہبوں اور پادریوں کو ''رب'' نہیں مانتے تھے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عیسائیوں نے ان لوگوں کو اپنا رب بنا رکھا تھا۔ عدی رضی اللہ عنہ کی بات سن کر امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: اے عدی! کیا تم نے انہیں حرام وحلال کا اختیار نہیں دے رکھا تھا کہ ان کی حلال کردہ چیزوں کو تم حلال سمجھتے اور ان کی حرام کردہ اشیاء کو تم حرام گردانتے تھے؟ جناب عدی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ بات تو ٹھیک ہے کہ ہم نے یہ تمام اختیارات انہیں لوگوں کے سپرد کر رکھے تھے، وہ جسے چاہے حلال قرار دیں اور جس پر چاہیں حرمت کا فتویٰ لگا دیں، ہم ان کی ہر بات مانتے اور اسی پر عمل کرتے تھے۔ نبی محترم ﷺ نے فرمایا: اے عدی! ''یہی ان کو رب ٹھہرانا ہے۔''②

چند لمحات کیلئے سینے پر ہاتھ رکھ کر اور اللہ رب العزت کو سمیع و بصیر جان کر غور فرمایئے کہ کیا آج کے عام مسلمانوں کا حال بھی یہی نہیں ہے۔ جناب! آپ اس فرمان پیغمبر ﷺ پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ جی ہمارے مولوی صاحب، امام صاحب، مفتی صاحب، بزرگ صاحب اور پیر صاحب کا فتویٰ، فرمان، عمل اور ارشاد ایسا نہیں، اس لئے ہم اس حدیث پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں۔

---

① التوبہ: ۳۱۔ ② جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ التوبۃ: ۳۰۹۵؛ حسنہ الالبانی۔

آپ غور فرمائیں کہ ہم نے کلمہ کسی امام کا نہیں پڑھا۔

- کسی مولوی کا کلمہ نہیں پڑھا۔
- کسی حافظ کا کلمہ نہیں پڑھا۔
- کسی مفتی کا کلمہ نہیں پڑھا۔
- کسی پیر کا کلمہ نہیں پڑھا۔
- کسی فقیر کا کلمہ نہیں پڑھا۔
- کسی عالم کا کلمہ نہیں پڑھا۔
- کسی خطیب کا کلمہ نہیں پڑھا۔
- کسی ادیب کا کلمہ نہیں پڑھا۔
- کسی امام کا کلمہ نہیں پڑھا۔
- کسی فقیہ کا کلمہ نہیں پڑھا۔
- کسی ولی کا کلمہ نہیں پڑھا۔
- ہم نے علیؓ کا کلمہ نہیں پڑھا۔
- کسی تابعی کا کلمہ نہیں پڑھا۔
- ہم نے کسی صحابی کلمہ نہیں پڑھا۔

ہم نے کلمہ پڑھا ہے تو صرف اور صرف جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھا ہے۔ اس لئے ہمارا مذہبی، دینی اور اخلاقی فرض ہے کہ ہم اپنی زندگی کے ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کے آخری رسول جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور نمونۂ کاملہ کے مطابق عمل کریں اور یاد رکھیں کہ نجات کا راستہ صرف قرآن وسنت کا راستہ ہے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر با اُو نہ رسیدی تمام بولہبی است

بت پرست

امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ سے قبل یہودیوں اور عیسائیوں کے علاوہ ''بت پرستوں'' کا ایک موثر گروہ موجود تھا۔ مکہ مکرمہ اور اس کے گردونواح میں بت پرستوں کی خاصی اکثریت موجود تھی۔ ان لوگوں نے پرانے زمانے کے نیک صالح اور پرہیز گار انسانوں کی شکلوں کے بت تراش رکھے تھے، جن کی عبادت کی جاتی، انہیں سجدے کئے جاتے، انہیں نفع ونقصان کا مالک سمجھا جاتا اور مصائب ومشکلات میں انہیں پکارا جاتا تھا۔ عرب معاشرے میں لوگوں نے بتوں کی پرستش اور پوجا کے مختلف طریقے ایجاد کر رکھے تھے، مثلاً:

① زمانہ جاہلیت کے مشرکین بتوں کے پاس ان کے مجاور بن کر بیٹھ جاتے اور ان کی پناہ ڈھونڈتے تھے۔

② بتوں کا طواف کیا جاتا، انہیں سجدے کیے جاتے اور ان کے سامنے عاجزی سے حاضر ہوا جاتا تھا۔

③ بتوں کے نام نذرانے اور قربانیاں پیش کی جاتیں اور نیاز کے جانوروں کو بتوں کے آستانوں پر لے جا کر ذبح کیا جاتا۔ قرآن مجید کی سورۂ مائدہ میں جہاں اللہ تعالیٰ نے حرام جانوروں کی فہرست بیان فرمائی ہے وہاں ان آستانوں پر ذبح کیے جانے والے جانوروں کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾①

''اور جو جانور آستانوں پر لے جا کر ذبح کیے جائیں (وہ بھی حرام ہیں)۔''

④ مشرکین عرب کے ہاں بتوں کے تقرب کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ وہ اپنے کھانے پینے کی چیزوں، اپنی زمین کے پھلوں اور چوپاؤں کی پیداوار کا ایک حصہ بتوں کے لئے خاص کر دیتے تھے۔ اس سلسلے میں ان کے ہاں رواج تھا کہ وہ ان چیزوں میں سے اللہ تعالیٰ کا حصہ بھی نکالتے تھے اور بتوں کا بھی، پھر مختلف اسباب کی بنا پر اللہ تعالیٰ کا حصہ بتوں کی طرف منتقل کر دیتے مگر بتوں کا حصہ کسی صورت بھی اللہ تعالیٰ کو منتقل نہیں ہوتا تھا۔ ان کی اس قبیح رسم کا ذکر قرآن حکیم نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

﴿وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَٰذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَٰذَا لِشُرَكَائِنَا ۖ فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَائِهِمْ ۗ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾②

''اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور چوپائے پیدا کیے، ان لوگوں نے اس کا ایک حصہ اللہ کے لئے مقرر کیا اور کہا کہ ان کے خیال میں یہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور یہ ہمارے شریکوں (معبودوں) کیلئے ہے اور جو ان کے شرکاء کیلئے ہوتا ہے وہ تو اللہ تک نہیں پہنچتا اور جو اللہ کے لئے ہوتا ہے وہ ان کے شریکوں تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ لوگ کتنا برا فیصلہ کرتے ہیں۔''

---

① المائدہ:۳۔ ② الانعام:۱۳۶۔

⑤ رسول محترم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل مشرکین بتوں کے نام پر بعض جانوروں کو کھلا چھوڑ کر بھی ان کا تقرب اور خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ قرآن حکیم نے اس قسم کے جانوروں کا ذکر بھی فرمایا ہے اور ان کی تردید و مذمت بھی۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِیْرَةٍ وَّ لَا سَآىِٕبَةٍ وَّ لَا وَصِیْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ ۙ وَّ لٰكِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝﴾①

''اللہ تعالیٰ نے نہ بحیرہ بنایا ہے اور نہ سائبہ، نہ وصیلہ اور نہ حام، لیکن جن لوگوں نے کفر کیا، وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا الزام لگاتے ہیں اور ان میں اکثر بے عقل ہیں۔''

بحیرہ

وہ جانور جس کا دودھ دوھنا ترک کر دیا جاتا اور کہا جاتا کہ یہ بتوں کے لئے ہے۔ چنانچہ کوئی شخص اس کے تھنوں کو ہاتھ نہ لگاتا۔

سائبہ

ایسا جانور جسے بتوں کے لئے آزاد چھوڑ دیا جاتا اور انہیں سواری اور بار برداری کیلئے استعمال نہ کیا جاتا۔

وصیلہ

پہلی اور دوسری دفعہ مادہ جننے والی اونٹنی جسے وہ بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے تھے۔

حام

ایسا نر اونٹ جس کی نسل سے کئی بچے پیدا ہو چکے ہوتے تو اسے بتوں کے لئے چھوڑ دیا جاتا اور اس سے کوئی کام نہ لیا جاتا۔②

سب سے پہلے جس شخص نے دین ابراہیمی کو مسخ کر کے سرزمین عرب میں بت پرستی کا آغاز کیا وہ قبیلہ خزاعہ کا سردار ''عمرو بن لحی'' تھا۔ جب یہ شخص مکہ میں قیام پذیر ہوا تو اس نے

① المائدہ: ۱۰۳۔

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ المائدہ، باب ماجعل اللّٰہ من بحیرۃ: ۴۶۲۳۔

کعبہ کے متولی "حارث" کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور اپنی اولاد کی مدد سے حارث اور اس کے خاندان کو اس اہم عہدے سے محروم کر کے خود اس پر قابض ہو گیا۔ اس انقلاب کے بعد عمرو بن لحی پر اچانک بیماری کا حملہ ہوا اور اس بیماری نے بڑی سرعت کے ساتھ شدت اختیار کر لی، موت وحیات کی کشمکش میں کسی حکیم ودانا نے اسے بتایا کہ شام میں "بلقاء" کے مقام پر گرم پانی کا ایک چشمہ موجود ہے، اگر تم وہاں جا کر اس پانی سے غسل کرو تو جلد صحت یاب ہو جاؤ گے۔ عمرو بن لحی نے اس مشورے کو خوش دلی سے قبول کر لیا اور "بلقاء" کی طرف روانہ ہو گیا۔

رب العزت کو اس کی صحت وتندرستی منظور تھی۔ اس نے اس چشمے کے پانی سے غسل کیا تو وہ صحت یاب ہو گیا۔ صحت کی بحالی کے بعد اس نے چند دن وہاں قیام کیا تا کہ قوت وتوانائی حاصل کر سکے اور مکمل شفایاب ہو کر واپس لوٹے۔ اس عرصہ قیام میں اس نے دیکھا کہ وہاں کے باشندے بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہوتے، ان کے حضور سر نیاز خم کر کے دعائیں مانگتے اور ان سے حاجات طلب کرتے ہیں۔ عمرو بن لحی اس سے پہلے اس قسم کی حرکات وسکنات سے واقف نہ تھا۔ اسے جستجو ہوئی کہ وہ اس بارے میں مکمل معلومات حاصل کرے، چنانچہ اس کے استفسار پر اسے بتایا گیا کہ یہ ان کے معبود ہیں جو ان کی بگڑی بناتے، بارش برساتے اور دشمنوں پر فتح دلواتے ہیں۔ عمرو بن لحی نے "بلقاء" کے باشندوں سے درخواست کی کہ پتھر کے کچھ معبود اسے بھی دے دیئے جائیں، چنانچہ اس کی خواہش کے احترام میں "ھبل" نامی بت اس کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کر دیا گیا۔ یہ شخص اس بڑے بت کو لے کر مکہ واپس آیا اور اسے خانہ کعبہ کی چھت پر رکھ دیا۔ کعبہ چونکہ عرب کا مرکز تھا اس لئے تمام قبائل میں بت پرستی کا رواج عام ہو گیا۔ ①

نبی کریم ﷺ نے بت پرستی کے اس بانی کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اسے جہنم میں انتڑیاں کھینچتے ہوئے دیکھا۔ ②

---

① سیرۃ ابن ھشام، جلد اول، باب: ١٧۔

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، المائدہ باب ما جعل للہ من بحیرۃ... ٤٦٢٤۔

چند مشہور بت

سرزمین عرب میں جناب نوح علیہ السلام کے زمانے سے پانچ مشہور بتوں کی پوجا کی جاتی تھی۔جن کے نام قرآن حکیم میں بھی ذکر کئے گئے ہیں۔جناب نوح علیہ السلام نے جب لوگوں کو توحید کی دعوت دی تو وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے:

﴿ وَ قَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا ۙ وَّ لَا يَغُوْثَ وَ يَعُوْقَ وَ نَسْرًا ۝ ﴾[1]

''اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ودّ، سُواع، یغوث، یعوق اور نسر کو کبھی ترک نہ کرنا۔''

ان پانچ معبودان باطلہ کے علاوہ جن بتوں کی پرستش اور پوجا کی جاتی تھی ان کا مختصر تعارف بھی حاصل فرمالیں تاکہ آپ ﷺ کی بعثت سے قبل کے مذہبی حالات کا کماحقہ اندازہ ہو سکے۔

لات

عربوں کا ایک واجب التعظیم بت ''لات'' تھا۔جو طائف میں نصب تھا اور اس نے طائف اور گردونواح کی سرزمین میں کفر اور شرک کی ظلمتیں پھیلا رکھی تھیں۔بنوثقیف اس کے متولی تھے۔یہ بت عرب کے تقریباً تمام قبائل میں لائق احترام اور واجب التعظیم سمجھا جاتا تھا۔لوگ خیر و برکت کے حصول اور زمینی و آسمانی آفات و بلیات سے بچنے کے لئے اس کی طرف رجوع کرتے اور اپنی اولاد کے نام بھی اس بت کے نام پر رکھتے تھے۔یہ بت عرصہ دراز تک اہل عرب کی توجہ اور عقیدت کا مرکز رہا۔۹ ہجری میں جب بنوثقیف حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے جناب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اس صنم کدے کے انہدام اور اسے گرانے کیلئے بھیجا۔چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق اس بت کدے کو منہدم کر کے طائف سے غیر اللہ کی عبادت کا نام ونشان مٹادیا۔

---

[1] نوح: ۲۳۔

مناۃ

عرب کے قومی بتوں میں ''مناۃ'' کو سب سے زیادہ شہرت حاصل تھی۔ وہ لوگ اس کی عبادت بھی کرتے، اس سے عقیدت اور محبت بھی رکھتے اور اس کے احترام کی وجہ سے اپنے بچوں کے نام ''عبد مناۃ'' یعنی منات کا بندہ رکھتے تھے۔ یہ بت مکہ اور مدینہ کے درمیان ''قدید'' کے مقام پر نصب تھا۔ سارے عرب قبائل میں اس کی پرستش ہوتی اور عوام اس کی ناراضی سے بچنے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جانوروں کی قربانیاں دیتے۔ خاص طور پر قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج کے ہاں اس بت کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ ان قبائل کی عادت تھی کہ حج سے واپسی پر وہ اس بت کے قریب آکر اپنے سر منڈاتے، وہاں کچھ دن ٹھہرتے اور مناۃ کی زیارت کو حج کا ایک رکن سمجھتے تھے۔ العیاذ باللہ

عربوں کے ہاں عرصہ دراز تک مناۃ کی پوجا اور تعظیم و تکریم ہوتی رہی۔ تا آنکہ ۸ ہجری میں نبی محترم ﷺ کے حکم سے جناب علی رضی اللہ عنہ نے اسے مکمل طور پر مسمار کر دیا اور اس کی عبادت کا نام و نشان مٹا دیا۔

عُزّٰی

مکہ مکرمہ سے جو راستہ عراق کی طرف جاتا ہے اس راستے پر ''حراض'' نامی جگہ پر یہ بت نصب تھا۔ اس کے اردگرد ایک وسیع و عریض عمارت بنائی گئی تھی۔ اس بلڈنگ میں اس بت کے حضور نذرانے پیش کئے جاتے اور اس کی عبادت کی جاتی تھی۔ اس بت کی عبادت لات و منات کے بعد شروع ہوئی۔ لیکن بہت جلد اسے شہرت عامہ حاصل ہوگئی اور آہستہ آہستہ اس بت کا احترام و اکرام اس قدر بڑھ گیا کہ لوگوں نے لات و منات کو چھوڑ کر اس بت کے نام پر اپنی اولاد کے نام رکھنے شروع کر دیئے۔ چنانچہ ایسا وقت بھی آیا کہ ''عبد العزّٰے'' (عزّٰی کا بندہ) سب سے زیادہ مقدس، معتبر اور متبرک نام سمجھا جانے لگا۔ ویسے تو عرب کے تقریباً تمام قبائل اس کے پجاری تھے لیکن ''قریش مکہ'' اس بت کے سب سے زیادہ فداکار، وفادار اور جانثار تھے۔

سرزمین عرب میں ان تین معبودوں (لات، منات اور عزّیٰ) کو جو مقام، مرتبہ، تقدس، احترام اور اکرام حاصل تھا اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ باشندگان عرب جب کعبۃ اللہ کا طواف کرتے تو اللہ تعالیٰ کی توحید کا تلبیہ بلند کرنے کی بجائے ان بتوں کا نام لیتے اور دورانِ طواف ان کی تعریف وتوصیف کیا کرتے تھے۔

اہل عرب ان تینوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں تصور کرتے اور اس بات پر پختہ یقین وایمان رکھتے تھے کہ ان کی شفاعت کے بغیر دنیا وآخرت کی کامیابی وکامرانی ممکن نہیں ہے۔ قرآن حکیم بڑے زوردار الفاظ میں ان کے اس عقیدۂ باطلہ کی تردید کرتا اور ان معبودوں کی بے بسی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى ۝ وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ لَهُ الْاُنْثٰى ۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۝ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ﴾①

''کیا تم نے کبھی ''لات'' اور ''عزیٰ'' کے بارے میں غور کیا اور ''مناۃ'' کے بارے میں جو تیسری (دیوی) ہے۔ کیا تمہارے لئے تو بیٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں؟ یہ تو بڑی ظالمانہ تقسیم ہے۔ یہ تو محض نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق کوئی سند اور دلیل نازل نہیں فرمائی۔ یہ لوگ تو صرف گمان اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کر رہے ہیں۔''

نبی مکرم ﷺ نے جناب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ''عزّیٰ'' کو گرانے کے لئے بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس بت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اس کے گردونواح کے درختوں کو جڑ سے اکھیڑ دیا۔

① النجم: ۱۹۔ ۲۳۔

هُبل

قریش کے تمام بتوں میں سب سے بڑا بت ''هُبل'' تھا۔ یہ انسانی شکل کا ایک دیوتا تھا۔ اسے سرخ عقیق سے بنایا گیا اور اس کے ہاتھ اور ٹانگوں کو سونے اور چاندی سے سجایا گیا تھا۔ اس بت کی عظمت و تکریم کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسے ''کعبۃ اللہ'' کی چھت پر نصب کیا گیا تھا۔ اس کے نام کی نذریں اور نیازیں دی جاتیں۔ اس کے سامنے فال کے تیروں کی بوری رکھی ہوتی۔ اہل عرب جب کسی کام کا ارادہ کرتے تو عملی قدم اٹھانے سے پہلے وہ ان تیروں کے ذریعے فال نکالتے تھے۔

فتح مکہ کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے تو جہاں آپ ﷺ نے کعبۃ اللہ کے اندر آویزاں بتوں کو پاش پاش کیا۔ وہاں ''هُبل'' کو بھی آپ کے حکم سے اٹھا کر مسجد حرام کے باہر پھینک دیا گیا اور پھر ان معبودان باطلہ کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا گیا۔ آپ ﷺ ایک ایک بت پر اپنی کمان سے کاری ضرب لگاتے اور زبان مبارک سے فرماتے:

﴿ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝ ﴾ ①

''حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔ بے شک باطل تو بھاگنے والا ہی ہے۔''

گھر گھر بت خانہ

نبی مکرم رسول معظم، رحمت عالم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے سرزمین عرب میں بت پرستی کی بیماری اور وبا اس قدر عام تھی کہ ہر قبیلے، خاندان بلکہ ہر گھر میں الگ الگ بت موجود تھے جن کی پوجا کی جاتی اور جن کے نام پر جانور ذبح کئے جاتے تھے۔ ہر گھر میں ایک بلند اور مقدس جگہ پر بت نصب ہوتا تھا۔ جب کوئی شخص سفر پر روانہ ہوتا تو بیوی بچوں کو الوداع کہنے کے بعد وہ آخری کام یہ کرتا کہ برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے گھر میں نصب بت کو چھوتا اور جب سفر سے واپس لوٹتا تو سب سے پہلا کام یہ کرتا کہ اس بت کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آداب بندگی بجالاتا۔

---

① بنی اسرائیل: ۸۱۔

مولانا الطاف حسین حالی رحمہ اللہ نے مختصر الفاظ میں عربوں کی بت پرستی کا نقشہ یوں کھینچا ہے:۔

قبیلے قبیلے کا بت اک جدا تھا　　کسی کا ھُبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزیٰ پہ وہ نائلہ پر فدا تھا　　اسی طرح گھر گھر نیا اِک خدا تھا
نہاں ابرِ ظلمت میں تھا مہر انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر

سرور کائنات ﷺ سے قبل نہ صرف یہ کہ لوگ خدا سے بیگانہ اور توحید سے نا آشنا نہ تھے بلکہ زمانے کی ہر برائی اور معاشرے کی ہر خرابی ان میں پائی جاتی تھی۔ مولانا حالی رحمہ اللہ نے ان کی اخلاقی حالت کو اپنے الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے:۔

چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ　　ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ　　نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بیباک جیسے
کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا　　کہیں پہلے گھوڑا دوڑانے پہ جھگڑا
لب جو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا　　کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
یوں ہی روز ہوتی تھی تکرار ان میں
یوں ہی چلتی رہتی تھی تلوار ان میں

تینوں کا دعویٰ

بعثت نبوی سے قبل کے تین مذاہب یہودیت، عیسائیت اور بت پرستی کا مختصر حال آپ نے سماعت فرمایا۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہ تینوں مذاہب اعتقادی اور عملی طور پر ایک دوسرے کے مخالف، مزاحم اور حریف ہونے کے باوجود ''ابراہیمی'' کہلاتے اور تینوں دعویٰ کرتے کہ ہمارا دین، ہمارے اعتقادات اور ہمارے نظریات جدالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین کے مطابق اور ان کی شریعت کے موافق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ان تینوں مذاہب کے ماننے والوں کے اس دعویٰ کا ذکر کر کے اس کی تردید و مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝﴾ ①

''ابراہیم (علیہ السلام) نہ یہودی تھے، نہ نصرانی تھے بلکہ وہ گمراہی سے الگ رہنے والے مسلمان تھے۔ اور وہ شرک کرنے والوں میں سے بھی نہیں تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے اسی سورت میں یہود و نصاریٰ کے اس دعوے کا بھی ذکر کیا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام یہودی یا نصرانی تھے۔ فرمایا: عقل کے اندھو! یہودیت اور نصرانیت تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے صدیوں بعد کی پیداوار ہے۔ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں یہودیت و نصرانیت کا وجود ہی نہ تھا تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام یہودی یا نصرانی کیسے ہوئے؟ فرمان الٰہی ہے:

﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝﴾ ②

''اے اہل کتاب! تم ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو، حالانکہ تورات اور انجیل تو ان کے بعد نازل کی گئی، کیا تمہیں عقل نہیں ہے؟''

بت پرستوں کا عقیدہ

قرآن حکیم کی آیات بینات کے مطالعے سے میں نے محسوس کیا ہے کہ ان بتوں کے پجاریوں اور غیر اللہ کے پرستاروں میں دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک وہ جو ان معبودان باطلہ کو ہی ''الٰہ'' مانتے اور انہیں نفع نقصان کا مالک جانتے تھے۔ ان کے خیال میں نظام کائنات کو چلانے کے لئے متعدد خداؤں کا وجود ضروری اور لازمی ہے۔ اسی لئے انہوں نے مختلف دیوتاؤں کو مختلف کام تفویض کر رکھے تھے۔

کوئی بارش برسانے والا۔ — کوئی صحت بخشنے والا۔
کوئی فقیروں کو غنی کرنے والا۔ — کوئی کمزوروں کو طاقتور بنانیوالا۔
کوئی لڑائیوں میں فتح عطا کرنے والا۔ — کوئی فصلیں اگانے والا۔
کوئی اولاد دینے والا۔ — کوئی رزق دینے والا۔

① آل عمران: ٦٧۔ ② آل عمران: ٦٥۔

الغرض، اُنہوں نے ہر کام کے لئے الگ الٰہ بنا رکھا تھا اور اسے اپنے شعبے کا مختار کل مانتے تھے۔ یہ بات ان کی عقل اور سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ ایک ''اللہ'' کائنات کے ان گنت امور اکیلا ہی سرانجام دے سکتا ہے۔ ان کے نزدیک کائنات کا نظام چلانے کے لئے یہ ضروری تھا کہ متعدد خداؤں کو تسلیم کیا جائے اور ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ ذمہ داری تفویض کی جائے۔ چنانچہ قرآن حکیم بیان فرماتا ہے کہ جب رسول مکرم ﷺ نے ایسے لوگوں کو ایک ''الٰہ'' کی دعوت دی اور انہیں صرف ایک ذات کی عبادت کی تبلیغ و تلقین کی تو انہوں نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

﴿ أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴾ ①

''کیا اس (محمد ﷺ) نے بہت سے معبودوں کی جگہ ایک معبود بنا دیا ہے۔ یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے۔''

دوسری قسم کے لوگ وہ تھے جو خالق، رازق، حاکم، نافع، ضار، اولاد بخشنے والا، بارش برسانے والا، سورج اور چاند کو طلوع کرنے والا، رات لانے والا، دن چڑھانے والا، زندگی بخشنے والا، موت سے دوچار کرنے والا، آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا، الغرض، نظام کائنات کو چلانے والا تو صرف اللہ رب العالمین کو ہی مانتے اور جانتے تھے۔ جیسا کہ قرآن حکیم کی سورۃ عنکبوت آیت ۶۱ تا ۶۳، سورۃ مومنون کی آیت ۸۴ تا ۸۹ اور سورۃ نمل کی آیت ۶۰ تا ۶۶ میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ مگر ان کا خیال تھا کہ جس طرح کسی دنیادار افسر سے کام کروانے کے لئے اس کے کسی قریبی واقف کار کی سفارش ضروری ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو منانے کے لئے، اس کی قربت کے حصول کے لئے اور اس سے اپنی بات منوانے کے لئے ان معبودوں کی سفارش اور شفاعت بھی ضروری ہے۔ ہم اپنی حاجات ان کے روبرو عرض کرتے ہیں تو یہ ہماری درخواستیں اور دعائیں سفارش کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے قبول کرواتے اور ہماری مشکلات کے حل کا ذریعہ اور وسیلہ بنتے ہیں۔ قرآن مجید فرقان حمید ان کے اس عقیدہ کا ذکر ان الفاظ میں فرماتا ہے کہ وہ کہتے تھے:

---

① ص: ۵

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾①

''ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں۔''

قرآن عزیز نے ایک دوسرے مقام پر مشرکین عرب کے اس فاسد خیال اور باطل دعویٰ کا رد یوں فرمایا ہے:

﴿وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾②

''اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نہ نفع پہنچا سکیں نہ نقصان، اور کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔''

بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج بعض لوگ غیر اللہ کو سجدے کرتے، مشکلات میں دور سے انہیں پکارتے، اور ان کے نام کی نذریں نیازیں دیتے ہیں اور دعویٰ یہی کرتے ہیں کہ جن کو ہم پکار رہے ہیں، جن کے نام کی ہم نیازیں دے رہے ہیں اور جن کے حضور ہم اپنی حاجات وضروریات پیش کر رہے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے شفاعتی اور سفارشی ہیں۔ یہ نظریہ سراسر غیر اسلامی، مشرکانہ اور قرآن وسنت کی تعلیم سے متصادم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ حکم فرمایا ہے کہ میرے بندو! تم بالمشافہ مجھ سے مانگو، میرے سامنے دست سوال دراز کرو، میرے حضور اپنا دامن پھیلاؤ، مجھ سے مانگنا تمہارا کام ہے اور عطا فرمانا میرا کام ہے۔ تم مانگتے مانگتے تھک جاؤ گے، مگر میں دیتا دیتا تھکاوٹ کا شکار نہیں ہوں گا۔ صرف ایک قرآنی آیت پر اکتفا کرتا ہوں:

﴿وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝﴾③

''اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا کرو، میں ہی تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ میری عبادت (دعا) سے تکبر کرتے ہیں۔ وہ عنقریب ذلیل ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

① الزمر: ۳۔ ② یونس: ۱۸۔ ③ المومن: ۶۰۔

کسی زندہ نیک، صالح اور پرہیز گار بزرگ سے دعا کرانا جائز اور مباح ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امام الانبیاء ﷺ سے دعا کی درخواست کرتے، تو آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ بارش برسا دیتا، بیماروں کو صحت بخش دیتا اور پریشان حالوں کے مصائب دور فرما دیتا تھا۔ آپ بھی زندوں سے دعا کروایئے، مگر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نافع، ضار، مشکل کشا، حاجت روا اور مافوق الاسباب امداد کرنے کا مالک نہ سمجھئے۔ یاد رکھیئے غیر اللہ کو مافوق الاسباب مدد کیلئے پکارنا، اللہ کے سوا کسی کو نافع اور ضار سمجھنا اور ماسویٰ اللہ کو کسی چیز کا مالک و مختار جاننا صریح شرک، بہت بڑی نافرمانی اور کبیرہ گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ استدعا ہے کہ وہ ہم سب کو توحید و سنت کے صاف ستھرے اور شفاف عقیدے پر کاربند فرمائے۔ آمین

دہریت

رسول امین ﷺ کی آمد سے قبل کے بعض لوگ سراسر بے دین، ملحد اور دہریئے بھی تھے۔ ان کے نزدیک نظام کائنات کو چلانے والی کسی ہستی کا تصور مفقود تھا۔ ان کا خیال تھا کہ یہ عالم قدیم ہے، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ یہ لوگ قیامت، حشر نشر، حیات بعد الممات اور نبوت و رسالت کے بھی منکر تھے۔ ان کے نظریئے کے مطابق دن رات کا سلسلہ خود بخود جاری ہے۔ آسمان، زمین، چاند، سورج، ستارے اور دیگر مخلوقات کو پیدا کرنے والی کوئی ذات نہیں ہے۔ وہ یہ سمجھتے تھے:

''ایہہ جگ مٹھا تے اگلا کہنے ڈٹھا''

دہریئے لوگ جنت، دوزخ، جزا، سزا اور محاسبۂ اعمال کے انکاری تھے اور اعلان کیا کرتے تھے کہ گردش لیل و نہار ہی ہمیں جنم دیتی، ہلاک کرتی یا ختم کر دیتی ہے۔ قرآن حکیم میں ایسے بے دین اور ملحد لوگوں کے نظریات کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے اور ان کی بے علمی، جہالت اور بے عقلی کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

﴿وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝﴾ ①

① الجاثیہ: ٢٤۔

”اور انہوں نے کہا کہ ہماری زندگی تو صرف دنیا کی زندگی ہے۔ اس میں ہم مرتے اور زندہ ہوتے ہیں اور ہمیں تو زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے اور انہیں اس چیز کا کوئی علم ہی نہیں ہے۔ وہ تو صرف قیاس وگمان کرتے ہیں۔“

آج کے دور میں بھی بعض مادہ پرست سائنسدان اور ملحد فلسفی اس نظریے کے علمبردار ہیں اور دین اسلام سے بیگانہ اور قرآن وسنت کی تعلیمات سے بے خبر ہمارے بعض نوجوان بہت جلد انکے ہم نوا اور ہم خیال بن جاتے ہیں۔ حالانکہ عقلی طور پر بھی یہ محال اور ناممکن ہے۔ کبھی آپ نے غور فرمایا کہ کوئی چھوٹا یا بڑا ادارہ، کوئی دکان یا فیکٹری، کوئی کارخانہ یا مل بغیر کسی نگران اور چلانے والے کے خود بخود نہیں چل سکتے۔

جب ایک چھوٹی سی دکان خود بخود نہیں چل سکتی تو اتنا بڑا کارخانہء کائنات خود بخود کیسے چل سکتا ہے۔ امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی سے جب وجود باری تعالیٰ کی دلیل دریافت کی گئی تو اس نے کہا:

((اَلْبَعْرَةُ تَدُلُّ عَلَى الْبَعِيْرِ وَالرَّوْثُ عَلَى الْحَمِيْرِ وَآثَارُ الْاَقْدَامِ عَلَى الْمَسِيْرِ فَسَمَاءٌ ذَاتُ اَبْرَاجٍ وَاَرْضٌ ذَاتُ فِجَاجٍ وَبِحَارٌ ذَاتُ اَمْوَاجٍ اَمَا تَدُلُّ عَلَى الصَّانِعِ الْحَلِيْمِ الْعَلِيْمِ الْقَدِيْرِ؟)) [1]

”مینگنیاں کسی اونٹ کے وجود پر دلالت کرتی ہیں، لید گدھے کے وجود پر دلالت کرتی ہے اور قدموں کے نشانات کسی راہ گزر کا پتہ دیتے ہیں۔ تو برجوں والا آسمان، دراڑوں والی زمین اور موجیں مارتے دریا اللہ حلیم، علیم اور قدیر کے وجود پر دلالت کیوں نہیں کرتے؟“

وجود باری تعالیٰ کے سینکڑوں عقلی اور نقلی دلائل بیان کیے جا سکتے ہیں۔ مگر فی الحال میں تو صرف یہ بات عرض کر رہا ہوں کہ امام الرسل ﷺ کی آمد سے پہلے یعنی ”قبل از مصطفیٰ ﷺ“ عرب معاشرے میں ملحد، بے دین اور دھریئے قسم کے لوگوں کا ایک گروہ بھی موجود تھا۔

---

[1] التفسير الكبير، سورة البقرة، ٢١، المسئلة الثالثة۔

منکرین آخرت

رحمت عالم ﷺ سے قبل سرزمین عرب میں ایک گروہ آخرت اور قیامت کے منکرین کا بھی تھا۔ ان کا خیال تھا کہ جب ہم مرکر مٹی ہو جائیں گے، ہزاروں صدیاں بیت جائیں گی اور ہوا کے جھونکے ہماری خاک کے ذروں کو بکھیر کر رکھ دیں گے۔ تو پھر ان ذرات کو جمع کرنا، ان میں روح پھونکنا اور پھر حساب کتاب اور سوال و جواب کیلئے کھڑا کرنا کیسے ممکن ہے۔ قرآن حکیم نے ایسے لوگوں کے خیالات و اعتقادات کا ذکر بھی فرمایا ہے:

﴿يَقُولُونَ أَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ۝ أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً﴾ ①

''اور وہ (منکرین آخرت) کہتے ہیں کہ کیا ہم الٹے پاؤں پلٹائے جائیں گے۔
کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں بن چکے ہوں گے۔ (تو پھر اٹھائے جائیں گے)''

نبی محترم ﷺ کی بعثت کے بعد اس گروہ کے بعض لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بھی اس عقیدۂ باطلہ کا اظہار کرتے اور اسلام کے عقیدۂ آخرت کا مذاق اڑاتے ہوئے قبروں میں ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر تعجب و حیرت کا اظہار کیا کرتے تھے، چنانچہ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ مکے کے مشہور کافر عاص بن وائل نے

((أَخَذَ عَظْمًا مِّنَ الْبَطْحَاءِ فَفَتَّهُ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ أَيُحْيِي اللّٰهُ هٰذَا بَعْدَ مَا أَرَىٰ))

''سرزمین مکہ سے ایک مُردے کی بوسیدہ ہڈی پکڑی اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے اسے ہاتھوں سے مسل کر اس کی خاک کو ہوا میں اڑاتے ہوئے کہا: کیا اللہ تعالیٰ اس خاک سے انسان کو دوبارہ زندہ کرے گا؟''

آپ ﷺ نے عاص بن وائل کے اس اعتراض، مذاق اور تمسخر کا جواب دیتے ہوئے اور خالق کائنات اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت، طاقت اور اختیارات کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔ نَعَمْ (ہاں) يُمِيتُكَ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ تجھے مارے گا) ثُمَّ يُحْيِيكَ (پھر تجھے زندہ کرے گا) ثُمَّ يُدْخِلُكَ جَهَنَّمَ (پھر تجھے تیری بدعقیدگی اور بداعمالی کی وجہ سے) جہنم میں داخل کرے گا۔ ② أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ

① النازعات: ۱۰-۱۱۔ ② تفسیر ابن کثیر: سورۃ یسین: ۷۸۔

قرآن حکیم کی سورۃ یٰسین میں اللہ تعالیٰ نے ان منکرین آخرت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

﴿وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِیَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَ هِیَ رَمِیْمٌ ۝ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُ ۝﴾①

''اور وہ شخص ہمارے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور اس نے اپنی پیدائش کو فراموش کر دیا ہے، کہتا ہے: کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو جب وہ بوسیدہ ہو جائیں گی۔ (اے رسول!) آپ فرما دیجئے، انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا فرمایا تھا اور وہ ہر تخلیق کو بہتر جاننے والا ہے۔''

جو اللہ اک قطرۂ آب سے اتنا بڑا انسان بنا سکتا ہے۔ کیا وہ بوسیدہ ہڈیوں سے انسان کو دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا؟ یقیناً کر سکتا ہے اور اب تو پھر ہڈیوں کے ذرات موجود ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو پہلی دفعہ پیدا فرمایا۔ اس وقت تو اس کا کوئی نام و نشان ہی موجود نہ تھا۔ اللہ کریم فرماتے ہیں:

﴿هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖۗ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ۝﴾②

''کیا انسان پر زمانے میں ایسا وقت نہیں آیا جب یہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ بلاشبہ ہم نے ہی انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا فرمایا، تاکہ ہم اس کو آزمائیں، تو ہم نے اسے سننے والا، دیکھنے والا بنا دیا۔''

مختصر یہ کہ بعثت رسول ﷺ اور نزولِ قرآن سے قبل عربوں میں بعض لوگ آخرت سے انکاری اور قیامت کے منکر بھی موجود تھے۔

منکرین رسالت

عربوں میں ایسے لوگ کثیر تعداد میں موجود تھے جو رسالت و نبوت کے منکر تھے۔ خاص طور پر وہ کسی انسان یعنی ''بشر'' کو رسول ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ ان کے خیال میں اولاً تو

---

① یٰسین: ۷۸، ۷۹۔ ② الدھر: ۱، ۲۔

رسالت و نبوت کی ضرورت ہی نہ تھی اور اگر اللہ تعالیٰ نے اپنا کوئی رسول بھیجنا ہی تھا تو ان کے خیال میں وہ رسول انسانوں میں سے نہیں بلکہ نوری فرشتوں میں سے آنا چاہیے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے منکرین رسالت اور ناقدین بشریت کے عقیدے کا ذکر اور اس کا ردیوں فرمایا ہے۔ صرف آیت قرآنی اور اس کے ترجمے پر اکتفا کرتا ہوں:

﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝﴾①

''اور لوگوں کو ایمان لانے سے کسی چیز نے نہیں روکا۔ جب ان کے پاس ہدایت آئی، مگر اس بات نے کہ انہوں نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے، (اے رسول!) آپ فرما دیجئے کہ اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے (اور اس میں) سکونت اختیار کرتے۔ تو ہم ان (کی ہدایت کیلئے ان) پر آسمان سے کوئی فرشتہ رسول بنا کر اتار دیتے۔''

سیدھی سی بات ہے کہ چونکہ زمین پر انسان بستے ہیں اس لئے انسانوں کی رہنمائی، رشد اور ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان ہی کو اپنا پیغمبر، نبی اور رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ کفار مکہ میں سے ایک گروہ انسان اور بشر کو رسول ماننے کے لئے تیار نہ تھا اور وہ کہا کرتے تھے کہ چلو اگر اللہ تعالیٰ نے انسان اور بشر کو ہی رسول بنانا تھا تو کم از کم اس رسول کی تائید و تصدیق کے لئے آسمان سے کوئی نوری فرشتہ اس کے ساتھ نازل کر دیا جاتا جو لوگوں کو یقین دلاتا کہ یہ بشر واقعی اللہ کا رسول اور اس کا بھیجا ہوا پیغمبر ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

﴿وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝﴾②

''اور انہوں نے کہا کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں ہوا کہ وہ بھی اس کے ساتھ ڈرانے والا بن جاتا۔''

① بنی اسرائیل: ٩٤، ٩٥۔ ② الفرقان: ٧۔

اللہ احکم الحاکمین نے ان منکرین و کافرین کے اس اعتراض اور سوال کا جواب بھی اسی سورۃ الفرقان میں دے دیا اور فرمایا: اے میرے رسول ﷺ آپ ان کے اعتراضات سے افسردہ اور آزردہ نہ ہوں، کیونکہ آپ سے پہلے سب رسول بھی ہم نے انسانوں میں سے ہی بھیجے ہیں جو کھاتے پیتے بھی تھے اور حسب ضرورت، بازاروں میں آتے جاتے بھی تھے۔ فرمان ربانی ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ﴾①

''ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے ہیں وہ سب کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔''☆

چاند اور سورج کے پجاری

اہل عرب میں بعض ایسے لوگ بھی تھے جو سورج کی پوجا کرتے تھے۔ ان کے عقیدے کے مطابق سورج ایک قابل تعظیم دیوتا تھا۔ جسے سجدہ کیا جاتا اور اس سے دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ سورج کی تعظیم و توقیر اور عبادت کے لئے انہوں نے باقاعدہ ایک عبادت خانہ تعمیر کررکھا تھا۔ سورج کے پرستار، دن میں تین مرتبہ اس کی عبادت کرتے اور اس کے حضور جھکنا ضروری خیال کرتے تھے: (۱) سورج کے طلوع ہوتے وقت، (۲) عین دوپہر کے وقت جب سورج نصف النہار پر ہو (۳) غروب آفتاب کے وقت۔ ان اوقات ثلاثہ میں وہ لوگ خاص معبد میں آکر سورج کو سجدہ کرتے، نمازیں پڑھتے اور بیمار افراد سورج سے شفاء اور صحت کا سوال کرتے تھے۔

نبی محترم ﷺ نے سورج کے پجاریوں کے ساتھ مشابہت سے بچنے کیلئے اپنی امت کو ان تین اوقات میں نماز پڑھنے اور سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ سورج کے علاوہ عرب کی سرزمین میں چاند اور ستاروں کی بھی عبادت کی جاتی تھی اللہ تعالی نے قرآن حکیم میں سورج

---

① الفرقان: ۲۰۔

☆ انبیاء کی بشریت پر مزید معلومات کے لیے ہماری کتاب ''خطبات سورۃ یٰسین'' کا مطالعہ فرمائیں۔

کے پجاریوں، چاند کے پرستاروں اور کواکب پرستوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ چاند اور سورج تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نشانات اور اسکی کبریائی کی علامات ہیں، اس لیے:

﴿ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ ﴾①

''تم سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ سجدہ اس اللہ کے لئے کرو جو ان سب کو پیدا فرمانے والا ہے۔''

جنات کے پجاری

نبی محترم ﷺ کی ولادت باسعادت سے قبل عربوں میں ایک مختصر گروہ جنات کا بھی پجاری تھا۔ قرآن حکیم میں ان لوگوں کا ذکر کر کے ان کے اس عقیدۂ باطلہ کی تردید بھی کی گئی ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ ﴾②

''اور لوگوں نے جنات کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دے رکھا ہے، حالانکہ ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے۔''

قرآن مجید کے بائیسویں پارے میں بھی جنات کی عبادت کرنے والوں کا ذکر کیا گیا ہے:

﴿ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ﴾③

''بلکہ یہ لوگ جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔''

زمانۂ جاہلیت میں اہل عرب میں یہ رواج تھا کہ جب انہیں دوران سفر کسی ویران وادی میں رات بسر کرنا پڑتی اور انہیں یہ ڈر اور خوف ہوتا کہ کوئی چیز انہیں گزند اور نقصان پہنچائے گی تو وہ سونے سے پہلے بلند آواز سے کہتے۔ اے اس وادی کے سردار جن! ہم تیرے ماتحت احمقوں کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔ جنات جب انسانوں کی زبان سے اس قسم کے کلمات والفاظ سنتے تو وہ بڑے غرور اور فخر سے کہتے کہ دیکھا! ہم تو انسانوں کے بھی سردار بن گئے ہیں۔

---

① حم السجدہ: ۳۷۔ ② الانعام: ۱۰۰۔ ③ سبا: ۴۱۔

قرآن حکیم میں عربوں کے اس رواج کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

﴿وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝﴾①

''بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے۔''

الختصر یہ کہ امامِ رسولاں جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی تشریف آوری سے قبل جہالت اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی کہ انسان اشرف المخلوقات ہو کر جنات کی پناہ ڈھونڈتے اور ان کی عبادت کیا کرتے تھے۔

فرشتوں کے پجاری

سیدالاوّلین والآخرین، خاتم النبیین ﷺ سے پہلے اہل عرب میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جو فرشتوں کی پوجا کرتے اور ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات طیبات میں ان کے اس عقیدۂ باطلہ کی پُرزور تردید کی گئی ہے۔ ستائیسویں سپارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ۝ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ۝﴾②

''بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کے نام عورتوں جیسے رکھتے ہیں اور انہیں اس بارے میں کوئی علم نہیں ہے، وہ تو صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور ظن حق کے مقابلہ میں کسی کام نہیں آسکتا۔''

قرآن حکیم کی کئی آیات میں عربوں کے اس نظریے اور گمان کی مذمت کی گئی ہے۔ مگر ہم اختصار کے مدنظر صرف اسی آیت پر اکتفا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت ہم سب کو ہر قسم کے شرک سے محفوظ فرمائے۔ آمین

① الجن: ٦۔ ② النجم: ٢٧، ٢٨۔

آتش پرست

نبی محترم ﷺ کی بعثت سے قبل ایران مجوسیوں یعنی آتش پرستوں کا مرکز تھا اور ایرانیوں کی اکثریت آگ کی پجاری تھی۔ انہوں نے ملک کے اہم مقامات پر بڑے بڑے آتش کدے تعمیر کر رکھے تھے۔ جہاں ہر وقت آگ بھڑکتی رہتی اور اسے لمحہ بھر کے لئے بھی نہ بجھنے دیا جاتا تھا۔ عرب کے وہ علاقے جو ایران کی حدود کے قریب تھے۔ ان میں بھی آتش پرستی کی وبا پھیل چکی تھی اور وہ بھی ایرانیوں کی طرح آگ کا طواف اور اس کی پوجا کیا کرتے تھے۔

آپ نے اب بھی بعض ملنگوں کو دیکھا ہوگا جو ہر وقت آگ کا ''مچ'' لگائے رکھتے اور اس کے گرد بیٹھے رہتے ہیں۔ یہ بھی اصل میں آتش پرستوں کی نقالی اور انہیں کا طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو توحید الٰہی کا صاف ستھرا عقیدہ نصیب فرمائے۔ آمین

صابئین کا گروہ

جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے قبل کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو ان مذاہب میں سے کسی ایک مذہب کے پابند نہ تھے بلکہ ہر دین سے جو چیز ان کے نزدیک مستحسن ہوتی اسے اختیار کر لیتے۔

''صابئ'' کا معنی درست کار اور آزاد ہے۔ چونکہ یہ لوگ کسی ایک مذہب کے اصولوں کی پابندی سے آزاد اور تمام مذاہب کی خوبیوں کے پیروکار تھے اس لئے ان کو ''صابی'' کہا جاتا ہے۔

یہ لوگ رمضان المبارک کے روزے رکھتے، نماز ادا کرتے وقت اپنا رخ کعبہ کی طرف کرتے، مکہ معظمہ کی تعظیم کرتے، بیت اللہ کا حج کرتے اور محارم سے نکاح کو حرام سمجھتے تھے۔ بعض سیرت نگاروں، مفسروں اور تاریخ نویسوں نے لکھا ہے کہ صابئین کے دو فرقے تھے۔ ایک فرقے کے عقائد موحدین یعنی توحید پرستوں جیسے تھے۔ جبکہ دوسرا فرقہ مشرکین جیسے عقائد رکھتا تھا۔ دوسرے فرقے کے افراد سات سیارگان اور بارہ برجوں کی تعظیم و تکریم کے قائل تھے اور انہوں نے ہر ایک کیلئے الگ الگ عبادت گاہیں تعمیر کر رکھی تھیں۔ ان میں بعض

لوگ ستاروں کی پوجا کرتے ۔ان سے دعائیں مانگتے اور ان کے نام کی قربانیاں بھی دیا کرتے تھے۔امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس بارے میں کئی اقوال نقل فرمائے ہیں۔

حنفاء یعنی اہل حق

عہد جاہلیت میں اہل عرب کے عقائد باطلہ، اعتقادات فاسدہ اور پراگندہ خیالات کی ایک جھلک آپ کو دکھائی گئی ہے اور مذاہب عرب کا ایک سرسری جائزہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔اس کفر وشرک، فسق وفجور اور گناہ ونافرمانی کے دور میں چند ایسے نفوس قدسیہ بھی تھے۔جن کا اللہ تعالیٰ کی توحید پر پختہ ایمان اور اس کی صفات کمال پر محکم یقین تھا۔ عربوں کے شرکیہ خیالات اور کافرانہ نظریات سے وہ قطعاً بے زار اور ان کے برے اعمال سے بالکل لاتعلق تھے۔ وہ تورات وانجیل اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کی بشارات کے مطابق ''نبی موعود'' کے منتظر اور خاتم الرسل ﷺ کی بعثت وتشریف آوری کیلئے چشم براہ تھے۔ان لوگوں کو ''حنفاء'' یعنی شرک سے بے زار اور خدائے واحد کے پرستار کہا جاتا اور اہل حق میں شمار کیا جاتا ہے۔ان میں سے چند مشہور بزرگوں کے نام:

☆ ورقہ بن نوفل ☆ عثمان بن حویرث ☆ عبداللہ بن جحش

☆ قس بن ساعدہ ☆ اُمیہ بن صلت اور ☆ زید بن عمرو بن نفیل ہیں۔

جناب زید بن عمرو شاعرانہ ذوق رکھتے تھے۔انہوں نے اپنے شاعرانہ کلام میں توحید الٰہی کا اثبات اور شرک کی مذمت بیان کی اور بعثت رسول سے قبل ہی واضح الفاظ میں اعلان کر دیا تھا کہ۔

تَرَكْتُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى جَمِيْعًا كَذَالِكَ يَفْعَلُ الْجَلْدُ الصَّبُوْرُ

''میں نے لات اور عزّیٰ کی پرستش ترک کر دی ہے اور جرأت مند (اور) بہادر آدمی اسی طرح کیا کرتا ہے۔''

فَلَا الْعُزّٰى اَدِيْنُ وَلَا ابْنَتَيْهَا وَلَا صَنَمَيْ بَنِيْ غَنْمٍ اَزُوْرُ

''میں اب نہ تو عزیٰ کا پرستار ہوں اور نہ اس کی دونوں بیٹیوں کا اور میں بنی غنم کے دونوں بتوں کی زیارت بھی نہیں کرتا۔''

وَلَا هُبُلاً اَزُوْرُ وَكَانَ رَبًّا　　لَنَا فِي الدَّهْرِ اِذْ حُلْمِىْ صَغِيْرُ

''اور میں ''ھبل'' کی پوجا اور زیارت کیلئے بھی نہیں جاتا۔ اور جب میں بلوغت کو نہیں پہنچا تھا تو اسے زمانے بھر کا ''رب'' سمجھا جاتا تھا۔''

اَرَبًّا وَاحِدًا اَمْ اَلْفَ رَبٍّ　　اَدِيْنُ اِذَا تَقَسَّمَتِ الْاُمُوْرُ

''جب معاملات تقسیم ہو چکے ہیں تو کیا میں ایک ''اللہ'' کو اپنا رب مانوں یا ہزار خداؤں کو معبود تسلیم کروں۔''

اور اگلے شعر میں تو زید بن عمرو نے ذات باری تعالیٰ کے خوبصورت تعارف کی انتہا کر دی ہے:

وَلٰكِنْ اَعْبُدُ الرَّحْمَانَ رَبِّيْ　　لِيَغْفِرَ ذَنْبِىَ الرَّبُّ الْغَفُوْرُ

''اور لیکن میں تو اپنے اس پروردگار کی عبادت کروں گا جو ''رحمان'' ہے تاکہ بہت بخشنے والا رب میرے گناہوں کو معاف فرمادے۔''

میں نے آپ احباب کے سامنے زمانہ جاہلیت کے مذہبی حالات بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور قبل از مصطفیٰ ﷺ کے بارہ مشہور مذاہب کا مختصر تعارف عرض کیا ہے۔ اس ضمن میں آپ نے غور فرمایا کہ رحمت عالم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل عرب معاشرے کی حالت کیا تھی۔ وہ آپس میں انس و محبت اور شفقت و رحمت کرنے والے انسانوں کا ملک نہیں تھا۔ بلکہ بغض، عناد، تعصب، بے دینی، بے راہروی، عداوت، حسد اور باہمی دشمنی کی سرزمین تھی۔ ان کے جذبات، اتنے مشتعل اور بے قابو تھے کہ ذرا ذرا سی بات پر خون کی ندیاں بہہ جایا کرتی تھیں۔ اس بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح کیلئے..... ان ناگفتہ بہ حالات کو سنوارنے کے لئے..... ان مشرکوں کو نغمۂ توحید سنانے کیلئے..... غیر اللہ کے پجاریوں کو رب واحد کا پرستار بنانے کے لئے..... آتش کدوں کو بجھانے کیلئے..... منکرین خدا کو اللہ کا تعارف کروانے کے لئے..... حشر کے منکروں کو قیامت کا یقین دلانے کیلئے..... رسالت و بشریت کے انکاریوں کو ''بشر'' کا مقام بتلانے کیلئے..... چاند، سورج اور ستاروں کے پجاریوں کو ان کے خالق حقیقی کے حضور جھکانے کیلئے..... جنات اور فرشتوں کی پوجا کرنے والوں کو راہ حق دکھانے کے

لئے......اور......حق کے متلاشیوں کو اللہ تعالیٰ سے ملانے کے لئے...... رب السموات والارض نے میرے اور آپ کے رہنما، امام الانبیاء، سید الاتقیاء، قدوۃ الصلحاء، والی بطحا، بدر الدجی، شمس الضحیٰ، شافع روز جزا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور اہل ایمان کو حکم فرمایا کہ جب تم میرے رسول کی سیرت کا ذکر چھیڑو تو:

﴿وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾①

''یاد کیا کرو اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت جو اس نے تم پر فرمائی۔ جب تم آپس میں دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی تو اس نعمت کی وجہ سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور تم جہنم کی آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے یونہی اپنی آیات بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پر ثابت قدم رہو۔''

اللہ رب العزت کے حضور دست بستہ دعا، فقیرانہ صدا اور عاجزانہ استدعا ہے کہ وہ ہم سب کو رسول مکرم، نبی معظم، رحمت عالم ﷺ کا فرمانبردار بن کر زندگی گزارنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

---

① آل عمران: 103۔

آمدِ مصطفیٰ ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ!
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ﴾①

''کیا اس (رب العزت) نے آپ کو یتیم پا کر جگہ نصیب نہیں فرمائی۔''

﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾②

''بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک (برگزیدہ) رسول تشریف لایا ہے۔ تمہارا مشقت میں پڑنا اس پر گراں گزرتا ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کا بہت زیادہ خواہش مند ہے۔ وہ مومنوں کے ساتھ مہربانی فرمانے والا، رحم فرمانے والا ہے۔''

صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

ہر قسم کی حمد و ثنا تعریف و تسبیح اور بڑائی و کبریائی خالق ارض و سماء، رب کبریا کیلئے ہے۔ جو چاہے تو قطروں کو سمندر کر دے اور چاہے تو ایک یتیم کو پوری انسانیت پر برتری عطا فرما دے، وہ علیم و خبیر ہے، سمیع و بصیر ہے، قادر و قدیر ہے اور **فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ** ہے۔ ان گنت لاتعداد بے حساب و بے شمار درود و سلام ہادی اکرم، پیغمبر اعظم، رحمت عالم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر۔

① الضحیٰ: ٦۔ ② التوبہ: ١٢٨۔

- جن کی سیرت بھی باکمال۔
- آپ ﷺ کی صورت بھی بے مثال۔
- آپ ﷺ کا جسم بھی بے مثال۔
- آپ ﷺ کی جان بھی بے مثال۔
- آپ ﷺ کی ہستی بھی بے مثال۔
- آپ ﷺ کی بستی بھی بے مثال۔
- آپ ﷺ کی ذات بھی بے مثال۔
- آپ ﷺ کی بات بھی بے مثال۔
- آپ ﷺ کا حسن و جمال بھی بے مثال۔
- آپ ﷺ کا جلال وکمال بھی بے مثال
- آپ ﷺ کا علم بھی بے مثال۔
- آپ ﷺ کا حلم بھی بے مثال۔
- آپ ﷺ کا نام بھی بے مثال۔
- آپ ﷺ کا کام بھی بے مثال۔
- آپ ﷺ کا نام بھی بے مثال۔
- آپ ﷺ کا مقام بھی بے مثال۔
- آپ ﷺ کا کلام بھی بے مثال۔
- آپ ﷺ کے غلام بھی باکمال۔

بقول شاعر:

سنا جس کسی نے کلامِ محمد ﷺ
ہو جان و دل سے غلامِ محمد ﷺ
ہوا ہے نہ ہو گا میسر کسی کو
بلند اس قدر ہے مقامِ محمد ﷺ
ہے قرآں میں موجود فرماں خدا کا
کلامِ خدا ہے کلامِ محمد ﷺ
سر اور دل جھومتے ہیں خوشی سے
لبوں پہ جب آتا ہے نامِ محمد ﷺ
اگر چاہتا ہے خدا تجھ سے خوش ہو
دِل و جاں سے کر احترامِ محمد ﷺ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

آج کی اس بابرکت محفل میں اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید فرقان حمید کی سورۃ ضحیٰ اور سورۃ توبہ کی دو آیات مقدسات، مطہرات، منورات، مشرفات، معظمات اور مکرمات باترجمہ تلاوت کی گئی ہیں۔ ان آیات بابرکات میں خالق کائنات نے رسول کائنات، محسن کائنات اور امام کائنات جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی آمد، تشریف آوری اور ولادت باسعادت کا تذکرہ فرمایا ہے اور آپ ﷺ کے چند اوصاف، خصوصیات اور صفات کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ اے انسانو! تمہارے پاس ایک اولوالعزم، عظیم القدر، جلیل المرتبت اور بزرگی والا رسول آیا ہے۔ اور کسی دوسری جنس اور نسل میں سے نہیں آیا، بلکہ اے نسل انسانی کے افراد! تمہارے لئے بہت بڑے اعزاز، عزت، عظمت اور رفعت کی بات یہ ہے کہ تمہارے رب کی طرف سے آنے والا وہ رسول تمہاری جنس اور تمہاری نسل میں سے آیا ہے۔ انسانوں میں سے آیا ہے، افضل المخلوقات اور اشرف المخلوقات میں سے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری لاڈلے اور محبوب پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو انسانوں میں سے پیدا فرما کر ''بشر'' کی عظمت اور بلندی کو واضح فرمادیا ہے۔ اللہ کریم نے اپنے اعلیٰ و ارفع نبی کو بھیجا ہے تو سب سے اعلیٰ، افضل، اشرف، اکرم اور احسن مخلوق انسانوں میں سے بھیجا ہے۔ ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾

بعض اہل علم ﴿اَنْفُسِكُمْ﴾ میں ''فا'' پر پیش کی بجائے ''زبر'' پڑھنا بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ اگر ''فا'' پر زبر پڑھا جائے تو اس کا مفہوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان کو مخاطب کرکے فرمارہے ہیں۔ اے انسانوں کی جماعت! میں نے اپنے آخری رسول کو تم میں سب سے بہترین، سب سے خوبصورت، سب سے خوب سیرت، سب سے زیادہ حسین اور نفیس ترین بنا کر بھیجا ہے کہ جس جیسا حسین وجمیل آج تک چشم فلک نے نہیں دیکھا۔ کوئی اس جیسا نفیس نظر کیسے آسکتا تھا کہ کسی ماں نے آج تک اس جیسے اعلیٰ اوصاف کے مالک بچے کو جنم ہی نہیں دیا (سبحان اللہ) اس کی عظمت وفضیلت کا کیا کہنا:

جہاں نظر نہیں پڑی وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گزر گیا
قدم قدم پہ رحمتیں نفس نفس پہ برکتیں
جہاں جہاں سے وہ شفیعِ عاصیاں گزر گیا

﴿وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى﴾

''روشن دن کی قسم۔ اور چھا جانے والی رات کی قسم۔ آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور وہ آپ سے ناراض بھی نہیں ہوا۔ اور یقیناً آپ کے لئے انجام آغاز سے بہتر ہے۔ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو وہ کچھ عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا تو جگہ نصیب فرمائی۔''

آغازِ سیرت

آپ جانتے ہیں کہ جب کسی شخصیت کا سوانحی خاکہ تیار کیا جاتا، اس کے حالات زندگی بیان کئے جاتے یا اس کی سیرت احاطۂ تحریر میں لائی جاتی ہے تو عام طور پر اس کی سوانح عمری کا آغاز ''ولادت'' سے اور اختتام ''وفات'' پر کیا جاتا ہے۔ اس کائنات ہست و بود میں بڑے بڑے علماء آئے، اتقیاء آئے، اصفیاء آئے، امراء آئے، غرباء آئے، زعماء آئے، شرفاء آئے، صلحاء آئے، فقہاء آئے، وکلاء آئے، بادشاہ آئے، اولیاء آئے، انبیاء آئے، ادیب آئے، خطیب آئے، لبیب آئے، حسیب آئے، طبیب آئے، محدثین آئے، مفسرین آئے، مجتہدین آئے، مورخین آئے، سلاطین آئے، مدبرین آئے، مفکرین آئے، مبلغین آئے، مقررین آئے، مصلحین آئے، مجددین آئے، واعظین آئے، عربی آئے، عجمی آئے، کالے آئے، گورے آئے، سیاہ فام آئے، سفید فام آئے، شرقی آئے، غربی آئے، جنوبی آئے، شمالی آئے۔

الغرض، اس جہان رنگ و بو میں غریب بھی آئے، امیر بھی آئے، شاہ بھی آئے، گدا بھی آئے، حکمران بھی آئے، عوام بھی آئے، اصحاب فکر و نظر بھی آئے، ارباب علم و دانش بھی آئے، قوت و سلطنت کے مالک بھی آئے اور ظالم و جابر ملوک بھی آئے، دانش مند اور سیاستدان بھی آئے، رئیس زادے اور مال دار بھی آئے، صاحب حکومت بھی آئے اور صاحب ثروت بھی آئے، اہل دین بھی آئے اور اہل دنیا بھی آئے، فرماں بردار بھی آئے، نافرمان بھی آئے، شب زندہ دار بھی آئے اور خالص دنیا دار بھی آئے، عبادت گزار بھی آئے اور دین سے بے زار بھی آئے، نمازی بھی آئے اور بے نماز بھی آئے، اطاعت گزار بھی آئے اور سیاہ کار بھی آئے، وفادار بھی آئے اور غدار بھی آئے، اہل وفا بھی آئے اور صاحب جفا بھی آئے، تمام قسم کے لوگوں کی سیرت، سوانح اور حالات کی ابتدا پیدائش اور انتہا موت پر ہوتی ہے۔ مگر امام رسولاں، شاہِ دو جہاں، سرورِ کون و مکاں جناب محمد رسول اللہ ﷺ ایسی شخصیت، ہستی اور ذات بابرکات ہیں کہ آپ کی سیرت طیبہ کا آغاز ولادت سے نہیں بلکہ عالم ارواح سے ہوتا ہے اور آپ کے حالات مقدسات کا اختتام وفات پر نہیں بلکہ ''جنت الفردوس'' پر ہوتا ہے۔ (سبحان اللہ)

توحید کانفرنس

آیئے تصورات کی دنیا میں ہم آپ کو عالم ارواح میں لئے چلتے ہیں۔ یہ رُوحوں کا جہان ہے۔ ابھی انسانی ارواح کو اجسام عطا نہیں کئے گئے۔ صرف روحیں ہی روحیں تھیں۔ اللہ رب العالمین نے اس روحوں کے جہان میں دو جلسے منعقد کئے۔ ایک کانفرنس کا عنوان تھا۔ ''توحید خدا'' اور دوسرے اجتماع کا موضوع تھا ''شان مصطفیٰ ﷺ'' (سبحان اللہ)

رب العالمین کے حکم خاص سے قیامت تک دنیا میں آنے والی تمام ارواح حاضر ہیں۔ تا حد نگاہ ''ارواح'' کا جم غفیر ہے۔ خدائے لم یزل اللہ احکم الحاکمین، جیسے اس کی شان کے لائق ہے، عرش پر جلوہ افروز ہے اور پوری انسانیت کی ارواح سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے: **اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ** ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' اولادِ آدم کی تمام ارواح بصد ادب احترام عرض کرتی ہیں: اے اللہ! کیوں نہیں۔ تو ہی ہمارا رب اور پروردگار ہے۔

ہم تیرے سوا کسی دوسرے کو ''رب'' ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اللہ رب العالمین نے فرمایا کہ تم سب اس ''عهد الست'' کو یاد رکھنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم دنیا میں جا کر اس وعدے کو فراموش کر دو اور پھر حشر کے دن عذر کرو کہ ہمیں تو یہ وعدہ یاد ہی نہیں رہا، ہم تو بھول ہی گئے اور توحید خداوندی کا اقرار تو ہماری یادداشت سے بالکل ہی محو ہو گیا اور ہاں، پھر تمہارا یہ عذر بھی قابل قبول نہ ہو گا کہ ہم نے تو شرک کی ابتدا نہیں کی تھی بلکہ یہ چیز تو ہمارے آباؤ اجداد سے چلی آ رہی تھی اور ہم تو آبائی رسوم و رواج کے پابند اور خاندانی روایات کے امین تھے۔ لہٰذا عقیدۂ توحید میں شرک کی ملاوٹ اور عبادت الٰہی میں غیر اللہ کی شرکت کے بارے میں ہم سے باز پرس نہ کی جائے۔ کیونکہ ہم اس کے موجد اور بانی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں ہی اس امر کی وضاحت فرما دی کہ عقائد و اعمال کے بارے میں تم میں ہر شخص اپنے کیے کا ذمہ دار اور مسئول ہے۔ قرآن حکیم عالم ارواح میں منعقد ہونے والی ''توحید کانفرنس'' کی کاروائی یوں بیان فرماتا ہے:

﴿وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۷۲﴾ اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾﴾ [1]

''اور یاد کرو جب تمہارے رب نے بنی آدم کی پشت سے ان کی اولاد نکالی اور انہیں ان کی جانوں پر گواہ بنایا کہ میں رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں، ہم گواہ ہیں۔ (یہ عہد اس لئے لیا گیا کہ) کہیں تم قیامت کے دن یوں کہو کہ ہم تو اس سے غافل تھے۔ تم کہو کہ شرک تو اس سے قبل ہمارے باپ دادا نے کیا اور ہم تو ان کے بعد ان کی اولاد تھے اور کیا آپ ہمیں باطل پرستوں کی وجہ سے ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔''

[1] الاعراف: 172-173۔

میثاق انبیاء

دوسری مرتبہ اللہ رب العزت نے عالم ارواح میں اپنی قدرت کاملہ سے تمام انبیاء کی ارواح کو جمع فرمایا۔ تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار ارواح کا عظیم اجتماع ہے۔ اور یہ عام انسانوں اور عوام کا اجتماع نہیں ہے بلکہ ان اولوالعزم اور برگزیدہ شخصیات کا مجمع ہے۔ جنہیں رب کائنات دنیا میں منصب نبوت عطا فرمانیوالے ہیں۔ جن کے سروں پر کلاہِ رسالت سجنے والی ہے اور جنہیں تاج نبوت پہنائے جانے والے ہیں۔ مختصر یہ کہ مجمع بھی بے مثال ہے اور مقرر بھی بے مثال۔ سامعین بھی باکمال ہیں اور خطیب بھی لازوال۔ اس جلسے میں ایک طرف حضرت آدم علیہ السلام نظر آرہے ہیں۔ دوسری طرف حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ ادھر دیکھیں ابراہیم خلیل اللہ تشریف فرما ہیں۔ ادھر نظر دوڑائیں تو موسیٰ کلیم اللہ ہمہ تن گوش ہیں۔ یہ انبیاء کا اجتماع ہے۔ مقرر خدا ہے اور موضوع ''شانِ مصطفیٰ ﷺ'' ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ﴾ اور وہ وقت یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام سے پختہ وعدہ لیا کہ اے میرے انبیاء: ﴿لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ﴾ جب میں تمہیں کتاب وحکمت نصیب فرمادوں۔ تمہارے سروں پر کلاہ نبوت سجادوں۔ منصب رسالت عطا فرمادوں۔ وحی سے سرفراز فرمادوں، تمہارے ہاتھوں میں اپنی کتاب تھمادوں۔ لوگوں کو آپ کا فرمانبردار بنادوں، تمہاری نبوت کا سکہ جمادوں اور تمہاری امتوں کے دلوں میں تمہاری محبت پیدا کر کے انہیں تمہارا کلمہ پڑھنے کی سعادت نصیب فرمادوں، تمہاری نبوت کا سکہ چل رہا ہو، لوگ آپ کا کلمہ پڑھ رہے اور آپ کی محبت کا دم بھر رہے ہوں۔ ﴿ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ﴾ پھر تمہارے پاس میرا عظمت والا، بلند مرتبے والا، نرالی شان والا، اعلیٰ مقام والا، بے حد احترام والا ﴿رَسُولٌ﴾ کی تنوین تعظیم کیلئے ہے۔ یعنی تم میں سے کسی کی نبوت و رسالت کا دور ہو اور کسی ایک کے زمانۂ رسالت میں میرے آخری رسول جناب محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئیں۔ وہ اپنی

زبان مقدس و مطہر سے ﴿مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ﴾ تمہاری کتاب کی تصدیق فرمائیں۔ تو اے میرے رسولوں کی جماعت اور اے میرے نبیوں کے گروہ! اس رسول کی تشریف آوری کے بعد تم نے اور تمہاری امتوں نے کلمہ پڑھنا ہوگا تو جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھنا ہوگا ﴿لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ﴾ ''البتہ تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی دعوت کو پھیلانے کے لئے اس کی مدد کرو گے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ انبیاء و رسولوں سے وعدہ لے رہے ہیں کہ اگر تم میں سے کسی کے عہد نبوت میں سرور عالم، پیغمبر اکرم، جناب محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئیں تو تم نے نہ صرف ان پر ایمان لانا۔ ان کا کلمہ پڑھنا اور ان کے امتی بن جانا ہوگا، بلکہ اس کی دعوت کو چار دانگ عالم میں پھیلانے کے لیے، اُن کے نظریات کی اشاعت کے لئے اور اُن کے فرمودات کو عام کرنے کے لئے اُن سے تعاون بھی کرنا ہوگا۔''

تاکید مزید

اگر عام نظر سے دیکھا جائے تو بات یہاں مکمل ہو چکی ہے، انبیاء کرام کو رب العالمین کی طرف سے حکم مل چکا اور انہیں رسول محترم ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری کا پابند کیا جا چکا ہے۔ مگر بات کو مزید پختہ کرنے کے لئے، انبیائے کرام کی زبانوں سے ہمارے آقا علیہ السلام کی رسالت کا اقرار کرانے کیلئے اور انہیں اس بات کی اہمیت کا یقین دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ﴾ ''کیا تم اس کا اقرار کرتے اور میرے اس عہد کو قبول کرتے ہو؟''

قرآنی الفاظ کے سیاق و سباق اور انداز تخاطب کے حوالے سے اگر میں یوں کہوں تو شاید مبالغہ نہ ہو کہ رب العزت نے فرمایا: اے میرے انبیاء! اگر تم اس وعدے کا اقرار کرو، میرے محبوب پیغمبر جناب محمد ﷺ مصطفیٰ کی نبوت و رسالت کو ماننے کا عہد کرو اور اس کی امداد و اعانت کی حامی بھرو تو میں تمہیں نبوت دینے کا اعلان کرتا ہوں۔ اگر تم یہ

وعدہ نہیں کرو گے تو تمہیں منصب نبوت بھی عطا نہیں فرمایا جائے گا۔ ﴿ءَ اَقْرَرْتُمْ﴾ کیا تم اقرار کرتے ہو ﴿وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ﴾ اور میرے اس عہد کو قبول کرتے ہو؟

قرآن حکیم اس امر پر شاہد عدل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امام الرسل ﷺ کی عظمت، رفعت، بزرگی، برتری اور مقام و مرتبے کا اعلان سن کر اور آپ ﷺ کی اتباع، اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم سن کر تمام نبیوں اور رسولوں نے بیک زبان کہا: ﴿اَقْرَرْنَا﴾ ہم اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ اگر ہم میں سے کسی کی زندگی میں ''وہ رسول ﷺ'' آ گیا تو ہم نبوت کی مسند چھوڑ کر، رسالت کا منصب چھوڑ کر اور امامت کا مصلّی چھوڑ کر اس رسول کے امتی بن جائیں گے اور اپنی امتوں کو بھی اس کی فرمانبرداری کا حکم سنائیں گے۔ اس کی موجودگی میں ہم اپنا سکہ نہیں چلائیں گے۔ اپنا کلمہ نہیں پڑھائیں گے۔ لوگوں کو اپنے پیچھے نہیں لگائیں گے، بلکہ سب کو جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا مطیع و فرمانبردار بنائیں گے۔

لمحہ بھر کے لئے سوچیے اور غور فرمائیے کہ جب امام الرسل ﷺ کی بعثت و تشریف آوری کے بعد کسی نبی اور رسول کی اتباع جائز نہیں ہے۔ تو آپ کی حدیث، فرمان، سنت اور طریقے کی موجودگی میں کسی امتی کی تقلید کس طرح جائز ہوسکتی ہے؟ جب فرمان مصطفیٰ ﷺ کے ہوتے ہوئے کسی نبی اور رسول کی بات ماننا جائز نہیں تو آپکی تعلیمات کے ہوتے ہوئے کسی امتی کی فقہ اور فتاویٰ پر عمل کرنا کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار

مت دیکھ کسی کا قول و قرار

انبیاء کرام کی طرف سے اس واضح اور دوٹوک اقرار کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ پس تم سب اس عہد و پیمان پر گواہ رہو۔ اور میں بھی آپ سب کے ساتھ (اس امر کا) گواہ ہوں۔ پھر فرمایا: یہ صرف وعدے کی حد تک بات نہیں ہے کہ ہوئی اور ختم ہوگئی، نہیں، بلکہ اگر تم میں سے کسی کے ساتھ ایسی صورت حال پیش آجائے اور وہ اس عہد و میثاق کی پابندی نہ کرے تو یاد رکھو میں اس

معاہدہ کی خلاف ورزی کی بناء پر اسے فاسقوں کی صف میں کھڑا کردوں گا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا۔ فرمانِ ربانی پر توجہ فرمالیں اور اپنے اعمال کا حساب لگالیں۔ ارشاد ہوا:

﴿فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (آل عمران :۸۲)

''پھر اس (عہد واقرار) کے بعد جو کوئی پھر جائے تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔''

عہد کی عملی توثیق

میثاق انبیاء کی عملی توثیق کے لئے جناب عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت تشریف لائیں گے۔ آپ دمشق کے مشرقی سفید مینار کے پاس نزول اجلال فرمائیں گے، عدل و انصاف قائم فرمائیں گے، دجال کو قتل کریں گے، نبی محترم ﷺ کے دین کی تبلیغ فرمائیں گے۔ قرآن وسنت کی نشرواشاعت کریں گے، اور جب دنیا میں تشریف لائیں گے تو نبی اور رسول کی حیثیت سے نہیں آئیں گے بلکہ ہمارے آقا ﷺ کے امتی اور فرمانبردار کی حیثیت سے آئیں گے۔ اور لوگوں کو'' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' پڑھائیں گے اور اسی کلمہ توحید پر امت محمدیہ کو جمع فرمائیں گے۔ اس طرح عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں میثاق انبیاء کا عملی اظہار ہوگا اور سرور کونین ﷺ کی فضیلت وعظمت کا پھریرا لہرائے گا۔

اللہ رب العزت نے نبی معظم ﷺ کے سفر معراج میں بھی میثاق انبیاء کی عملی توثیق کروائی کہ جب نبی آخر الزماں جناب محمد مصطفیٰ ﷺ سید الملائکہ جناب جبریل علیہ السلام کی معیت میں بذریعہ براق مسجد اقصیٰ میں تشریف لے گئے۔ تو سابقہ انبیاء کرام وہاں جمع تھے۔ اور بروایت ابن ابی حاتم جسے امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں تفصیلاً بیان فرمایا ہے۔ مسجد اقصیٰ میں اذان دی گئی۔ ظاہر ہے کہ وہ نبی معظم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ والی اذان تھی اور انبیاء عظام نے اس اذان کا جواب بھی دیا۔ اس طرح تمام انبیائے سابقین علیہم السلام نے آپ ﷺ کا کلمہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر آپ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کی، پھر تکبیر یعنی اقامت کہی گئی، اب تمام انبیائے کرام منتظر ہیں کہ دیکھیں آج ''امامت انبیاء'' کا شرف کون حاصل کرتا ہے، آپ

ذرا تصور فرمائیں، مسجد اقصیٰ کی بابرکت سرزمین تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کا اجتماع، اذان واقامت ہو چکی، صفیں درست ہو چکیں، اس اجتماع عظیم میں آدم صفی اللہ موجود ہیں، نوح نجی اللہ موجود ہیں، ابراہیم خلیل اللہ موجود ہیں، اسماعیل ذبیح اللہ موجود ہیں، موسیٰ کلیم اللہ موجود ہیں، عیسیٰ روح اللہ موجود ہیں، مگر کسی کو اجازت نہیں کہ وہ مصلیٰ امامت پر کھڑا ہو۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ شب معراج بیت المقدس میں: ((فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَأَمَمْتُهُمْ)) ''نماز کا وقت ہوا تو میں نے ان (انبیاء کرام) کی امامت کروائی''①

جتھے ہووے محمد ایہہ ہو ای نئیں سکدا
سوہنے اگے کوئی کھلو ای نئیں سکدا

شب معراج تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے بیت المقدس میں جمع ہو کر آپ کی امامت میں آپ کی شریعت کے مطابق نماز ادا کرنا میرے خیال میں روز اول کے عہد و میثاق کی عملی توثیق تھی۔ اس طرح ارواح انبیاء سے لیا گیا ﴿لَتُؤْمِنُنَّ﴾ کا وعدہ پورا ہو گیا اور تمام انبیائے کرام نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے اس میثاق کو پورا فرما دیا۔

مسئلہ امامت

آپ لمحہ بھر کیلئے اس واقعہ کے اس پہلو پر بھی غور فرمائیں کہ جہاں امام الرسل جناب محمد رسول اللہ ﷺ بذات خود موجود اور تشریف فرما ہوں۔ وہاں

☆۔ ابوالبشر آدم صفی اللہ علیہ السلام جماعت نہیں کرواسکتے۔

☆۔ نوح نجی اللہ علیہ السلام مصلیٰ امامت پہ کھڑے نہیں ہوسکتے۔

☆۔ ابراہیم خلیل اللہ، موسیٰ کلیم اللہ، داؤد خلیفۃ اللہ۔ عیسیٰ روح اللہ علیہم السلام آگے نہیں بڑھ سکتے اور امامت کا فریضہ سرانجام نہیں دے سکتے۔ تو کوئی امتی، مولوی، حافظ، پیر، فقیر، درویش اور نعت خواں آپ ﷺ کی موجودگی میں کس طرح امامت کرواسکتا ہے اور مصلے پہ کھڑا ہوسکتا ہے؟ فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

① صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ذکر المسیح بن مریم: ۴۳۰۔

ہمارے ہاں کے بعض غلو پسندوں کے خیال میں رسول محترم ﷺ ان کی مجالس، محافل اور جلسوں میں تشریف لاتے رہتے ہیں۔ بلکہ بعض لوگوں کے خیال میں تو آپ ﷺ ہر وقت ہر جگہ موجود (وہ تو حاضر ناظر کا لفظ بولتے ہیں لیکن میرے خیال میں آپ ﷺ کی ذات ستودہ صفات کے لئے ''حاضر'' کا لفظ استعمال کرنا سوئے ادب، گستاخی اور بے ادبی ہے) ہوتے ہیں، تو غور فرمائیں کہ جب نماز کی جماعت کا وقت ہوتا ہے تو ان مساجد میں ''امام'' کون بنتا ہے؟ نماز کون پڑھاتا ہے اور مصلیٰ امامت پر کون کھڑا ہوتا ہے؟ سوچیے، پھر سوچیے، آپ ﷺ موجود ہوں تو کوئی نبی، رسول اور پیغمبر بھی امام نہیں بن سکتا۔ مگر ہمارے ہاں کے مولوی صاحب بن سکتے ہیں؟ معاذ اللہ۔

آپ خود ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

آپ ﷺ کی ہر جگہ ہر وقت موجودگی (بالفاظ دیگر آپ کو حاضر و ناظر جاننے) کا عقیدہ قرآن و سنت کے سراسر خلاف اور عقل سلیم سے بالکل متصادم ہے۔ اپنے علم، سمع، بصارت اور اختیارات کے لحاظ سے ہر وقت، ہر جگہ موجود ہونا یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا خاصا اور اسی کے شایان شان ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ۖ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [1]

''نہیں مشورہ کرتے تین آدمی مگر اللہ تعالیٰ ان کا چوتھا ہوتا ہے، اور نہیں سرگوشی کرتے پانچ مگر ان کا چھٹا اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ ساتھ ہی ہوتا ہے، جہاں بھی وہ ہوں، پھر وہ (اللہ تعالیٰ) قیامت کے دن انہیں ان کے اعمال سے آگاہ کرے گا، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔''

[1] المجادلہ:7۔

دُعائے خلیل

سیرت رسول پاک کا یہ پہلو بھی قابل غور اور لائق توجہ ہے کہ آپ ﷺ ابھی دنیا میں تشریف نہیں لائے۔ آپ کی ولادت باسعادت کا مرحلہ ابھی نہیں آیا اور آپ کی بعثت مبارکہ کا زمانہ ابھی دور تھا کہ آپ کا ذکر خیر عالم ارواح میں ہو رہا ہے۔

☆ ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں میں ہو رہا ہے۔

☆ موسیٰ علیہ السلام کی تورات میں ہو رہا ہے۔

☆ عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل میں ہو رہا ہے۔

☆ سرداران عرب کی خوابوں میں ہو رہا ہے۔

☆ آپ کا ذکر خیر فضاؤں میں ہو رہا ہے۔

☆ ہواؤں میں ہو رہا ہے۔

☆ زمین پر ہو رہا ہے۔

☆ آسمان پر ہو رہا ہے۔

☆ آپ کا ذکر خیر عرب میں ہو رہا ہے۔

☆ عجم میں ہو رہا ہے۔

☆ شرق میں ہو رہا ہے۔

☆ غرب میں ہو رہا ہے۔

☆ شمال میں ہو رہا ہے۔

☆ جنوب میں ہو رہا ہے۔

☆ خشکی میں ہو رہا ہے۔

☆ تری میں ہو رہا ہے۔

[illegible] ہے۔

☆ بَر میں ہو رہا ہے۔

الغرض سارے جہان میں ذکر ہو رہا ہے۔ تو "ذکر خدا" ہو رہا ہے اور "ذکر مصطفیٰ" ہو رہا ہے۔ سبحان اللہ۔

آیئے تصورات کی دنیا میں مکہ مکرمہ چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بار بار مکہ مکرمہ، بیت اللہ اور مسجد نبوی کی زیارت نصیب فرمائے (آمین) بیت اللہ تعمیر ہو رہا ہے، دیواریں چنی جارہی اور پتھر لگائے جارہے ہیں (سبحان اللہ) اس عمارت کا معمار بھی اعلیٰ اور گارا، اینٹیں پکڑانے والا مزدور بھی اعلیٰ، یہ سرزمین بھی اعلیٰ، خلیل کی جبین بھی اعلیٰ، یہ حطیم بھی اعلیٰ، یہاں کا مقیم بھی اعلیٰ، بنایا جارہا ہے، بیت اللہ، معمار خلیل اللہ، مزدور، ذبیح اللہ، نگران خود، اللہ اور مانگا جارہا ہے، محمد رسول اللہ ﷺ۔

اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر مکمل ہوچکی ہے، اب معمار اور مزدور دیوار کعبہ سے ذرا ہٹ کر کھڑے ہوجاتے ہیں، نظریں کعبہ پر جمی ہوئی ہیں، یہ دونوں کعبے کو دیکھ رہے ہیں اور کعبے کا خدا عرش سے جھانک کر ان دونوں کو دیکھ رہا ہے، باپ بھی خوش، بیٹا بھی خوش، ذبیح بھی فرحاں، خلیل بھی شاداں اور جلیل بھی نازاں، جدُّ الانبیاء علیہ السلام عرض کرتے ہیں: اللہ! کچھ مانگنا چاہتا ہوں؟ فرمایا: اے ابراہیم! اب تک میں کہتا آیا ہوں آپ مانتے آئے ہیں، اب مانگنا آپ کا کام ہے اور عطا فرمانا میرا کام ہے۔ رب العالمین! آپ کے حکم پر میں نے ماں کی ممتا کو قربان کیا، باپ کی محبت کو قربان کیا، برادری اور خاندان کی الفت کو قربان کیا، آپ کی یکتائی کیلئے میں نے نمرود کے بھرے دربار میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مقابلہ کیا، آپ کی توحید کی خاطر مجھے نارِ نمرود میں پھینکا گیا، مگر میں نے دھکتی ہوئی آگ میں چھلانگ لگانے سے انکار نہ کیا، آپ کے ارشاد کی تعمیل میں میں نے ''وطن'' کو خیر باد کہا، اور آپ کی محبت کو بیٹے کی محبت پر ترجیح دیتے ہوئے میں نے فرزند ارجمند کے گلے پہ چھری رکھ دی، اور اب آپ کے حکم پر بیت اللہ تعمیر کردیا، اب تک جو آپ نے کہا: وہ میں نے مانا، کیا اب میری درخواست کو ماننے کا وقت نہیں آیا، ارشاد ہوا: ابراہیم! مانگو تو سہی، دست سوال دراز کرو تو سہی، دامن پھیلاؤ تو سہی، ہاتھ اٹھاؤ تو سہی، لب ہلاؤ تو سہی۔ الفاظ اداؤ تو سہی، مانگ کر دکھاؤ تو سہی، مجھے اپنی کبریائی کی قسم! ابھی تیرے دعا والے ہاتھ واپس منہ پر نہیں پھریں گے کہ میں تیری دعا کو پہلے قبول فرمالوں گا۔ اب دونوں باپ بیٹا ہاتھ اٹھا کر عرض کرتے ہیں، ابراہیم دعا کرتے ہیں۔ اسماعیل آمین کہتے ہیں۔

قرآن حکیم نے ابراہیم و اسماعیل کی متعدد دعاؤں میں سے آخری دعا کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾[1]

''اے ہمارے پروردگار! ان میں سے ایک برگزیدہ رسول ان میں مبعوث فرما، وہ ان پر تیری آیات تلاوت کرے اور ان کو کتاب و حکمت سکھلائے اور انہیں (کفر و شرک سے) پاک کرے۔ بلاشبہ تو ہی غالب حکمت والا ہے۔''

تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا میں ''رسولاً'' سے مراد حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

ایک دعا وہ ہے جو میں اور آپ جمعۃ المبارک کے دن مانگتے ہیں۔ ایک دعا وہ ہے جو آپ مصلے پر بیٹھ کر مانگتے ہیں۔ ایک دعا وہ ہے جو ہماری مائیں، بہنیں اور بیٹیاں گھروں میں مانگتی ہیں، ایک دعا وہ ہے جو فرض نماز کے بعد مانگی جاتی ہے، ایک دعا وہ ہے جو سحری کے خاص وقت میں رب تعالیٰ سے مانگی جاتی ہے۔ ایک دعا وہ ہے جو علماء، فقہاء، اتقیاء، صلحا اور شرفا مانگتے ہیں، ایک دعا وہ جو اصفیا اور طلبا مانگتے ہیں۔ ہم مسجد میں، گھر میں، درس گاہ میں، مکتب میں، کمرے اور دکان میں دعا مانگتے ہیں۔ مگر جس دعا کا تذکرہ اس وقت میں کر رہا ہوں یہ دعا امام الموحدین نے ''مقام ابراہیم'' پر کھڑے ہو کر کعبہ کو سامنے رکھ کے دربار الٰہی میں کی تھی۔ اور کہا تھا: اے اللہ! تیرا گھر ہم نے تعمیر کر دیا ہے۔ اب اس کی آبادی کیلئے یہاں ''مُحَمَّدْ ﷺ'' خطیب بنا کر مبعوث فرما دے۔

دعا مانگنے والا خلیل اللہ، آمین کہنے والا ذبیح اللہ، دعا مانگنے کی جگہ بیت اللہ، جس سے مانگا جا رہا ہے وہ ''اللہ'' اور جو مانگا جا رہا ہے، وہ محمد رسول اللہ ﷺ۔

کسی شاعر نے سچ کہا ہے:

سب کچھ مانگ لیا تجھ کو خدا سے مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

[1] البقرۃ:۱۲۹۔

اللہ تعالیٰ کو جناب ابراہیم علیہ السلام کے دعائیہ الفاظ ایسے پسند آئے کہ خالق ارض وسما نے ان کو قرآنی آیت بنا کر نازل فرما دیا اور ان الفاظ بابرکات کو قیامت تک کیلئے محفوظ فرما دیا۔ کہ جب تک زمیں رہے گی، جب تک زماں رہے گا، جب تک مکیں رہے گا، جب تک مکاں رہے گا اور جب تک نظام کائنات جاری اور ساری رہے گا، قرآن مجید تلاوت ہوتا رہے گا اور جب تک قرآن حکیم تلاوت ہوتا رہے گا، دعائے ابراہیم کا ذکر ہوتا رہے گا۔

بشارات کتب سماوی

قرآن حکیم کی متعدد آیات مبارکات میں ذکر کیا گیا ہے کہ رسول معظم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی ولادت سے سینکڑوں سال پہلے اہل کتاب کے ہاں معروف ومشہور ہو چکے تھے۔ اور یہود و نصاریٰ کی مذہبی کتابوں میں آپ ﷺ کی صفات، اوصاف، خصائص اور کمالات بالکل واضح تھے بلکہ آپ ﷺ کے رفقاء اور اصحاب کی خوبیاں بھی بیان ہو چکی تھیں۔ قرآن مجید کے نویں پارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىٕثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾[1]

”جو لوگ اُمّی نبی کی اتباع کرتے ہیں جس (کے ذکر) کو وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ (نبی) انہیں نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے۔ اور ان کیلئے پاک چیزیں حلال کرتا اور ناپاک اشیاء حرام کرتا ہے اور ان سے ان کا وہ بوجھ اور طوق اتارتا ہے جس نے انہیں جکڑ رکھا تھا۔ پس جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم کی اور اس کی امداد کی اور اس نور کی پیروی کی جو آپ ﷺ کے ساتھ اتارا گیا ہے۔ وہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔“

① الاعراف:۱۵۷۔

آپ اس قرآنی آیات کے ایک ایک لفظ اور جملے پر غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے واشگاف الفاظ میں فرما دیا کہ، تورات میں نے جناب موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی مگر اس میں اپنے آخری رسول کے اوصاف بیان فرما دیئے۔ انجیل میں نے جناب عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی۔ اس میں بھی نبی آخرالزماں کے خصائص بیان فرما دیئے۔ آپ ﷺ کے جن پاکیزہ اوصاف کا تذکرہ سابقہ کتب سماوی کے حوالے سے اس آیت میں فرما دیا گیا ہے وہ یہ ہیں۔

نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والی، پاکیزہ چیزوں کو حلال کرنے والے، ناپاک اشیاء کو حرام کرنے والے، انسانوں کے ناروا بوجھ اتارنے والے، رسوم و رواج کی زنجیریں توڑنے والے۔

اس موضوع پر قرآن عزیز کی درجنوں آیات پیش کی جاسکتی ہیں مگر اختصار کے پیش نظر ہم مزید صرف ایک آیت قرآنی پر اکتفا کرتے ہیں۔ رب العزت تورات و انجیل اور زبور پر عمل کا دعویٰ کرنے والے اہل کتاب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کے ہاں ان کی کتابوں میں بکثرت تذکرہ آنے کی وجہ سے نبی مکرم ﷺ کی آمد اس حد تک معروف تھی کہ وہ روزمرہ کی گفتگو میں اکثر آپ ﷺ کی بعثت، ولادت اور آمد کا اظہار و اقرار کیا کرتے تھے۔ قرآن حکیم فرماتا ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ﴾①

''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ آپ ﷺ کو ایسے جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو۔''

تورات میں اوصاف محمدی

آگے بڑھنے سے پہلے میرا جی چاہتا ہے کہ کتب سماوی کی بشارات کے سلسلے میں صحیح بخاری شریف کی ایک روایت بھی آپ کی خدمت میں عرض کردوں تاکہ قبل از ولادت سیرت طیبہ کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔ مشہور تابعی جناب عطا بن یسار رحمہ اللہ نے صحابی رسول سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے عرض کیا:

① البقرہ: ١٤٦۔

أَخْبِرْنِيْ عَنْ صِفَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّوْرَاةِ "مجھے تورات میں مذکور آنحضرت ﷺ کے اوصاف کی خبر دیجیے۔" تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: أَجَلْ وَاللهِ إِنَّه لَمَوْصُوْف فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ "ہاں اللہ کی قسم! آپ ﷺ کے جو اوصاف قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں۔ ان میں بعض صفات کا ذکر تورات میں بھی موجود ہے۔" جیسا کہ یہ قرآنی اوصاف:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴾

"اے نبی ﷺ ہم نے آپ کو گواہ بنا کر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

نیز تورات میں آپ ﷺ کے مزید اوصاف بھی بیان ہوئے ہیں کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام:

- حِرْزًا لِلْأُمِّيِّيْنَ۔ ان پڑھوں کی پناہ گاہ ہیں۔
- أَنْتَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔
- سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔
- لَيْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِيْظٍ۔ آپ بدخو اور سخت دل نہیں ہیں۔
- وَلَا صَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ۔ اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے ہیں۔
- وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ۔ برائی کا جواب برائی سے دینے والے نہیں ہیں۔
- وَلٰكِنْ يَعْفُوْا وَيَغْفِرُ۔ بلکہ معاف کرنے اور بخش دینے والے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک آپ ﷺ کی روح کو قبض نہیں کرے گا۔

((حَتّٰى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ)) جب تک آپ کے ہاتھوں ٹیڑھی ملت کو سیدھا نہ کر لے اور وہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ نہ پکارنے لگیں۔ اور جب تک آپ کے کلمے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور غافل دلوں کو کھول نہیں دے گا۔ اس وقت تک آپ کی روح قبض نہیں ہوگی۔①

① صحیح بخاری، کتاب البیوع باب کراھیة السخب فی السوق: ۲۱۲۵۔

آپ نے صحیح بخاری کی اس روایت کے الفاظ اور ان کے معانی پر غور فرمایا کہ اس میں کیسے واضح اور شاندار انداز میں تورات میں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے اوصاف، محاسن اور خصائل بیان کئے گئے ہیں۔ اس سے اس امر کی مزید وضاحت ہوگئی کہ آپ کے فضائل اور سیرت کے تذکرے آپ کی ولادت اور آمد سے پہلے ہی دنیا میں جاری تھے۔

نوید مسیحا

جوں جوں "ولادت مصطفیٰ ﷺ اور آمد مصطفیٰ ﷺ" کا زمانہ قریب آرہا تھا۔ توں توں آپ ﷺ کی تشریف آوری کے تذکرے زبان زد خاص و عام ہورہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ایسے اسباب پیدا فرمارہا تھا کہ اب بات اوصاف، خصائص، محامد، محاسن اور صفات سے آگے "نام کے اظہار" تک پہنچنے والی تھی۔ بلکہ پہنچ چکی تھی۔ وہ "تذکرۂ رسول" جو عالم ارواح میں میثاق انبیاء سے شروع ہوا تھا۔ اب عملی صورت اختیار کرنیوالا تھا۔ ہر نبی، ہر رسول اور ہر پیغمبر نے جو خوشخبری امت کو سنائی تھی۔ وہ خوشخبری ظہور پذیر ہونے والی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی کا ظہور یعنی آپ ﷺ کی ولادت باسعادت سے تقریباً چھ سو سال قبل جناب عیسیٰ علیہ السلام نے اعلان نبوت فرمایا۔ آپ علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید الٰہی کی دعوت دینے کے بعد فرمایا! اے میری قوم! میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میں تورات کی تصدیق کیلئے اور اپنے بعد آنے والے ایک برگزیدہ رسول کی خوشخبری سنانے اور اس کی آمد کی اطلاع دینے کے لئے معبوث کیا گیا ہوں اور اب معاملہ صرف صفات وخصوصیات کا نہیں بلکہ میں تمہیں اس کے ایک ذاتی نام سے بھی آگاہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ جب اس کی آمد کا اعلان ہو تو اس کی رسالت ونبوت کی تصدیق میں تمہیں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ قرآنی الفاظ اور ان کا ترجمہ:

﴿وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝﴾ [1]

[1] الصف: ٦۔

''اور (یاد کرو) جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے فرمایا، اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ میں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں (جو مجھ سے پہلے آئی ہے) اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔ ایک (برگزیدہ) رسول کی جو میرے بعد تشریف لائے گا۔ اس کا نام ''احمد'' ہوگا۔''

شاعرِ حقیقت مولانا الطاف حسین حالی رحمہ اللہ نے اس دعائے خلیل و نوید مسیحا کا ذکر بڑے خوبصورت الفاظ میں فرمایا ہے:

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت
بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت
ادا خاکِ بطحاء نے کی وہ ودیعت
چلے آئے تھے جس کی دیتے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا......!

ولادت کا سال

جس سال رسول رحمت ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اسے ''عام الفیل'' یعنی ہاتھیوں والا سال کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس سال اور اس میں پیش آنے والے اہم واقعہ کا ذکر فرمایا ہے۔ رسول محترم ﷺ کی آمد اور تشریف آوری والے سال کا واقعہ ہے:

''یمن کے بادشاہ ابرہہ نے ساٹھ ہزار جنگجو اور بہادر سپاہیوں پر مشتمل لشکر لے کر کعبۃ اللہ کو گرانے، بیت اللہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے اور حرم پاک کو مٹانے کے ارادے سے مکہ مکرمہ کی طرف سفر شروع کیا۔ اس لشکر میں نو یا بارہ ہاتھیوں کا ایک دستہ بھی شامل تھا۔ ابرہہ ''محمود'' نامی ہاتھی پر سوار تھا اور خود لشکر کی قیادت کر رہا تھا۔ ابرہہ کا لشکر جب مکہ مکرمہ کے قریب خیمہ زن ہوا تو اس کے فوجیوں نے لوٹ مار شروع کر دی اور لوگوں کے اونٹ، بھیڑ اور بکریاں ہانک کر اپنے پڑاؤ میں لے آئے۔ ان میں مکہ کے سردار اور رسول محترم ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے دوسو اونٹ بھی شامل تھے۔

ابرھہ نے اپنا ایک قاصد مکہ میں بھیجا کہ وہاں کے سردار کو اطلاع کرے کہ ہم اہلِ مکہ سے جنگ کرنے نہیں آئے بلکہ ہمارا مقصد صرف خانہ کعبہ کو گرانا ہے۔ اگر مکہ کے باشندوں نے ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی تو انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ لیکن اگر انہوں نے ہماری مزاحمت کی تو نتائج کے وہ خود ذمہ دار ہوں گے۔ ابرھہ کا قاصد مکہ آیا اور سردار مکہ کا نام و پتہ پوچھتے پوچھتے عبدالمطلب کے پاس آ پہنچا اور انہیں ابرھہ کا پیغام پہنچایا۔ انہوں نے کہا ابرھہ سے جنگ اور مقابلہ کرنے کا نہ ہمارا ارادہ ہے اور نہ ہم میں اس کی ہمت۔ یہ ''اللہ کا گھر'' اس کے خلیل کا حرم ہے اور وہ خود ہی اس کا محافظ ہے۔ اللہ تعالیٰ خود اس کی حفاظت فرمائے گا۔ اگر اللہ نے اسے بچانا ہوا تو وہ خود ابرھہ کا راستہ روکے گا۔ اگر اس نے کوئی رکاوٹ نہ ڈالی تو ہمارے پاس بیت اللہ کو بچانے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔

ابرھہ کے قاصد نے سردار عبدالمطلب سے درخواست کی کہ آپ میرے ساتھ ابرھہ کے پاس چلیں اور اس سے مذاکرات کر کے معاملہ طے کر لیں تاکہ مکہ مکرمہ میں کسی قسم کا خون خرابہ نہ ہو۔ عبدالمطلب اس قاصد کے ہمراہ ابرھہ کے پاس چلے گئے۔ آپ کی باعظمت، بارعب اور پروقار شخصیت سے ابرھہ بڑا متاثر ہوا اور تخت سے اتر کر آپ کے ساتھ فرش پر بیٹھ گیا۔ بذریعہ ترجمان گفتگو شروع ہوئی تو باہمی تعارف کے بعد ابرھہ نے کہا۔ سردار صاحب! فرمائیے کن معاملات پر مذاکرات کا ارادہ ہے۔ عبدالمطلب نے کہا۔ آپ کے فوجی میرے دو سو اونٹ ہانک کر لے آئے ہیں۔ مجھے وہ واپس کر دیجئے۔

ابرھہ اس بات سے ازحد حیران ہوا۔ اس نے کہا کہ سردار صاحب! جب میں نے آپ کو پہلی نظر میں دیکھا تو میرے دل میں آپ کا بڑا احترام پیدا ہوا۔ لیکن آپ کی حقیر درخواست سن کر مجھے بڑا افسوس ہوا ہے۔ تمہیں اپنے اونٹوں کا اتنا خیال ہے اور کعبے کا ذرا خیال نہیں۔ جس کی وجہ سے تم معزز و محترم ہو۔ آپ ﷺ کے دادا نے اس موقع پر ایک تاریخی جملہ کہا جو آج بھی سیرت اور تفسیر کی کتابوں میں محفوظ ہے۔ فرمایا: أَنَا رَبُّ الْإِبِلِ میں تو اونٹوں کا مالک ہوں، ان کی حفاظت میری ذمہ داری ہے۔ اس لئے میں ان کی واپسی کا مطالبہ لے کر آپ کے پاس آیا ہوں۔ جہاں تک کعبے کو بچانے کا تعلق ہے تو

وَاِنَّ لِلْبَيْتِ رَبًّا اس گھر کا بھی ایک مالک ہے۔ وہ خود اس کی حفاظت کرے گا اور جس کی وہ حفاظت کرے دنیا کی کوئی طاقت اس کا ذرہ بھر نقصان نہیں کر سکتی۔

ابرھہ نے بڑے غرور، فخر اور تکبر سے کہا۔ اب اس گھر کو ملیامیٹ ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ عبدالمطلب نے کمال بے نیازی سے فرمایا۔ اسے گرانے والا جانے اور بچانے والا جانے اور واپس آ کر مکہ میں اعلان کروا دیا کہ تمام لوگ مکہ خالی کر کے قریبی پہاڑیوں پر چلے جائیں تاکہ یمنی لشکران کا کوئی نقصان نہ کر سکے۔ جب شہر خالی ہو گیا تو عبدالمطلب اپنی قوم کے رئیسوں کو ساتھ لے کر کعبہ مشرفہ کے پاس آئے اور بیت اللہ کے دروازے کی کنڈی پکڑ کر بڑی عاجزی اور انکساری سے دربار ایزدی میں عرض کی:

لَاهُمَّ اِنَّ الْعَبْدَ يَمْـ ـنَعُ رَحْلَه، فَامْنَعْ حَلَالَكَ

''اے اللہ! ہر بندہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے حرم پاک کی خود حفاظت فرما۔''

لَا يَغْلِبَنَّ صَلِيْبُهُمْ وَمِحَالُهُمْ غُدُوًّا مِحَالَكَ

''کل ان کی صلیب اور ان کی قوتیں تیری قوت پر غالب نہ آ جائیں۔''

اِنْ كُنْتَ تَارِكَهُمْ وَقِبْـ ـلَتَنَا فَاَمْرٌ مَا بَدَالَكَ ①

''اگر تو انہیں اور ہمارے قبلے کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہتا ہے تو جیسے تیری مرضی ہو ویسے کر۔''

اس دعا، التجا اور استدعا کے بعد عبدالمطلب بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پہاڑوں پر چلے گئے اور کعبے کو اللہ کے سپرد کر کے وہاں پناہ گزیں ہو گئے۔

دشمنانِ کعبہ کا انجام

اگلے دن صبح ابرھہ نے اپنی فوج کو بیت اللہ پر چڑھائی کا حکم دیا۔ جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا ہے کہ سب سے بڑے ہاتھی کا نام ''محمود'' تھا۔ جس پر ابرھہ سوار تھا۔ جب اس ہاتھی کو مکہ مکرمہ کی طرف پیش قدمی کیلئے ہانکا گیا تو وہ زمین پر بیٹھ گیا۔ ہاتھی بان نے اسے

① سيرة ابن هشام، جلد اوّل، خروج ابرهه لهدم الكعبة۔

مار کر اور کچوکے دے کر اٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ اٹھنے کا نام نہ لیتا تھا۔ اگر کسی دوسری طرف چلنے کا اشارہ کیا جاتا تو فوراً اس طرف چلنے لگتا۔ مگر جونہی مکہ مکرمہ کی طرف چلانے کی کوشش کی جاتی تو وہ زمین سے لگ جاتا۔ اور چلنے سے انکار کر دیتا۔

ان حالات میں رب العزت نے اپنے خلیل علیہ السلام کے ہاتھوں سے بنائے ہوئے اپنے گھر کو کیسے بچایا۔ کس طرح کعبہ مشرفہ کی حفاظت فرمائی۔ اور بیت اللہ کی عزت، عظمت اور حرمت کا سکہ کیسے لوگوں کے دل پر بٹھایا، اور کعبۃ اللہ کے دشمن ابرھہ کو لشکر سمیت کس طرح تباہ و برباد فرمایا۔ اس کی تفصیلات قرآنی آیات سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

فرمان ربانی ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ﴾ (1)

''کیا آپ نے غور نہیں فرمایا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے مکروفریب کو ناکام نہیں بنا دیا؟''

ابرھہ اور اس کے لشکر جرار کے حملے کو پسپا کرنے اور ناکام بنانے کے لئے خالق کائنات نے جو جوابی کاروائی کی اس کی، حقیقت بھی قرآن حکیم نے واضح فرمائی ہے کہ رب السماوات کو اپنے گھر کی حفاظت کے لئے کسی غیر معمولی اور بہت بڑی طاقت اور قوت کو استعمال نہیں کرنا پڑا۔ بلکہ اس ذات قدیر و علیم نے چھوٹے چھوٹے پرندوں کے چند غول بھیج دیئے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ ملتے ہی ساحل سمندر کی طرف سے اُمڈ پڑے اور چند لمحوں کی سنگ باری سے اس لشکر کو تہس نہس کر دیا۔

فرمان خداوندی ہے:

﴿ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ﴾ (2)

''کیا اللہ تعالیٰ نے ان کی تدبیر کو ناکام نہیں بنایا اور ان پر ہر طرف سے پرندوں کے غول بھیج دیئے۔''

---

(1) الفیل: ۱، ۲۔ (2) الفیل: ۲، ۳۔

ان پرندوں کو خدائی اسلحہ خانہ سے مسلح کر کے بھیجا گیا تھا۔ وہ اپنے پاؤں اور چونچوں میں چھوٹے چھوٹے سنگریزے اٹھائے ہوئے تھے۔ وہ اڑتے ہوئے آئے اور آن واحد میں سارے لشکر پر چھا گئے اور حکم الٰہی کے مطابق ایک ایک سوار پر ایک ایک سنگریزہ پھینکا۔ مسور کے دانے یا چنے کے برابر کا یہ پتھر ابرھہ کے فوجیوں کی فولادی زرہوں کو چیرتا ہوا۔ ان کے جسموں سے پار ہوتا ہوا اور ان کی سواری کے جانوروں کو چھلنی کرتا ہوا زمین میں دھنس جاتا۔

ان پرندوں کی طرف سے گرایا جانے والا چھوٹا پتھر جس کسی کو لگتا۔ اس کے جسم پر فوراً پھوڑے نکل آتے۔ ان سے خون اور پیپ بہنا شروع ہو جاتی اور درد کی شدت کے ساتھ اس کے جسم کا گوشت گل سڑ کر زمین پر گرنے لگتا۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہُ۔ پرندوں کی اس ناگہانی اور اچانک سنگ باری اور اس کے نتیجے میں ظاہر ہونے والے فوری اثرات نے ان کے اوسان خطا کر دیئے۔ پوری فوج بدنظمی، افراتفری اور بدحالی کا شکار ہوگئی اور بھگدڑ کی وجہ سے بعض لوگ پاؤں تلے کچلے گئے۔ ابرھہ کی فوج کا اکثر حصہ تو وادیٔ محصب میں ہی تباہ و برباد ہوگیا۔ چند لوگ واپس صنعاء یمن پہنچے مگر ان کی حالت بھی ناگفتہ بہ تھی۔ جسم پھوڑوں سے بھرے، پھوڑوں سے بدبودار پیپ رواں اور ہاتھوں کی انگلیاں اور جسم کے کئی دوسرے اعضاء کٹ کٹ کر زمین پر گر رہے تھے۔ ان واپس آنے والوں میں ابرھہ بھی تھا۔ جو گل سڑ کر ناکارہ ہو چکا تھا اور اس کے جسم کا گوشت آہستہ آہستہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر گرتا تھا۔ یہاں تک کہ سینہ گل جانے کی وجہ سے پھٹ گیا اور اس طرح کعبے کو گرانے کیلئے آنے والے اپنے عبرتناک انجام کو پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ﴾①

''اور اللہ تعالیٰ نے ہر سمت سے ان پر پرندوں کے ڈار بھیج دیئے۔ جو ان پر کنکر کی پتھریاں برساتے تھے۔ پس ان کو کھایا ہوا بھوسہ بنا دیا۔''

① الفیل: ۳، ۵۔

آپ ﷺ کی بعثت کے بعد جب کفار مکہ نے آپ کی نبوت کو جھٹلایا اور آپ کی رسالت کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے قریش مکہ پر اپنا احسان جتلاتے ہوئے ''سورۃ فیل'' نازل فرمائی اور انہیں آگاہ فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ ابرھہ اور اس کے لشکر سے بیت اللہ کو بچا سکتا اور اس کی حفاظت فرما سکتا ہے۔ وہی اللہ تمہاری سازشوں، تدبیروں اور پروگراموں سے رسول اللہ ﷺ کو محفوظ فرمائے گا اور آپ کی حفاظت کا غیبی بندوبست فرمائے گا۔

والد محترم کا انتقال

رسول مکرم ﷺ کے والدین کریمین جناب سید عبداللہ بن عبدالمطلب اور والدہ محترمہ آمنہ بنت وھب کی شادی کو ابھی چند ماہ ہی ہوئے تھے کہ آپ کے والد گرامی کو پیغام اجل آ گیا اور نظام قدرت کہ وہ وطن سے سینکڑوں میل دور اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ۔آپ ﷺ کے والد محترم بسلسلہ تجارت مکہ مکرمہ سے شام تشریف لے گئے۔ واپسی پر چند دن کے لئے ''یثرب'' میں ٹھہر گئے تاکہ اپنے والد عبدالمطلب کے حسب حکم وہاں سے کھجوریں خرید سکیں۔ قیام مدینہ کے دوران آپ اچانک بیمار ہو گئے۔ وطن سے دور کچھ دن بیمار رہنے کے بعد جناب عبداللہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور ہمیشہ کے لئے دنیا سے رخصت ہو کر آخرت کی طرف سدھار گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

ادھر مکہ مکرمہ میں سیدہ آمنہ جناب عبداللہ کی امانت اٹھائے ان کی واپسی کا شدت سے انتظار کر رہی تھیں۔ آخر ایک دن انہیں یہ اندوہناک خبر پہنچی کہ میرا سرتاج وہاں چلا گیا ہے جہاں سے کبھی کوئی واپس نہیں آیا۔ سیدہ آمنہ پر یہ خبر بجلی بن کر گری۔ آپ کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔۔۔ آپ ذرا تصور تو فرمائیں اور آمنہ کے رنج وغم کو سمجھنے کی کوشش فرمائیں۔ ابھی سیدہ آمنہ نے اس دنیا کا دیکھا ہی کیا تھا؟ چند ماہ قبل شادی ہوئی تھی۔ جوانی میں بیوگی کا صدمہ۔ بطن اطہر میں عبداللہ کی امانت۔ مستقبل کی طرف نظر کرتی ہیں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ معصوم کے بارے میں غور کرتی ہیں تو سوچ جواب دے جاتی ہے۔ اللہ! میں تو بیوگی کے دن جوں توں کاٹ

لوں گی۔ مگر عبداللہ کی امانت کو کون سنبھالے گا؟ اس کی تمنائیں کون پوری کرے گا؟ اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ کون رکھے گا؟۔ اس کی ضروریات کون پوری کرے گا؟ اور اس کی رضاعت، پرورش اور حفاظت کے انتظامات کون کرے گا۔ ایک دن آمنہ انہی سوچوں میں گم، انہی ارمانوں میں سم اور انہیں تفکرات میں غم زدہ بیٹھی تھیں کہ قلبی جذبات نے الفاظ کا روپ دھار لیا اور آمنہ کی زبان پر بے ساختہ چند اشعار جاری ہو گئے۔ جن میں سہاگ کے لٹنے کا غم بھی ہے۔ سرتاج کی جدائی کا صدمہ بھی ہے۔ دیارِ غیر میں خاوند کی وفات کا کرب بھی ہے اور اپنے رازداں سے محبت کا اظہار بھی۔ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں:

عَفَا جَانِبُ الْبَطْحَاءِ مِنْ ابْنِ هَاشِمٍ
وَجَا وَرَ لَحْدًا خَارِجًا فِي الْغَمَاغِمِ
دَعَتْهُ الْمَنَايَا دَعْوَةً فَأَجَابَهَا
وَمَا تَرَكَتْ فِي النَّاسِ مِثْلَ ابْنِ هَاشِمٍ

”آج بطحا کی آغوش ہاشم کی آل سے خالی ہوگئی اور وہ مختلف پردوں میں لپٹا ہوا مکہ سے باہر لحد (قبر) کا پڑوسی بن گیا۔ موت نے اسے اچانک دعوت دی جسے اس نے قبول کر لیا اور موت نے لوگوں میں ہاشم کے اس بیٹے کا ہم مثل باقی نہیں چھوڑا۔“

عَشِيَّةَ رَاحُوْا يَحْمِلُوْنَ سَرِيْرَهٗ
تُعَاوِرُهٗ أَصْحَابُهٗ فِي التَّزَاحُمِ

”عشاء کے وقت جب اس کے دوست اس کی چارپائی کو اٹھا کر لے جا رہے تھے تو وہ بھیڑ کی وجہ سے باری باری کندھا بدل رہے تھے۔“

فَإِنْ تَكُ غَالَتْهُ الْمَنَايَا وَرَيْبُهَا
فَقَدْ كَانَ مِعْطَاءً كَثِيْرَ التَّرَاحُمِ

”اگرچہ موت اور اس کی مشکلات نے اسے جھپٹ لیا ہے لیکن وہ درحقیقت بڑا سخی اور بہت رحم کرنے والا تھا۔“ ①

---

① الطبقات لابن سعد بحوالہ: الرحيق المختوم، رسول اللہ کے والد۔

جناب عبداللہ نے جب سرزمین یثرب (مدینہ منورہ) میں موت کو خوش آمدید کہا اس وقت ان کی عمر صرف پچیس سال تھی۔ ان کی وفات حسرت آیات پر سیدہ آمنہ کے جذبات، احساسات اور ان کی زبان سے نکلنے والے کلمات کا ترجمہ پنجابی شاعر نے یوں کیا ہے کہ سیدہ آمنہ نے آپ ﷺ نے والد محترم کے انتقال کی جانکاہ خبر سن کر فرمایا:

ستا جا یثرب دے اندر کر گیا بطحا خالی
قبر دا ہن اوہ ساتھی بنیا، باغ میرے دا والی
موت بلایا تے حاضر ہویا، کیتی اوس تیاری
اُس ورگا کوئی مل سی نائیں، ویکھ برادری ساری

یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کے فیصلے اور اختیارات کی بات ہے کہ وہ چاہے تو کسی کو جوانی میں بلا لے۔ اس کی مرضی ہو تو بچپن میں موت دے دے۔ وہ پسند کرے تو بڑھاپے میں آواز دے لے۔ اس کی مشیت نہ ہو تو ایڑیاں رگڑتا رہے۔ موت کی دعائیں کرے مگر موت نہ آئے۔ زہر کھائے مگر زندہ رہے۔ ریلوے لائن پر لیٹے مگر محفوظ رہے۔ دریا میں چھلانگ لگائے مگر زندہ نکال لیا جائے۔

وہ اگر چاہے تو قطروں کو سمندر کر دے
وہ جو چاہے تو یتیموں کو پیغمبر کر دے

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یتیم فرما کر اور رضاعت کا ایسا بے مثال انتظام فرمایا کہ لوگوں کی عقلیں دنگ رہ گئیں، بقول شاعر کہ نبی مکرم ﷺ:

پیدا ہوئے تو باپ کا سایہ اٹھا دیا
گھٹنوں چلے تو دادا عدم کو روانہ تھا
چلنے لگے تو مادر و عم ہو گئے جدا
ہر ایک سایہ سر سے یوں اٹھتا چلا گیا
سائے پسند آئے نہ پروردگار کو
بے سایہ کر دیا یوں اس سایہ دار کو

اے اللہ! ہماری طرف سے اپنے آخری رسول ﷺ پر لاتعداد و بے شمار رحمتیں، برکتیں اور سلام نازل فرما۔ آمین۔

ولادت باسعادت

سیدہ آمنہ نے جناب عبداللہ کی وفات کے بعد ان کی امانت اور اللہ کے رسول کی حفاظت کرتے ہوئے مقررہ ایام گزارے۔ اس سارے عرصے میں رہ رہ کر انہیں آنے والے مہمان کے باپ کی یاد ستاتی رہی اور وہ اکثر معزز مہمان کے مستقبل کے بارے میں غوروغوض کرتیں تو پریشان ہوجاتیں۔ زخم تازہ ہوجاتے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں جب رو رو کر تھک جاتیں تو یہ سوچ کر دل کو حوصلہ دیتیں کہ ''آنے والا جانے اور لانے والا جانے'' جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

آخر وہ بابرکت دن، وہ مقدس لمحہ اور متبرک گھڑی آن پہنچی۔ جب وہ شخصیت مبارکہ ہستی مقدسہ اور ذات مطہرہ دنیا میں تشریف لائی کہ ؎

خلیل اللہ نے جس کیلئے حق سے دعائیں کیں
ذبیح اللہ نے وقتِ ذبح جس کی التجائیں کیں
وہ دن آیا کہ پورے ہوگئے تورات کے وعدے
خدا نے آج ایفاء کردیئے ہر بات کے وعدے

مؤرخین کے مختلف اقوال کے مطابق ربیع الاول کی دو، آٹھ، نو، دس، بارہ، سترہ، اٹھارہ یا بائیس تاریخ تھی اور اکثر سیرت نگاروں کی تحقیق اور فلکیات کے ماہرین کی رائے کے مطابق ۹ ربیع الاول، عام الفیل، سوموار کا دن، بہار کا موسم اور صبح صادق کی بابرکت گھڑی تھی۔ رات کا اندھیرا ختم ہورہا اور دن کا اجالا پھیل رہا تھا۔ ایک سورج آسمان پر مشرق کی طرف سے طلوع ہونے کی تیاری کررہا تھا اور ایک سراج منیر، جواں سال بیوہ آمنہ کی گود میں طلوع ہونے والا تھا۔ چمنستان دھر میں بہار آئی، فضائے دھر نے پھول برسائے۔ رحمت الٰہی جوش میں آئی۔ ابراہیم کی دعائیں، اسماعیل کی التجائیں اور جناب عیسیٰ کی بشارتیں پوری ہونے لگیں۔ آفتاب ہدایت کی شعائیں ہرطرف پھیل گئیں۔ امید کی کرنیں روشنی پھیلانے لگیں۔ افسردہ کلیاں مسکرانے لگیں کہ سرور کونین، سید الثقلین، امام

القبلتین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ احمد مجتبیٰ ﷺ عالم دنیا میں تشریف لائے اور ایسی آن ، بان اور شان سے آئے کہ

نہ آیا ہے کوئی نہ آئے گا کوئی
کہ جس شان و شوکت سے آئے محمد

محمد کا فرماں ہے فرماں خدا کا
یہ فرما رہا ہے خدائے محمد

صدائے محمد پہ لبیک کہہ دو
صدائے خدا ہے صدائے محمد

کیا کیا ساتھ لائے ہیں

سید الکل آئے، ختم الرسل آئے، امام الھدیٰ آئے، سید الاتقیاء آئے، شافع روز جزا آئے، خاتم النبیین آئے، رحمۃ للعالمین آئے، شفیع المذنبین آئے، آرام جاں آئے، رحمت عالمیاں آئے، غم خوار عاصیاں آئے، امام الانبیاء آئے، قدوۃ الصلحا آئے، والی بطحا آئے، وہ آئے تو۔

آدم کی انابت لے کے آئے۔ نوح کی استقامت لے کے آئے۔
ابراہیم کی خلیلی لے کے آئے۔ موسیٰ کی کلیمی لے کے آئے۔
یعقوب کا حزن لے کے آئے۔ یوسف کا حسن لے کے آئے۔
ادریس کا درس لے کے آئے۔ ھود کی ہدایت لے کے آئے۔
صالح کا تقویٰ لے کے آئے۔ لوط کی پاک دامنی لے کے آئے۔
اسماعیل کا جذبہ قربانی لے کے آئے۔ اسحاق کا زہد لے کے آئے۔
شعیب کی شرافت لے کے آئے۔ ہارون کی نرم دلی لے کے آئے۔
یوشع کی فرماں برداری لے کے آئے۔ داؤد کی خلافت لے کے آئے۔
سلیمان کی حکومت لے کے آئے۔ یحییٰ کا حلم لے کے آئے۔
سب سے زیادہ علم لے کے آئے۔ عیسیٰ کے معجزات لے کے آئے۔

تمام رسولوں کے کمالات لے کے آئے۔۔اور۔۔۔

رسول اکرم واطہر واعلیٰ واشرف جب اس کائنات ہست و بود میں آئے۔تو ؎

حضور آئے تو کیا کیا ساتھ نعمت لے کے آئے ہیں
اخوت، علم و حکمت، آدمیّت لے کے آئے ہیں
رہے گا یہ قیامت تک سلامت معجزہ ان کا
وہ قرآنِ مبیں، نور ہدایت لے کر آئے ہیں
خدا نے رحمۃ للعالمیں خود ان کو فرمایا
قسم اللہ کی رحمت ہی رحمت لے کے آئے ہیں
خدا نے دین کامل کردیا ہے اے امیںؔ ان پر
محمد پرچم ختم نبوت لے کے آئے ہیں

﴿اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى﴾ اے محمد! ہم نے آپ کو یتیم پایا تو (سب سے اعلیٰ) جگہ عطا فرمائی۔

خاتم الانبیاء، جناب محمد رسول اللہ ﷺ اس جہان رنگ و بو میں ایسی شان، شوکت، عظمت، رفعت، مقام، احترام، اکرام، تعظیم اور تکریم سے تشریف لائے کہ اس اعزاز و شرف کے ساتھ کوئی دوسرا انسان اس جہان میں نہیں آیا۔ایک اردو شاعر اپنے الفاظ میں آپ ﷺ کی آمد، تشریف آوری اور ولادت کا نقشہ یوں کھینچتا ہے: ؎

ہوئے دین و دنیا کے سرکار پیدا
جمیع انبیاؤں کے سردار پیدا
مریضانِ عصیاں شفا پا گئے ہیں
ہوئے ہیں شفیعِ گنہگار پیدا
تمامی کفر کا گیا سب اندھیرا
ہوئے فخر عالم جو یکبار پیدا
تمامی بتاں سر سے اوندھے گرے ہیں
ہوا کعبۃ اللہ کا سالار پیدا

اس عظیم و برتر اور اعلیٰ و اشرف رسول کی آمد کا تذکرہ اس آیت مبارکہ میں کیا گیا ہے جو آغاز خطبہ میں تلاوت کی گئی تھی۔ فرمان ربانی ہے۔

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝﴾

''بیشک تمہارے پاس تم میں سے ایک (باعظمت) رسول تشریف لایا ہے۔ تمہارا مشقت میں پڑنا اس پر گراں گزرتا ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کا بہت زیادہ خواہش مند ہے مومنوں کے ساتھ مہربانی کرنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔''

آخر میں شاعر اسلام جناب حفیظ جالندھری رحمہ اللہ کی ''مبارکباد'' بھی سن لیجئے جو انہوں نے ''آمد مصطفیٰ'' کے ضمن میں ذکر فرمائی ہے کہ آپ کی آمد پر۔

مبارک باد ہے ان کیلئے جو ظلم سہتے ہیں
کہیں جن کو اماں ملتی نہیں برباد رہتے ہیں

مبارک باد بیواؤں کی حسرت زا، نگاہوں کو
اثر بخشا گیا نالوں کو فریادوں کو آہوں کو

ضعیفوں، بے کسوں آفت نصیبوں کو مبارک ہو
یتیموں کو غلاموں کو غریبوں کو مبارک ہو

مبارک ٹھوکریں کھا کھا کے پیہم گرنے والوں کو
مبارک، دشت غربت میں بھٹکتے پھرنے والوں کو

مبارک ہو کہ دور رحمت و آرام آ پہنچا
نجات دائمی کی شکل میں اسلام آ پہنچا

مبارک ہو کہ ختم المرسلیں تشریف لے آئے
جناب رحمۃ للعالمین تشریف لے آئے

اللہ تعالیٰ اس برگزیدہ رسول کا ہم سب کو فرماں بردار بنائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

نامِ مصطفیٰ (محمد) ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَحْمَةٍ لِّلْعَالَمِیْنَ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ ①

''محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔''

ثنائے احمد مرسل میں مجھ سے بات کیا ہوگی
وہ جس کے نام میں عظمت ہے اس کی ذات کیا ہوگی

ہر قسم کی حمد و ثنا خالق ارض و سما کیلئے خاص ہے جو فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْد اور علیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر ہے۔ لاتعداد، ان گنت، بے شمار، و بے حساب درود و سلام، سید ولد آدم، امام المتقین، سید الاولین والآخرین، شفیع المذنبین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی پر۔

سورۃ فتح کی آخری آیت مقدسہ کے ان کلمات بابرکات میں اللہ رب العالمین نے رسول امین خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین ﷺ کا ذاتی نام پاک ''محمد'' ﷺ ذکر فرمایا ہے۔ ان بابرکت لمحات میں نبی کریم ﷺ کے اس نام مبارک کا معنیٰ و مفہوم، اس نام کی عظمت و فضیلت اور برکت و منقبت عرض کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ ﷺ کے نام مقدس کے فضائل و خصائص سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد

① الفتح: 29۔

اس پُرعظمت نام والے رسول ﷺ کی فرماں برداری کرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔

سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی ﷺ

سرورِ کائنات ﷺ کی ذات مقدسہ اور شخصیت مبارکہ کو خالق کائنات نے ہر لحاظ اور ہر اعتبار سے اپنی مخلوقات میں سب سے افضل و اعلیٰ بنایا ہے۔

- آپ ﷺ کی سیرت اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی صورت اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کا کردار اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کے اطوار اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی ذات اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی بات اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی خطابت اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی امانت اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی شرافت اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی سخاوت اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی صداقت اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی امانت اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی عبادت اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی ریاضت اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی شجاعت اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی عدالت اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی گفتگو اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی جستجو اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی گفتار اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی رفتار اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی ہستی اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی بستی اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کا ذوق اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کا شوق اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کا قرآن اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی شان اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کا حسن اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کا جمال اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کا اخلاق اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی عادات اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کا کام اعلیٰ
- ۔اور۔ آپ ﷺ کا نام اعلیٰ۔

بقول حفیظ تائب ؎

غریبوں کی جو ثروت ہیں ضعیفوں کی جو قوت ہیں
انہیں عالم کے ہر دکھ کی دوا کہنا ہی پڑتا ہے
انہیں فرمانروائے انس و جاں کہتے ہی بنتی ہے
انہیں محبوب رب دوسرا کہنا ہی پڑتا ہے

نبی اکرم ﷺ کے اسمائے گرامی

قرآن و حدیث میں نبی آخر الزماں ﷺ کے متعدد اسماء مبارکات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اگر آپ ﷺ کے صفاتی ناموں کو شمار کیا جائے تو ان کی فہرست خاصی طویل ہے۔ بلکہ اگر صرف قرآن مجید میں بیان کردہ آپ کے صفاتی اسماء کی تشریح عرض کی جائے تو اس کیلئے بھی خاصا وقت درکار ہے۔ میں تمہیدی طور پر رسول مکرم ﷺ کے اسماء مقدسات میں سے چند اہم ناموں کا تعارف کروانا چاہتا ہوں۔ ان میں بعض اسماء گرامی تو وہ ہیں جو رب العالمین نے قرآن حکیم میں ذکر فرمائے ہیں اور اکثر وہ ہیں جن کا ذکر خود امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی زبان مقدس سے فرمایا ہے۔

مشہور صحابی رسول جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اپنے اسماء مبارکات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: **اِنَّ لِیْ اَسْمَاءٌ** میرے کئی نام ہیں۔ **اَنَا مُحَمَّدٌ** میں محمد ہوں۔ **وَاَنَا اَحْمَدُ** اور میرا نام احمد ﷺ بھی ہے۔ **وَاَنَا الْمَاحِیْ یَمْحُو اللّٰهُ بِیَ الْکُفْرَ** اور میں "ماحی" ﷺ ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری وجہ سے کفر کو مٹا دے گا۔ **وَاَنَا الْحَاشِرُ** اور میرا ایک نام "حاشر" ہے۔ کہ **یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ** حشر کے دن لوگوں کو میرے قدموں پر جمع کیا جائے گا۔ **وَاَنَا الْعَاقِبُ** اور میں "عاقب" ہوں اور "عاقب" کا مفہوم بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: "**وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ**"۔ اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔"[1]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ: ۳۵۳۲، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اسمائہ: ۲۳۵۴۔

جناب ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث مطہرہ میں آپ ﷺ نے ان اسماء کے علاوہ خود کو اَلْمُقَفِّیْ ''تمام رسولوں کے بعد آنے والا۔'' نَبِیُّ التَّوْبَةِ۔ ''اللہ تعالیٰ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والا نبی'' اور نَبِیُّ الرَّحْمَةِ ''رحمت والا نبی۔'' بھی فرمایا ہے۔①

مختلف احادیث میں آپ ﷺ کو:

* صَادِقٌ۔ بہت سچا
* اَمِیْنٌ۔ بڑا امانت دار
* حَلِیْمٌ۔ بردبار
* شَافِعٌ۔ سفارش کرنے والا
* مُشَفَّعٌ۔ شفاعت قبول کیا جانیوالا
* مُصْطَفٰی۔ منتخب
* مُجْتَبٰی۔ پسندیدہ
* مُهْدَاةٌ۔ ہدایت یافتہ
* سَیِّدُ وُلْدِ آدم۔ ساری اولاد آدم کا سردار
* قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ۔ رسولوں کا قائد
* اِمَامُ النَّبِیِّیْن۔ نبیوں کا امام
* حَامِلُ لواء الْحَمْدِ۔ حمد کا جھنڈا اٹھانے والا
* سَاقِیْ کوثر۔ حوض کوثر سے پانی پلانے والا
* حَبِیْبُ اللّٰہِ۔ اللہ کا محبوب کہا گیا ہے

قرآنی آیات مقدسات میں رسول محترم ﷺ کو جن صفاتی ناموں سے یاد کیا گیا ہے ان میں سے چند مشہور نام یہ ہیں:

* رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِیْن۔ تمام جہانوں کیلئے رحمت
* خَاتَمَ النَّبِیِّیْن۔ نبیوں کو ختم کرنے والا
* كَافَّةً لِلنَّاسِ۔ تمام انسانوں کیلئے کافی
* شَاهِد۔ سابقہ انبیاء وغیرہ کے گواہ
* مُبَشِّر۔ خوشخبری سنانے والا

① صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اسمائه ﷺ: ۲۳۵۵۔

- نَذِیر ۔عذاب سے ڈرانیوالی
- دَاعِیاً اِلَی اللّٰہ۔اللہ کی طرف بلانے والا
- سِرَاجٌ مُنِیر۔ چمکتا ہوا سورج
- حَرِیْصٌ۔ بھلائی کا خواہش مند
- رَءُوْفٌ۔ ازحد مہربان
- رَحِیْم۔ رحم فرمانے والا
- اَلنَّبِی ۔خبریں دینے والی
- اَلْاُمِّی ۔کسی انسان سے نہ پڑھنے والا
- رَسُوْلٌ۔ پیغام پہنچانے والا
- مُزَّمِّل ۔ چادر اوڑھنے والا
- مُدَثِّر ۔ کمبل اوڑھنے والا
- وَالضُّحیٰ۔ روشن چہرے والا
- یَتِیْمٌ۔ بے باپ پرورش پانے والا۔

آپ ﷺ کے بعض صفاتی اسماء مقدسات کو شاعر نے یکجا کرنے کی اس طرح کوشش کی ہے کہ رسول محترم ﷺ۔

یَتِیْمٌ شَکُوْرٌ جَوَّادٌ کَرِیْمٌ   حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ رَءُوْفٌ رَحِیْمٌ
خَطِیْبٌ فَصِیْحٌ طَبِیْبٌ حَکِیْمٌ   رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ خَلِیْلٌ کَرِیْمٌ
مُزَمِّلُ   مُدَثِّر   مُعَلّٰی   مُقَام
رسول   خدا   پر   ہزاروں   سلام

زہے حَامِلِ وَحیِ رَبِّ جَلِیْل   اَمِیْنِ خُدا مَهْبَطِ جِبْرَ ائِیْل
مُحَلِّلْ مُحَرِّمْ سِرَاجَ السَّبِیْل   مُخَاطِبْ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّاقَلِیْل

وہ دنیائے ہستی کا ماہ تمام
رسول خدا پر ہزاروں سلام

نبیؐ ناشرِ شرحِ ربِّ جلیل شَفِیعٌ رَفِیعٌ نَدِیمٌ وَکِیل
سَخِیٌّ قَاسِمٌ کوثرٌ سَلْسَبِیل رَفِیقٌ شَفِیقٌ خَلِیقٌ خَلِیل
وہ معطی و ساقی کاس الکرام
رسول خدا پر ہزاروں سلام

ایک دوسرے اردو شاعر نے امام الرسل، سید الکل، ہادی السبل جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے صفاتی ناموں کو بڑے خوبصورت پیرائے میں نظم کیا ہے۔

هُوَ حَامِدٌ وَ مُحَمَّدٌ هُوَ مَاجِدٌ وَ مُمَجَّدٌ
هُوَ اَمْجَدٌ هُوَ اَحْمَدُ هُوَ مُرْشِدٌ هُوَ رَاشِدٌ

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِهٖ

وہ بشیر بھی وہ نذیر بھی وہی آپ اپنی نظیر بھی
وہ زمیں پہ شاہ و امیر بھی وہ فلک پہ عرش مسیر بھی

کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِهٖ

وہ قسیم بھی وہ جسیم بھی وہ نسیم بھی وہ وسیم بھی
وہ رءوف بھی وہ رحیم بھی وہ خلیل بھی وہ کلیم بھی

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِهٖ

وہ رفیع اپنے کمال میں وہ حسین اپنے جمال میں
وہ عزیز اپنی خصال میں وہ فنا خدا کے وصال میں

صَلُّوْا عَلَیْهِ وَآلِهٖ

نامِ مصطفیٰ کا اعزاز

آج کی گفتگو میں رحمت عالم ﷺ کے تمام اسماء گرامی کی تشریح و توضیح مقصود نہیں ہے۔ یہ تو میں نے اسماء رسول کی ایک مختصر فہرست پیش کی ہے۔ جبکہ امام ابن قیم رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ اگر رسول کریم ﷺ کی صفات مبارکات کو آپ کے اسماء قرار دیا جائے تو اس صورت میں آپ ﷺ کے ناموں کی تعداد دو سو سے بھی زیادہ ہو جائے گی۔ ①

مشہور سیرت نگار علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز کتاب ''رحمۃ للعالمین'' جلد سوم میں امام الرسل ﷺ کے چون (۵۴) اسماء کی بڑی نفیس تشریح فرمائی ہے۔ اور ماہنامہ ''نقوش'' کے رسول نمبر کی جلد (۹) میں سید الرسل ﷺ کے چھیاسی قرآنی اور اٹھاون حدیثی اسماء والقاب کی فہرست پیش کی گئی ہے۔

مختلف برادریوں قبیلوں اور خاندانوں میں بچوں کے نام رکھنے کے معاملے میں رسوم و رواج بھی مختلف ہیں۔ کسی نومولود کا نام اس کا دادا رکھتا ہے۔ کسی بچے کا نام اس کا باپ رکھتا ہے۔ کسی کا نام اس کی ماں تجویز کرتی ہے۔ کسی کا نام اس کا چچا پسند کرتا ہے۔ کسی کا نام اس کا ماموں رکھتا ہے۔ کسی کا نام اس کے ننھیال رکھتے ہیں۔ کسی کا نام اس کے ددھیال رکھتے ہیں۔ ہمارے ہاں کے مذہبی گھرانوں میں بچوں کے نام مولوی صاحب' پیر صاحب' فقیر صاحب' خطیب صاحب' مفتی صاحب' حضرت صاحب' حافظ صاحب سے رکھوائے جاتے ہیں اور یہ حضرات اپنی طبع' اپنی مرضی اور اپنے ذوق کے مطابق بچوں کے نام تجویز کرتے ہیں۔ مگر سرور کون و مکاں جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذاتی نام ''محمد'' ﷺ کو یہ اعزاز' شرف اور کمال حاصل ہے کہ آپ ﷺ کا یہ اسم مقدس اور نام مبارک آپ کے دادا محترم سردار عبدالمطلب' آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ' یا خاندان کے کسی دوسرے بزرگ نے اپنی مرضی' اپنی خواہش یا اپنی صوابدید کے مطابق نہیں رکھا۔ بلکہ آپ کا یہ نام مطہر رکھا گیا تو اللہ تعالیٰ کی مرضی' اس کے حکم اور اس کے الہام کے مطابق رکھا گیا۔ رسول محترم کا نام پاک جو اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے رکھوایا وہ ''مُحَمَّد'' ہے۔

① زاد المعاد : فصل فی اَسْمَائِہٖ۔

آپ کا دوسرا ذاتی نام ''احمد'' ﷺ ہے۔ مگر اس نام مبارک کی تقدیس تعظیم اور برکت کو کسی دوسری مجلس کیلئے اٹھائے رکھتے ہوئے۔ اب صرف لفظ ''محمد ﷺ'' پر چند ضروری گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے آخری رسول ﷺ کے نام' مقام اور نظام کا احترام کرنیکی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔

والدہ اور دادا کے خواب

نبی محترم ﷺ ابھی شکم مادر ہی میں تھے کہ ایسی علامات ظاہر ہونا شروع ہوگئی تھیں جن سے عیاں ہوتا تھا کہ سیدہ آمنہ کے بطن اطہر سے ایک برگزیدہ ہستی کائنات رنگ و بو میں تشریف لانے والی ہے۔ بلکہ خوابوں اور الہاموں کے ذریعے آنے والی شخصیت کا نام بھی سردار عبدالمطلب اور سیدہ آمنہ کو بتادیا گیا تھا۔

سرور کونین' سید الثقلین' امام القبلتین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ ایک رات مکہ مکرمہ حرم کعبہ کے پڑوس میں اپنے دولت کدہ کے اندر آرام فرما تھیں کہ حالت خواب میں ایک خوبرو فرشتہ نے حاضر ہوکر آپ کو بشارت دی کہ آپ برگزیدہ خلائق اور سید الامم کی والدہ بننے کا اعزاز حاصل کرنے والی ہیں۔ جب آپ کی گود مبارک میں سید ولد آدم تشریف لائیں تو آپ نے اس بے مثال فرزند کا اسم مبارک اور نام پاک ''محمد'' رکھنا ہوگا۔ بعض روایات میں ہے کہ سیدہ آمنہ کو خواب میں ''احمد'' نام رکھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ①

جناب قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

> ''سیدہ آمنہ بی بی کو نام رکھنے کی بشارت فرشتے کی معرفت ایسے ہی ملی تھی جیسے کہ فرشتے کی بشارت سے ہاجرہ بی بی نے اسماعیل کا نام اور مریم نے یسوع کا نام رکھا تھا۔'' ②

---

① دلائل النبوة لابی نعیم: ۱/ ۱۳۶۔

② رحمة للعالمین :۱/۳۹ حاشیہ نمبر: ۳؛ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔

بعض کتب سیرت میں ہے کہ آپ ﷺ کے دادا محترم عبدالمطلب کو آپ کی ولادت باسعادت سے قبل ایک خواب آیا تھا جو آپ کے اسم مبارک ''محمد'' رکھنے کا سبب بنا۔

جناب عبدالمطلب نے حالت نیند میں (سحری کے وقت) یہ خواب دیکھا کہ ان کی پشت سے ایک طویل وعریض زنجیر ظاہر ہوئی۔ جس کا ایک سرا مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے۔ اس زنجیر کی ایک جانب آسمان میں اور ایک جانب زمین میں ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس زنجیر نے اچانک ایک درخت کی شکل اختیار کر لی اور اس عجیب وغریب اور خوبصورت درخت کا ہر پتا آسمان کے سورج سے ستر گنا زیادہ روشن اور پُرنور ہے اور مشرق ومغرب کے لوگ اس درخت کی شاخوں سے لپٹے ہوئے اور ٹہنیوں سے چمٹے ہوئے ہیں۔ قریش کے بعض لوگ اس درخت کو کاٹنے' اس کی شاخوں کو توڑنے اور جڑوں سے اکھاڑنے کی کوشش کرتے ہیں مگر اپنے اس مشن میں کامیاب نہیں ہوتے کیونکہ جونہی یہ لوگ اس درخت کو کاٹنے کے ارادے سے اس کے قریب آنا چاہتے ہیں تو فوراً ایک حسین وجمیل نوجوان نمودار ہوتا ہے۔ جو ان لوگوں کو اس روشن اور چمکدار درخت سے دور ہٹا دیتا ہے۔ سردار عبدالمطلب نے اپنے اس خواب کا ذکر اس زمانے کے علماء' صلحاء اور خوابوں کی تعبیر کے ماہرین سے کیا تو انہوں نے اس خواب کی تعبیر یہ بتائی کہ اے عبدالمطلب! تمہاری نسل سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا۔ جس کی عظمت وشہرت کے پھریرے چار دانگ عالم میں لہرائیں گے۔ آسمان کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں میں اس کی تعریفیں ہوں گی۔ مشرق ومغرب کے لوگ اس کی اتباع کریں گے۔ بعض لوگ اس کے نام کو مٹانے' اس کی عظمت کو گھٹانے اور اس کی شان کو گرانے کی کوشش کریں گے مگر جو اسے مٹانے کی کوشش کرے گا وہ خود مٹ جائے گا۔ جو اس کی مخالفت کرے گا۔ نیست ونابود ہو جائے گا اور جو اس کے دامن سے وابستہ ہو جائے گا وہ دنیا وآخرت میں کامیاب ہو جائے گا۔ ①

① الروض الانف: ۱/ ۲۸۰؛ سیرة مصطفی از مولانا محمد ادریس کاندھلوی: ۱/ ۶۲۔

اے سردار! تیری نسل سے پیدا ہونے والے اس فرزند کی۔

- مشرق والے تعریفیں کریں گے۔
- مغرب والے اسکی شان بیان کریں گے۔
- شمال میں اس کا ذکر خیر ہوگا۔
- جنوب میں اس کی تقدیس ہوگی۔
- آسمان والے اس کی تعظیم کریں گے۔
- زمین والے اس کی تکریم کریں گے۔

اللہ تعالیٰ اس نومولود کے نام کو اتنا بلند کرے گا کہ:

- ہواؤں میں اس کا ذکر ہوگا۔
- فضاؤں میں اس کا ذکر ہوگا۔
- مشرق میں اس کا ذکر ہوگا۔
- مغرب میں اس کا ذکر ہوگا۔
- شمال میں اس کا ذکر ہوگا۔
- جنوب میں اس کا ذکر ہوگا۔
- عرب میں اس کا ذکر ہوگا۔
- عجم میں اس کا ذکر ہوگا۔
- فرش پر اس کا ذکر ہوگا۔
- عرش پر اس کا ذکر ہوگا۔
- جہاں جہاں خدا کا ذکر ہوگا۔
- وہاں وہاں مصطفیٰ کا ذکر ہوگا۔سبحان اللہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ''اے محبوب! ہم نے آپ کے ذکر خیر اور نام مبارک کو بلند و بالا فرما دیا ہے۔'' عبدالمطلب فرماتے ہیں میں نے خواب کی تعبیر سنتے ہی فیصلہ کرلیا تھا کہ عبداللہ کی امانت اور آمنہ کے یتیم کا نام ہی ایسا رکھوں گا۔ جس کا معنی ہو ''سب سے زیادہ تعریف کیا ہوا۔'' اور جس کی سب لوگ تعریف کریں اور بار بار کریں اُسے کہتے ہیں ''مُحَمَّد'' ﷺ

شارح صحیح مسلم امام نووی رحمہ اللہ نے امام ابن فارس رحمہ اللہ کا قول ذکر فرمایا ہے:

وَبِهٖ سُمِّيَ نَبِيُّنَا مُحَمَّدًا وَّ اَحْمَدَ اَيْ اَلْهَمَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَهْلَهٗ اَنْ سَمُّوْهُ بِهٖ لِمَا عُلِمَ مِنْ جَمِيْلِ صِفَاتِهٖ[1]

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی، کتاب الفضائل، باب فی اسمائه شرح الحدیث: ۲۳۵٤۔

''ہمارے نبی ﷺ کا نام ''محمد اور احمد'' اس لیے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھروالوں کو الہام کیا تھا کہ وہ ان کا یہی نام رکھیں کیونکہ آپ ﷺ کی صفات جمیلہ (قبل از ولادت ہی) انہیں معلوم ہو رہی تھیں۔''

دلائل قرآنی اور آیات ربانی کی بناء پر میں علیٰ وجہ بصیرت کہہ سکتا ہوں کہ۔

- عالم ارواح میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- ابراہیم کی دعاء میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- موسیٰ کی تورات میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- داؤد کی زبور میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- عیسیٰ کی انجیل میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- آمنہ کی خوابوں میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- عبدالمطلب کے خیالات میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- ابوطالب کے تصورات میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- زمیں پہ دیکھیں تو ذکر مصطفیٰ ﷺ
- آسمان پر نظر دوڑائیں تو ذکر مصطفیٰ ﷺ
- مسجد حرام میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- مسجد نبوی میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- فرشتوں کی زبان پر ذکر مصطفیٰ ﷺ
- جنات کی زبان پر ذکر مصطفیٰ ﷺ
- انسانوں کی زبان پر ذکر مصطفیٰ ﷺ
- حیوانوں کی زبان پر ذکر مصطفیٰ ﷺ
- قرآن کی آیات میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- نبی کے ارشادات میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- پل صراط پر ذکر مصطفیٰ ﷺ
- حوض کوثر پر ذکر مصطفیٰ ﷺ
- دروازۂ جنت پہ ذکر مصطفیٰ ﷺ
- جنت الفردوس میں ذکر مصطفیٰ ﷺ

شاعر حقیقت شیخ محمد سعید الفت رحمہ اللہ نے نبی مکرم ﷺ کے اسم مبارک کے متعلق سیدہ آمنہ اور سردار عبدالمطلب کے خوابوں کو بڑا خوبصورت شعری جامہ پہنایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

اجے شکم مادر چ ہے سن پیغمبر
کئی واری ستیاں ہویاں خواب اندر

مائی آمنہ نوں بتایا گیا سی
قدرتوں سبق ایہہ پڑھایا گیا سی

تیرے بچے جیسا کروڑیں نہ لکھیں
توں اس لڑکے کا ناں محمد ای رکھیں

چنانچہ جدوں سوہنا دنیا تے آیا
تے سوہنے نے ناں پھر "محمد" ای پایا

بڑا ای نیارا ہے نام "مُحَمَّد" ﷺ
بڑا ای نیارا ہے نام "مُحَمَّد" ﷺ

زیر بحث آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سرور کائنات ﷺ کے اسی ذاتی نام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

اسماء انبیاء علیہم السلام کے معانی

ہر اسم اور نام کا کوئی معنی، مفہوم اور مطلب ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص اپنے نومولود فرزند کا نام رکھنے کا ارادہ کرتا ہے تو مختلف ناموں کے معانی پر گہرے غور و غوض اور بسا اوقات کسی صاحب فکر و دانش اور علم الاسماء کے ماہر سے مشورے کے بعد نام تجویز کرتا ہے۔ مگر یاد رکھیے میرا رکھا ہوا نام غلط ہوسکتا ہے۔ آپ کا رکھا ہوا نام غلط ہوسکتا ہے۔ اکابر کا رکھا ہوا نام غلط ہوسکتا ہے۔ اصاغر کا رکھا ہوا نام غلط ہوسکتا ہے۔ پیروں کا رکھا ہوا نام غلط ہوسکتا ہے۔ فقیروں کا رکھا ہوا نام غلط ہوسکتا ہے۔ علماء، اولیاء، اصفیاء، اتقیاء اور ازکیاء کے رکھے ہوئے نام غلط ہوسکتے ہیں۔ الغرض سارے جہان کے رکھے ہوئے نام غلط ہوسکتے ہیں مگر رب دو جہاں کا رکھا ہوا نام غلط نہیں ہوسکتا۔ جس طرح ہم میں سے ہر شخص کے نام کا کوئی نہ کوئی معنی اور مفہوم ہے۔ اسی طرح انبیاء کرام، اولیاء عظام اور صلحائے کرام کے ناموں کے بھی معانی، مطالب اور مفاہیم ہیں۔ آیئے اپنے آقا جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے اسم مبارک کے معانی کی وسعت کو سمجھنے سے پہلے دوسرے چند انبیاء کرام کے اسماء گرامی کے معانی پر غور کرتے ہیں۔

❁ انسان اول اور ابوالبشر کا نام "آدم" علیہ السلام ہے۔ جس کے معنی گندمی رنگ ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام کا یہ نام ان کے جسمانی رنگ کو ظاہر کرتا ہے۔

❁ آدم ثانی کا نام ''نوح'' علیہ السلام ہے۔ جس کا معنی آرام وسکون ہے۔ جناب نوح علیہ السلام کے والد محترم نے اپنے صاحبزادے کو آرام و راحت کا سبب قرار دیتے ہوئے یہ نام تجویز فرمایا۔

❁ خلیل اللہ الرحمن کا نام ''ابراہیم'' علیہ السلام ہے۔ جس کا معنی قوموں کا باپ یا بڑے گروہ کا باپ ہے۔

❁ جناب ابراہیم علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے کا نام ''اسماعیل'' ہے جس کا معنی ہے۔ میری فریاد سن۔ چونکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام ایک عرصہ تک بیٹے کیلیئے دربار الٰہی میں دعا کرتے رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد سن کر بڑھاپے میں فرزند صالح سے نوازا۔ اس لئے ان کا یہ نام رکھا گیا۔

❁ جناب خلیل علیہ السلام کے دوسرے فرزند ارجمند کا نام ''اسحاق'' ہے۔ جس کا معنی ہنسنے والا ہے۔ چونکہ وقت ولادت آپ ہشاش بشاش اور مسکراتے چہرے والے تھے۔ اسی لئے یہ نام رکھا گیا۔

❁ سیدنا اسحاق علیہ السلام کے بیٹے اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پوتے کا نام ''یعقوب'' علیہ السلام ہے۔ جس کا معنی پیچھے آنے والا۔ چونکہ آپ اپنے بھائی عیسو کے ساتھ اکٹھے مگر ان کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ اس لیے یہ نام تجویز کیا گیا۔

❁ سیدنا یعقوب علیہ السلام کے حسین وجمیل صاحبزادے سیدنا اسحاق علیہ السلام کے پوتے اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے کا نام ''یوسف'' علیہ السلام ہے۔ جس کا معنی ''مزید'' ہے۔ آپ کی پیدائش کے وقت آپ کی والدہ محترمہ نے کہا تھا کہ اللہ مجھے اور بھی (مزید) بیٹا دے گا۔ اسی وجہ سے ان کا نام یوسف علیہ السلام رکھ دیا گیا۔

❁ کوہ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کرنے والے مشہور پیغمبر کا نام ''موسیٰ'' علیہ السلام ہے۔ جس کا معنی پانی سے نکالا ہوا ہے۔ جب آپ کی والدہ محترمہ نے الہام الٰہی کے مطابق آپ کو ایک صندوق میں بند کرکے دریا میں بہا دیا اور جب وہ صندوق پانی میں تیرتا ہوا فرعون کے محلات کے قریب سے گزرا تو فرعون کی بیوی (آسیہ) کے حکم پر

اسے نکال کر کھولا گیا تو اس سے ایک خوبصورت بچہ برآمد ہوا۔ جس کا نام ''موسیٰ'' علیہ السلام (پانی سے نکالا ہوا) رکھ دیا گیا۔

❁ اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ نبی کا نام ''یحییٰ'' علیہ السلام ہے۔ جس کا معنی ہے ''عمر دراز'' آپ کی ولادت کے وقت آپ کے والد گرامی اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر زکریا علیہ السلام نے اپنی عمر بھر کی دعاؤں کے اس ثمر کے بارے میں دعا کی تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ اسے عمر دراز نصیب فرمائے۔ اسی وجہ سے ان کا نام یحییٰ علیہ السلام مشہور ہوا۔ اور قرآن حکیم فرماتا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا یہ نام خود اللہ رب العالمین نے تجویز کیا تھا۔

❁ روح اللہ کا پاکیزہ لقب رکھنے والے عظیم المرتبت رسول کا نام ''عیسیٰ'' علیہ السلام ہے جس کا معنی سرخ رنگ ہے آپ کے چہرۂ اقدس کی رعنائی و دلکشی کی وجہ سے یہ نام تجویز کیا گیا۔

آپ نے چند انبیاءِ کرام علیہم السلام کے اسماءِ مبارکات اور ان کے معانی پر غور فرمایا کہ کسی کا نام اس کے جسمانی رنگ کی وجہ سے رکھا گیا، کسی کا نام وقت ولادت اس کی حالت کو مدنظر رکھ کر تجویز کیا گیا، کسی کا نام اس کے تشریف لانے کی کیفیت کے باعث رکھا گیا، کسی کا نام اس کے والدین کی دعاؤں کے باعث رکھا گیا، کسی کا نام اس کے خاندان کی کثرت و قلت کی بنا پر رکھا گیا۔ مگر ہمارے آقا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کا نام مبارک رکھا گیا تو آپ کی صفات، کمالات، برکات، خصائل، فضائل، خصائص، محامد، محاسن، اوصاف، اخلاق، کردار اطوار، مراتب، شان، مقام، عزت، عظمت، رفعت، احترام، اکرام، توقیر، تعظیم اور بزرگی و برتری کو سامنے رکھ کر تجویز کیا گیا۔ اور سوائے یحییٰ علیہ السلام کے تمام انبیاء کے نام ان کے والدین اور رشتہ داروں نے رکھے۔ مگر جب رحمۃ للعالمین کا نام مبارک رکھنے کی باری آئی تو عرش والے نے فرمایا: اے دنیا والو! تم میرے آخری رسول کے شایان شان نام تجویز کر ہی نہیں سکتے، لہٰذا اس عظیم و برتر پیغمبر کا نام میں خود رکھوں گا اور نام ایسا رکھوں گا کہ جو باکمال ہوگا، بے مثال ہوگا اور اس اعلیٰ و اعظم نام کو ایسی شان عطا فرماؤں گا کہ جہاں میرا نام لیا جائے گا وہاں میرے مصطفیٰ ﷺ کا نام بھی لیا جائے گا۔

محمد ﷺ کا معنی

عربی لغت اور گرائمر کے لحاظ سے لفظ ''مُحَمَّد'' حمد سے ماخوذ اور باب تفعیل کے اسم مفعول میں مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جس کا معنی ''بہت زیادہ تعریف کیا گیا'' ہے۔ خاصیات ابواب کے اصول کے مطابق باب تفعیل کا ایک خاصہ ''تکرار'' بھی ہے۔ یعنی کسی فعل کا بار بار اور لمحہ بہ لمحہ وقوع پذیر ہونا۔ نیز اس میں استمرار یعنی ہمیشگی کا معنی بھی پایا جاتا ہے۔ تو لغوی اعتبار سے جس کی بار بار، ہمیشہ اور بہت زیادہ تعریف کی جائے اسے ''محمد'' ﷺ کہا جاتا ہے۔

اس لغوی تشریح سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں اور واضح ہو گیا کہ

- اپنے جس کی تعریف کریں۔
- بے گانے جس کی تعریف کریں۔
- احباب جس کی تعریف کریں۔
- اصحاب جس کی تعریف کریں۔
- واقف جس کی تعریف کریں۔
- ناواقف جس کی تعریف کریں۔
- مسلم جس کی تعریف کریں۔
- غیر مسلم جس کی تعریف کریں۔
- ماننے والے جس کی تعریف کریں۔
- نہ ماننے والے جس کی تعریف کریں
- کلمہ گو جس کی تعریف کریں۔
- منکرین کلمہ جس کی تعریف کریں۔
- مکہ کے مشرک جس کی تعریف کریں۔
- یثرب کے یہودی جسکی تعریف کریں۔
- دنیا کے عیسائی جس کی تعریف کریں۔
- ایران کے مجوسی جسکی تعریف کریں۔
- ہندو جس کی تعریف کریں۔
- سکھ جس کی تعریف کریں۔
- افغانی جس کی تعریف کریں۔
- تورانی جس کی تعریف کریں۔
- پاکستانی جس کی تعریف کریں۔
- ترکمانی جس کی تعریف کریں۔
- عربی جس کی تعریف کریں۔
- عجمی جس کی تعریف کریں۔
- انسان جس کی تعریف کریں۔
- حیوان جس کی تعریف کریں۔
- فرشتے جس کی تعریف کریں۔
- جنات جس کی تعریف کریں۔
- جمادات جس کی تعریف کریں۔
- نباتات جس کی تعریف کریں۔

❁ جبریل جس کی تعریف کریں۔ ❁ اسرافیل جس کی تعریف کریں۔
❁ صحابی جس کی تعریف کریں۔ ❁ وھابی جس کی تعریف کریں۔
❁ حسان جس کی تعریف کریں۔ ❁ نعمان جس کی تعریف کریں۔
❁ زمین والے جس کی تعریف کریں۔ ❁ آسمان والے جس کی تعریف کریں۔
❁ سارا جگ جس کی تعریف کرے۔اور۔ ❁ جگ ؛ رب جس کی تعریف کرے۔

اور۔ایک بار نہیں بلکہ بار بار کرے۔باتکرار کرے۔اسے ''مُحَمَّد'' کہتے ہیں۔ ﷺ

یہ جوش خطابت اور مقررانہ گردان نہیں ہے۔ بلکہ میں اس موضوع پر ان شاء اللہ العزیز بالترتیب دلائل عرض کرنے والا ہوں کہ ابتدائے آفرینش سے آج تک مخلوقات میں سب سے زیادہ تعریف کی گئی ہے تو جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی تعریف کی گئی ہے۔ اور اب سے قیامت تک اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ تعریف وثناء ہوگی تو جناب ''محمد مصطفیٰ'' کی ہوگی۔ ﷺ

آپ ذرا اس امر پر غور فرمائیں کہ:

❁ عالم ارواح میں آپ ﷺ کی تعریف۔
❁ ابراہیم کی دعاؤں میں آپ ﷺ کی تعریف۔
❁ تورات کے الفاظ میں آپ ﷺ کی تعریف۔
❁ انجیل کے صفحات میں آپ ﷺ کی تعریف۔
❁ زبور کی آیات میں آپ ﷺ کی تعریف۔
❁ عیسیٰ کی بشارات میں آپ ﷺ کی تعریف۔
❁ قرآن کے کلمات میں آپ کی ﷺ تعریف۔
❁ حدیث کے ارشادات میں آپ کی ﷺ تعریف۔
❁ شعراء کے اشعار میں آپ کی ﷺ تعریف۔
❁ حکماء کے خیالات میں آپ ﷺ کی تعریف۔
❁ اُدباء کے تصورات میں آپ ﷺ کی تعریف۔

- نثر نگاروں کے جذبات میں آپ ﷺ کی تعریف۔
- مسلمانوں کے احساسات میں آپ ﷺ کی تعریف۔
- کلمہ طیبہ میں آپ ﷺ کی تعریف۔
- درود شریف میں آپ ﷺ کی تعریف
- اذان میں آپ کی ﷺ تعریف۔
- نماز میں میں آپ ﷺ کی تعریف۔
- حیات میں آپ ﷺ کی تعریف۔
- بعد الممات بھی آپ ﷺ کی تعریف۔
- قبر میں آپ ﷺ کی تعریف۔
- حشر میں آپ ﷺ کی تعریف۔
- حوض کوثر پر آپ ﷺ کی تعریف۔
- جنت میں بھی میں آپ ﷺ کی تعریف۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

قرآن اور نام محمد ﷺ

نام مُحَمَّد ﷺ ایسا پاکیزہ، مطہر، منور، مشرف معظم، مکرم اور محترم نام ہے کہ رب کائنات نے ہدایت کائنات کیلئے جو آخری کتاب نازل فرمائی اس میں سرور کائنات ﷺ کا ذاتی نام ''محمد'' چار مرتبہ استعمال فرمایا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ﴾ ''محمد ﷺ تو صرف اللہ کے رسول ہیں۔''

اس آیت کو پوری طرح سمجھنے کے لئے آیئے تصورات میں ''میدان احد'' چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سرزمین مدینہ کا جبل احد دیکھنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ یہ وہ پہاڑ ہے۔جس کے بارے میں امام الرسل ﷺ فرمایا کرتے تھے:

هٰذَا جَبَلٌ يُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ[1]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب أحد جبل......

''احد ایسا پہاڑ ہے جس سے ہم مسلمان محبت کرتے ہیں اور اس پہاڑ کے پتھر ہم مسلمانوں سے پیار کرتے ہیں۔'' نبی اکرم ﷺ بسا اوقات سیر و سیاحت کے لیئے اس پہاڑ کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے۔

۳ ہجری ماہ شوال کی سات تاریخ کو ہفتہ کے دن اسی جبل احد کے بالکل قریب کفار مکہ اور مسلمانان مدینہ کے درمیان ایک جنگ ہوئی۔ جسے ''غزوہ احد'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس غزوہ میں جب دررے پر متعین مسلمانوں کے دستے کی معمولی جلد بازی کی وجہ سے لشکر اسلام کا نظم وضبط قائم نہ رہ سکا۔ فوج انتشار کا شکار ہوگئی اور خالد بن ولید (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی جنگی حکمت عملی نے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔ اور اہل اسلام کا فتح کیا ہوا میدان شدید نقصان میں تبدیل ہوگیا اور نبی اکرم ﷺ شدید زخمی حالت میں ایک گڑھے میں گر گئے تو میدان جنگ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ نبی مکرم ﷺ کو شہید کردیا گیا ہے۔ اس ناگہانی خبر کا مشہور ہونا تھا کہ مسلمانوں کے اوسان خطا ہوگئے۔ بعض کمزور دل مسلمان مایوسی کا شکار ہونے لگے اور منافقوں نے کہنا شروع کردیا کہ اگر محمد ﷺ واقعی اللہ کے نبی ہوتے تو شہید کیوں ہوتے؟ لہٰذا آؤ واپس آبائی دین کی طرف لوٹ جائیں۔ اس بے یقینی اور پریشانی کی حالت میں جناب انس بن نضر رضی اللہ عنہ جیسے جانباز بھی تھے جو للکار للکار کر کہہ رہے تھے کہ لوگو! اب پیچھے ہٹنے سے کیا حاصل؟ آؤ جس مقصد کے لئے ہمارے آقا ﷺ نے جان قربان کردی ہے۔ اس مشن کے لئے ہم بھی اپنا سب کچھ قربان کردیں۔ اب سرور کونین کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ اگر رسول اللہ ﷺ شہید ہوگئے تو کیا ہوا۔ محمد ﷺ کا رب تو زندہ ہے۔

ان پریشان کن حالات میں جب میدان جنگ میں ہر طرف افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ ستر شہداء کرام کی لاشیں بکھری ہوئی تھیں اور بیسیوں زخمی کراہ رہے تھے۔ آپ ﷺ کی پیشانی مبارک سے زخم دھوئے اور مرہم پٹی کی جارہی تھی۔ تو فوراً جناب جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور زبان رسالت پر وحی الٰہی کے ایسے الفاظ جاری ہوئے جن میں ہمارے آقا ﷺ کا نام مبارک استعمال کیا گیا ہے۔ تاکہ اہل اسلام کو آپ ﷺ کا نام سن کر دلی

قرار اور قلبی سکون حاصل ہو اور مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح بھی ہو جائے کہ ہمیشہ زندہ رہنا تو صرف اور صرف رب السماوات والارض کا ہی خاصہ ہے۔ باقی ہر چیز فانی ہے۔ چاہے وہ نبی آخر الزماں ﷺ کی ذات گرامی ہی کیوں نہ ہو۔ آپ ﷺ کے اس دنیا میں قیام اور حیات کی مدت مقرر ہے۔ اے اہل ایمان! کیا جب آپ ﷺ کو موت آ جائے گی تو تم ان کا دین چھوڑ دو گے؟ اور اسلام کی خاطر جہاد بند کر کے گھروں میں دبک جاؤ گے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو اس میں تمہارا اپنا ہی نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ یا اس کے دین کو تمہارے اس رویے سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

اس پس منظر میں اب وہ آیت مقدسہ سماعت فرمایئے جس میں آپ ﷺ کا ذاتی نام "مُحَمَّد" استعمال فرمایا گیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝﴾[1]

"اور محمد ﷺ تو صرف اللہ کے رسول ہیں۔ آپ سے پہلے کئی رسول گزر چکے ہیں۔ تو کیا اگر انہیں موت آ جائے یا وہ قتل کر دیئے جائیں۔ تو تم (اسلام سے) الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟۔ اور جو الٹے پاؤں پھر جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کا ہرگز کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ اور اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو عنقریب جزا عطاء فرمائے گا۔"

آپ نے غور فرمایا کہ اس آیت کریمہ میں نبی معظم ﷺ کا ذاتی نام مُحَمَّد ذکر کیا گیا ہے۔

ختم نبوت اور نام محمد ﷺ

اس امر میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔ اب قیامت تک کسی کو منصب نبوت نصیب نہیں ہوگا اور کسی کے سر پر کلاہ رسالت کو نہیں سجایا جائے گا۔ آپ ﷺ کے بعد جو شخص دعویٰ نبوت کرے

[1] آل عمران ١٤٤۔

گا وہ مرتد، غیر مسلم اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا اور اس کی نبوت تسلیم کرنے والے بھی مرتد اور غیر مسلم شمار ہوں گے۔ مدعی نبوت چاہے مسیلمہ کذاب ہو یا مسیلمہ پنجاب۔ ان کے خلاف جہاد کرنا ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ اور دینی ذمہ داری ہے۔

میں اس وقت مسئلہ ختم نبوت کی تفصیلات اور دلائل عرض کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ بلکہ آپ ﷺ کے نام پاک کے حوالہ سے یہ گزارش کر رہا ہوں کہ قرآن حکیم کی جس آیت مقدسہ میں مسئلہ ختم نبوت کی تصریح کی گئی ہے۔ اس میں بھی نبی محترم ﷺ کا اسم مبارک "مُحَمَّد" استعمال کیا گیا ہے۔ الفاظ قرآنی پر غور فرمائیں:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۝﴾ (1)

''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے (حقیقی) باپ نہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور نبیوں میں سے آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔''

مولانا نور حسین گرجاکھی رحمہ اللہ نے بڑے خوبصورت پیرائے میں عقیدہ ختم نبوت اور نامِ مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کو اجاگر فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

نہ سنیا نہ ڈٹھا ہرگز مثل محمد کوئی
اوسے نبی محمد اُتے ختم نبوت ہوئی
اعظم پیر محمد سرور رہبر کل جہاناں
سوہنا نام تے سوہنی خصلت نبیاں وچ یگانہ
خیر الناس محمد عربی شہر مدینے والا
جس نے مشرق مغرب تائیں کیتا نور اُجالا
لہندے چڑھدے دکھن پربت ڈھونڈلو وجگ سارا
ایسا کدھرے مول نہ دِستے سوہنا نبی سوھارا

---

(1) الاحزاب: ۴۰۔

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾

''محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔''

سورۃ محمد ﷺ

نام مصطفیٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت و الفت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ خالق دوجہاں نے قرآن مبین کے چھبیسویں پارے میں پانچ سو اٹھاون (۵۵۸) کلمات' اڑتیس (۳۸) آیات اور چار (۴) رکوعات پر مشتمل ایک سورت مبارکہ نازل فرمائی ہے اور اس مقدس سورت کا نام اپنے محبوب کے نام پر ''مُحَمَّد'' رکھا ہے۔ اس سورت کی آیت دو میں بھی سرورگرامی ﷺ کا اسم مطہر ''مُحَمَّد'' ﷺ آیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ اَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝﴾[1]

''اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور جو مُحَمَّد ﷺ پر اتارا گیا' اس پر ایمان لے آئے اور ان کے رب کی طرف سے یہی حق ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی برائیوں کو مٹا دیا اور ان کے حالات کو سنوار دیا۔''

ان الفاظ مطہرات پر غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم کے دامن سے وابستہ ہونے والوں' آپ کی اتباع کرنے والوں، آپ کے نظام کو اپنانے والوں اور آپ کے نام کا احترام کرنے والوں پر اپنے انعامات کی تفصیل بیان فرما رہا ہے کہ جو میرے محبوب کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کرلے گا۔ ایمان لے آئے گا۔ اعمال صالحہ بجا لائے گا اور محمد ﷺ پر نازل کی جانے والی کتاب قرآن مجید فرقان حمید کے احکام کے مطابق زندگی گزارے گا تو میں اس کے گناہوں کو معاف کردوں گا۔ اس کی غلطیوں سے درگزر کروں گا۔ اس کی برائیوں کو مٹا دوں گا اور اس کے دنیا اور آخرت کے حالات سنوار دوں گا۔ اس آیت کریمہ سے یہ بات بالکل عیاں ہوگئی کہ

---

[1] محمد: ۲۔

اگر جنت میں جانے کا ارادہ ہو تمامی کا
گلے میں پہن لو کرتا محمد کی غلامی کا

اور شاعر مشرق علامہ اقبال رحمہ اللہ نے جواب شکوہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو یوں مخاطب کیا ہے کہ اے اہل ایماں!

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول محترم ﷺ کا اطاعت گزار بننے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔

سورۃ آل عمران، سورۃ احزاب اور سورۃ محمد ﷺ سے تین آیات طیبات آپ نے باترجمہ سماعت فرمائی ہیں۔ جن میں خالق کائنات نے رسول کائنات ﷺ کا ذاتی نام مبارک ''مُحَمَّد'' ﷺ استعمال فرمایا ہے۔ اس نام پاک والی چوتھی آیت ہمارے خطبے کا عنوان ہے۔ یعنی سورۃ فتح کی آیت (۲۹) کے ابتدائی الفاظ۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول، نبی اور پیغمبر ہیں۔

نام محمد ﷺ کا ثواب

قرآن حکیم کی ان آیات بینات سے واضح ہوگیا کہ ''مُحَمَّد'' ﷺ قرآنی لفظ ہے اور یہ لفظ پانچ حروف۔ میم، حا، میم، میم اور دال کا مجموعہ ہے۔ یعنی آپ ﷺ کا ذاتی نام پانچ حروف پر مشتمل ہے۔ مشہور صحابی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

((مَنْ قَرَءَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ بِهٖ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا))[1]

''جو شخص قرآن حکیم سے ایک حرف پڑھے گا اسے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں عطا کی جائیں گی۔''

[1] جامع الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء من قرء...... : ۲۹۱۰، صححه الالبانی۔

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں اگر کوئی شخص نبی محترم ﷺ کا نام مبارک "مُحَمَّد" اپنی زبان پر لائے گا تو ان پانچ حروف کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اسے پچاس نیکیوں کا اجر وثواب عطا فرمائے گا۔ سبحان اللہ۔

یہ اجر وثواب ہے اس خوش قسمت اور سعادت مند مسلمان کیلئے جو نبی مکرم ﷺ کا اسم مطہر زبان سے ادا کرتا ہے۔ اور جو مسلمان آپ ﷺ کا نام مبارک زبان پر تو نہیں لاتا مگر کسی دوسرے کی زبان سے نبی پاک ﷺ کا نام سن کر آپ کی ذات گرامی پر درود پڑھتا ہے۔ اس کا ثواب بھی سماعت فرمالیجئے۔ دس سال تک رسول رحمت ﷺ کی خدمت بجالانے والے صحابی جناب انس رضی اللہ عنہ ذکر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيْئَاتٍ وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ))①

"جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ اور اس کے دس گناہ معاف فرمادے گا۔ اور (جنت میں) اس کے دس درجات بلند فرمادے گا۔ سبحان اللہ۔"

میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ جب بھی آپ ﷺ کا اسم مبارک زبان پر لائیں، کسی کی زبان سے سنیں یا تحریر کریں تو محبت اور الفت سے آپ ﷺ کی ذات گرامی پر درود شریف پڑھا کریں۔ اور سب سے مختصر "درود پاک" ﷺ ہے۔ فضائل درود شریف کا مفصل موضوع میں ان شاء اللہ العزیز کسی دوسرے خطبے میں عرض کرنے کی کوشش کروں گا۔ ② فی الحال تو صرف "نام مُحَمَّد" ﷺ کا اجر وثواب مختصر عرض کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سرور کائنات ﷺ کی ذات گرامی پر کثرت سے درود پاک پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

---

① سنن النسائي، كتاب الافتتاح، باب الفضل في الصلاة على النبي ﷺ: ١٢٩٧، صححه الالباني۔ ② خطبات سیرۃ مصطفیٰ جلد دوئم میں مطالعہ فرمائیں۔

بعض لوگوں نے درود شریف کے مسنون الفاظ ترک کر کے اپنی طرف سے وضع کردہ بعض کلمات و الفاظ کو درود شریف کا نام دے رکھا ہے۔ ان غیر مسنون الفاظ سے اجتناب کرتے ہوئے مسنون الفاظ سے درود پڑھنا ہی نیکی اور اجر و ثواب کا باعث ہے۔

نام محمد ﷺ پر تعجب

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ اور آپ کے دادا محترم سردار عبدالمطلب نے الہامات ربانی کے مطابق نومولود کا اسم مبارک محمد اور احمد رکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ چنانچہ جب آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کا اسم مبارک "مُحَمَّد" ہی تجویز کیا گیا۔ جب آپ ﷺ کی عمر مبارک سات دن ہوئی تو عرب دستور کے مطابق خوشی کی تقریب منعقد ہوئی۔ سردار عبدالمطلب نے ساری برادری' قوم' قبیلے اور خاندان کو دعوت دی اور وہ تمام لوگ اس دعوت طعام میں بڑے شوق سے شریک ہوئے۔ جب لوگ کھانے وغیرہ سے فارغ ہوئے تو حسب روایت سردار عبدالمطلب سے نومولود کا نام پوچھا گیا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اس کا نام "محمد" رکھا ہے وہ بولے کہ آپ نے خاندانی ناموں کو نظر انداز کر کے یہ نام کیوں رکھا؟ عبدالمطلب نے کہا میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں اس بے مثالی بچے کی تعریف کرے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق زمین میں اس کے لیے رطب اللسان رہے۔ ①

اب اس واقعہ کو شاعر اسلام شیخ محمد سعید الفت رحمہ اللہ کے الفاظ میں سماعت فرمائیے ۔

محمد دے چاچے تے بابے تے تائے
محمد جاں ست دن دے ہوئے تاں آئے

کٹھے ہو کے دعوت تے بہندے نے سارے
محمد دے دادا نوں کہندے نے سارے

جو عبداللہ دی بن نشانی ہے آیا
ہے کیہ نام لڑکے دا رکھیا رکھایا

① دلائل النبوة للبیهقی: ۱/ ۱۱۳۔

محمد دے دادا نوں کہندے نے سارے
محمد جان سنیاں تے پے گئے کُکارے

میں اس لڑکے دا ناں محمد رکھایا
ایہہ دادا نے سن کے تے اگوں سنایا

چونکہ وہ لوگ عربی زبان کی لطافت اور باریکیوں سے پوری طرح واقف تھے۔ وہ لفظ **مُحَمَّد** ﷺ مفہوم کو اچھی طرح جانتے اور اس کے معانی کو پوری طرح سمجھتے تھے کہ **مُحَمَّد** کا معنیٰ ''از حد تعریف کیا ہوا ہے۔

اور ان لوگوں کے ہاں یہ نام معروف بھی نہیں تھا۔ بلکہ وہ تو اپنے معبودوں اور بتوں کے نام پر بچوں کا نام رکھنے کے عادی تھے۔ ان کے پسندیدہ نام عبدالعزیٰ (عزیٰ کا بندہ) عبدمنات (منات کا بندہ) عبدشمس (سورج کا بندہ) تھے۔ لہٰذا وہ سردار عبدالمطلب کی زبان سے یہ نام سن کر حیران و متعجب ہوئے اور سردار صاحب سے کہنے لگے:

عزی رکھ دوں یا عبد منات ای
ایہہ پھر بھی تاں ہندی کوئی گل بات ای

ایہہ ساڈے تے نزدیک اوکھا جیہا اے
ایہہ کہ ناں محمد انوکھا جیہا اے

سردار عبدالمطلب نے اس نام کے حق میں دلائل دینے اور انہیں قائل کرنے کی بجائے یہ مناسب سمجھا کہ انہیں نومولود کی زیارت کروا دی جائے۔ امید ہے کہ بچے کے حسن و جمال اور خوبصورتی و رعنائی کو دیکھ کر یہ خود اقرار کریں گے کہ ایسے بے مثل و بے مثال اور بے نظیر و باکمال فرزند کا نام ''مُحَمَّد'' ﷺ ہی ہونا چاہیے۔ چنانچہ شیخ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ایہہ دادا نے سنیا تے اندر سدھائے
محمد نوں گودی اٹھا کے لے آئے

لگے کہن سب نوں لے اکھاں تے چکو
میرے سوہنے بیٹے دا مکھڑا تے تکو

جنھوں تک تک کے نئیں رج دیاں اکھاں
محمد نہ رکھاں تے کیہ نام رکھاں
تسیں دسو تہاڈیاں ٹھریاں نئیں اکھاں
محمد نہ رکھا تے کیہ نام رکھاں
کسے گل دی دسّو کسر رئی آ گویا
محمد دا معنی صفت کیتا ہویا
جاں حسنِ محمد دے کیتے نظارے
کوئی گل نہ کیتی تے چپ ہوگئے سارے

نام خدا اور نام مصطفیٰ ﷺ

امام الرسل جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام مبارک کی عظمت اور بزرگی اس سے بڑھ کر کیا ہوسکتی ہے کہ اس نام مبارک کو اللہ تعالیٰ کے نام کا قرب اور ساتھ حاصل ہے۔ شاعر دربار رسالت جناب حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ؎

ضَمَّ الْاِلٰهُ اسْمَ النَّبِيِّ مَعَ اسْمِهٖ
اِذَا قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمُوءَذِّنُ اَشْهَدُ
وَشَقَّ لَهٗ مِنِ اسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ
فَذُوالْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّ هٰذَا مُحَمَّدٌ

''اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کا نام اپنے نام کے ساتھ ملا لیا ہے۔ نماز پنج گانہ کی اذان کہنے والا اذان میں جہاں اللہ کا نام لے گا۔ وہاں مصطفیٰ ﷺ کا نام بھی لے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی جلالت شان کے لئے ان کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے کہ جب عرش والے اللہ کی تعریف کی جاتی ہے تو ساتھ ہی فرش والے مصطفیٰ ﷺ کی تعریف کی جاتی ہے۔''

کسی ملک، کسی شہر، کسی بستی، کسی محلے یا کسی گلی کی مسجد کے میناروں سے بلند ہونے والی اذان اس وقت تک مکمل نہ ہوگی جب تک اس میں اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ نہیں کہا جائے گا۔ اذان مسجد توحید یہ کی ہو، مسجد محمدیہ کی ہو، مسجد رحمانیہ کی ہو، مسجد فرقانیہ کی ہو، اذان بادشاہی مسجد کی ہو یا فیصل مسجد کی ہو۔ ہاں۔ اذان مسجد قبا کی ہو یا مسجد اقصیٰ کی ہو اور اذان مسجد نبوی کی ہو یا مسجد حرام کی ہو۔ ہر جگہ، ہر شہر، ہر ملک اور ہر مسجد کی ہر اذان میں دو ہی نام آئیں گے۔ ایک اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کا نام آئے گا اور ایک محمد مصطفیٰ ﷺ کا نام آئے گا۔

کلمہ اور نماز

کلمہ طیبہ تو ہر مسلمان کو آتا ہے۔ آپ اس کلمہ طیبہ کے الفاظ پر غور فرمائیں: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اس کلمہ طیبہ میں خدا کا نام اور محمد مصطفیٰ ﷺ کا نام ہے۔

نمازی جب نماز پڑھتا ہے۔ (اللہ ہم سب کو نماز کی پابندی کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔) تو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ، سورۃ فاتحہ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ، رکوع اور سجود کے بعد جب تشہد میں بیٹھتا ہے تو التحیات کے آخر میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور محمد مصطفیٰ ﷺ کا نام لیتا ہے۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کہتا ہے اور آخری تشہد میں بیٹھتا ہے تو سلام پھیرنے اور نماز مکمل کرنے سے قبل پھر نبی اکرم ﷺ کا نام لے کر آپ کی ذات گرامی پر درود پڑھتا ہے۔

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ))

اس سے واضح ہوگیا کہ جناب محمد رسول اللہ کے نام کے بغیر کلمہ مکمل نہیں۔ اذان، نام مصطفیٰ کے بغیر مکمل نہیں۔ نماز، نام مصطفیٰ کے بغیر مکمل نہیں۔ اور کوئی دعا، التجا اور استدعا، بھی نام مصطفیٰ کے بغیر قابل قبول نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے رب العزت کی حمد وثنا اور رسول رحمت پر درود شریف پڑھے بغیر ہی دعا مانگنا شروع کردی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **عَجِلْتَ اَيُّهَا الْمُصَلِّي** "نماز پڑھنے والے تو نے بہت جلدی کی" پھر اسے دعا کا طریقہ سکھایا کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرو' پھر مجھ پر درود پڑھو پھر دعا کرو تو قبول کی جائے گی۔ پھر آپ ﷺ نے ایک دوسرے شخص کو دیکھا کہ پہلے اس نے اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور حمد بیان کی۔ پھر رسول مکرم (کا نام لے کر) درود پڑھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **اُدْعُ تُجَبْ وَسَلْ تُعْطَ** اب دعا کرو تو قبول ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ سے جو مانگو گے وہ سب کچھ تمہیں عطا کیا جائے گا۔ (۱)

اگر آپ اسی بات پر مزید غور وخوض کرتے جائیں تو بات مزید پھیلتی چلی جائے گی کہ قبر کے سوالات کے جوابات بھی نام مصطفیٰ ﷺ کے بغیر مکمل نہیں ہوں گے۔ یہ تو ہم سب کا عقیدہ ہے کہ یہ دنیا عارضی' ناپائیدار اور فانی ہے۔ ہر شخص نے موت کا ذائقہ چکھنا اور قبر میں منکر نکیر کا سامنا کرنا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ منکر نکیر کے تین سوال ہیں۔

(۱) **مَنْ رَّبُّكَ**؟ تیرا رب کون ہے؟ (۲) **مَنْ نَبِيُّكَ**؟ تیرا نبی کون ہے؟

(۳) **مَادِيْنُكَ**؟ تیرا دین کیا ہے؟

مومن آدمی ان سوالات کے جوابات میں اللہ تعالیٰ کا نام اور مصطفیٰ ﷺ کا نام زبان پر لائے گا اور کہے گا: **رَبِّيَ اللّٰهُ** "میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔" **وَنَبِيِّي مُحَمَّدٌ** "اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں۔"

نام محمد ﷺ کی شان نرالی

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے "**دلائل النبوۃ**" میں فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے خادم خاص سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) سنن نسائی، کتاب الافتتاح، باب التمجید والصلاۃ علی النبی ﷺ فی الصلاۃ: ۱۲۸٤؛ صححہ الالبانی۔

''میں نے شب معراج اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: اے میرے رب! مجھ سے قبل تمام انبیاء کو آپ نے کوئی نہ کوئی اعزاز بخشا۔ **جَعَلْتَ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا**۔ آپ نے جناب ابراہیم علیہ السلام کو اپنا ''خلیل'' بنایا۔ **وَمُوْسٰى كَلِيْمًا**۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ''کلیم اللہ'' کا خطاب دیا۔ **وَسَخَّرْتَ لِدَاوُدَ الْجِبَالَ**۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑوں کو مسخر کر دیا۔ **وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيْحَ وَالشَّيَاطِيْنَ** اور حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے ہواؤں اور شیاطین کو فرمانبردار بنا دیا۔ **وَاَحْيَيْتَ لِعِيْسَى الْمَوْتٰى** اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں مردے زندہ کروائے۔ **فَمَا جَعَلْتَ لِيْ**؟ اے میرے پروردگار میرے لئے کیا اعزاز ہے؟۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ سوال سن کر اللہ رب العزت نے فرمایا: **اَوَلَيْسَ قَدْ اَعْطَيْتُكَ اَفْضَلَ مِنْ ذَالِكَ كُلِّهٖ**۔ کیا میں نے آپ کو ان سب سے افضل اور اعلیٰ چیز عطاء نہیں فرمائی۔ عرض کیا: وہ کیا ہے؟ فرمایا۔ **اِنِّيْ لَا اُذْكَرُ اِلَّا ذُكِرْتَ مَعِيْ**۔ میں نے اپنے ذکر کے ساتھ آپ ﷺ کا ذکر لازم کر دیا ہے۔ جہاں میرا ذکر ہوتا ہے وہاں آپ کا ذکر ہوتا ہے۔ جو میرا نام لیتا ہے وہ آپ کا نام بھی لیتا ہے۔''[1]

ایک لاکھ سے زائد انبیائے کرام میں سے یہ اعزاز، شرف، عزت اور احترام صرف اور صرف ہمارے آقا ﷺ کو حاصل ہے کہ جہاں اللہ کا نام لیا جائے گا وہاں نام مصطفیٰ ﷺ لیا جائے گا۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب **وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ** والی آیت نازل ہوئی تو جناب جبرائیل علیہ السلام نے رسول محترم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے کہ **كَيْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ**؟ میں آپ کا ذکر کیسے بلند کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے جواباً فرمایا: **اَللّٰهُ اَعْلَمُ** اے جبرائیل اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اس نے میرا ذکر کیسے بلند فرمانا ہے۔ جناب جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ

---

[1] تفسیر ابن کثیر، سورۃ الانشراح۔

فرماتا ہے۔ اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِيْ۔ میں نے آپ کا ذکر اس طرح بلند فرمادیا ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے تو ساتھ آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا۔ ①

نام محمد ﷺ کا اعجاز

اللہ رحیم و کریم نے سرور کون و مکاں ﷺ کے نام پاک کو یہ اعجاز اور عظمت بخشی ہے کہ اس نام کو بگاڑا نہیں جا سکتا۔ اس نام کو گالی نہیں دی جاسکتی اور اس نام کی توہین نہیں کی جاسکتی۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے۔ کہ ''مُحَمَّد'' کا معنی ''از حد تعریف کیا ہوا'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی مکی زندگی میں ایک مرتبہ سرداران قریش سر جوڑ کر بیٹھے۔ مکے کے تمام عقل مند' دانا اور سمجھدار لوگوں کو جمع کیا گیا۔ مجلس مشاورت منعقد ہوئی۔ اس اجلاس کا یک نکاتی ایجنڈا تھا۔ '' نبی اکرم ﷺ کا نام پاک'' مُحَمَّد'۔ اس ہنگامی اجلاس کی کاروائی کا آغاز ہوا تو صدر اجلاس نے افتتاحی کلمات میں اجلاس کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضرات! آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے شہر میں ہمارے ہی قبیلے اور قوم کے ایک فرد'' محمد ﷺ '' نے نبوت اور رسالت کا دعویٰ کر رکھا ہے۔ ہم نے اسے لالچ، حرص اور سفارش کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی توحید سنانے سے منع کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ پھر ہم نے اسے دھونس' دھاندلی اور دھمکیوں سے اس مشن کی تبلیغ سے باز رکھنا چاہا مگر ہمیں ناکامی ہوئی۔ ہم نے اس کا کلمہ پڑھنے والوں کو مارا' پیٹا' ان پر زیادتی اور ظلم کیا مگر وہ اس کی فرماں برداری سے باز نہ آئے۔ الغرض ہماری طرف سے تمام طریقے استعمال کئے جاچکے، تمام حربے آزمائے جاچکے اور تمام کاروائیاں کی جاچکی ہیں۔ مگر ان کا دین دن بدن پھیلتا جارہا اور ان کی سرگرمیاں تیز سے تیز تر ہوتی جارہی ہیں۔

آج ہم اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ نبوت و رسالت کے اس دعوے دار'' محمد ﷺ '' کے نام پر گہرا غور و غوض کریں۔ کہ ایک طرف تو ہم اسکی سرتوڑ مخالفت کرتے ہیں۔ اسے

① تفسیر ابن کثیر سورۃ الانشراح۔

جھوٹا باور کرتے ہیں اور اس سے لوگوں کو متنفر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسری طرف جب ہم اپنی مجالس میں یا لوگوں کے روبرو اس کا ذکر کرتے ہیں تو ''محمد'' کے نام سے پکارتے اور اسی نام سے اس کا ذکر کرتے ہیں۔ اور یہ بات آپ سب کو معلوم ہے کہ ''محمد'' کا معنی ہے۔ ازحد تعریف کیا ہوا۔

آج ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ہم نبوت کے اس دعوے دار کا کوئی ایسا نام تجویز کریں۔ جس میں تعریف کی بجائے حقارت اور مدحت کی بجائے نفرت پائی جائے۔ کہ جب وہ اور اس کے ماننے والے ہمارا تجویز کردہ نام سنیں تو انہیں اذیت پہنچے اور ہمیں بھی تسکین ہو کہ ہم اس کا اصلی نام لے کر اس کی تعریف نہیں کررہے بلکہ اس کی مذمت کرکے اظہار نفرت کررہے ہیں۔ لہٰذا آج کے اس اہم اجلاس میں ہمیں ''محمد'' ﷺ کا نام بگاڑنا اور پھر اسے عام کرنا ہے۔

حاضرین اجلاس کی طرف سے اس اقدام کو بروقت اور برمحل قرار دیتے ہوئے داعیان اجلاس کو خراج تحسین پیش کیا گیا اور مزید کئی حضرات نے نام بگاڑنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کسی حتمی فیصلے تک اجلاس جاری رکھنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ خاصی بحث و تمحیص اور گہرے غوروغوض کے بعد طے پایا کہ آج کے بعد ہم میں سے جب بھی کوئی مسلمانوں کے پیغمبر کا نام زبان پر لائے گا تو ''محمد'' ﷺ کی بجائے ''مُذَمَّم'' کہے گا۔ ''محمد'' کا معنی ازحد تعریف کیا ہوا۔ اور مُذَمَّم کا معنی بہت زیادہ مذمت کیا گیا۔

جب یہ خبر رسول اللہ ﷺ کے جاں نثاروں اور فداکاروں تک پہنچی تو انہیں بہت زیادہ صدمہ ہوا۔ ازحد تکلیف ہوئی اور انہوں نے بڑی بے قراری اور بے چینی محسوس کی۔ اسی پریشانی اور حیرانی کے عالم میں سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کفار مکہ کے فیصلے سے آنجناب ﷺ کو مطلع فرماتے ہوئے اپنی اذیت اور پریشانی سے رسول مکرم ﷺ کو آگاہ فرمایا۔

امام الرسل ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تسلی دیتے اور اطمینان دلاتے ہوئے فرمایا:

اس میں پریشانی، حیرانی اور صدمے والی تو کوئی بات ہی نہیں۔ بلکہ اس میں تو ہمارے لئے خوشی اور مسرت کا پیغام ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ آقا! انہوں نے آپ ﷺ کا نام بگاڑ دیا۔ آپ کے اسم مطہر کو گالیاں دیں اور آپ ﷺ کے نام کی توہین کی اور آپ اسے خوشی کا مقام قرار دے رہے ہیں؟ نبی معظم ﷺ نے مسکراتے ہونٹوں سے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نام ہی ایسا رکھا ہے کہ اسے بگاڑا نہیں جا سکتا۔ اسے گالی نہیں دی جا سکتی اور اس نام کی توہین ہو ہی نہیں سکتی۔ آپ سوچیں تو سہی کہ وہ مذمم کو گالیاں دے رہے ہیں جبکہ میرا نام تو ''محمد'' ہے۔

اور ''محمد'' ﷺ ایسا نام ہے کہ جو ''محمد'' ہوگا وہ مذمم نہیں ہوگا اور جو مذمم ہوگا وہ محمد نہیں ہوگا۔

نبی اکرم ﷺ کی سب سے زیادہ احادیث کے راوی جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش کی طرف سے آپ کا نام بگاڑے جانے کی اطلاع پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

((أَلَا تَعْجَبُوْنَ كَيْفَ يَصْرِفُ اللّٰهُ عَنِّيْ شَتْمَ قُرَيْشٍ وَلَعْنَهُمْ يَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَيَلْعَنُوْنَ مُذَمَّمًا وَأَنَا مُحَمَّدٌ)) [1]

''کیا تم خوش نہیں ہوتے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کی گالیوں اور ان کی لعنتوں کو مجھ سے کس طرح دور ہٹا دیا ہے۔ وہ کسی مذمم کو گالیاں دیتے اور مذمم پر لعنتیں بھیجتے ہیں۔ جبکہ میرا نام تو ''محمد'' ﷺ ہے۔''

شاعر حقیقت **شیخ محمد سعید الفت** رحمہ اللہ نے اس حدیث مبارکہ کو یوں شعری جامہ پہنایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قطعی ایس گل دا فکر کرنہ کوئی
ہے انہاں بے سمجھاں دی مت ماری ہوئی

[1] صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ: ۳۵۳۳۔

مذمم نوں گالاں اوہ دیندے رجیم ایں
میرا ناں تے ساتھی محمد کریم ایں

مذمم نوں ہووے تُں ہر گال جاندی
محمد دے ناں توں تے گال ای نئیں آندی

نام محمد ﷺ تو۔

دلاں دی گہرائی وچ دِسں جان والا اے
محمد نے ناں ای بڑی شان والا اے

حمد اور محمد ﷺ

یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ آپ ﷺ کا ذاتی اسم مبارک ''محمد'' حمد سے مشتق ہے اور حمد کا معنی تعریف اور ثنا ہے۔ جب ہم حمد کے حوالے سے رسول مکرم ﷺ کے اسم محمد کی وسعت پر غور کرتے ہیں تو حمد اور محمد میں گہرا تعلق' بے حد لگاؤ اور بہت زیادہ قربت نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ' نبی آخر الزماں جناب محمد مصطفی ﷺ کو حشر کے دن جو مخصوص جھنڈا نصیب فرمائیں گے۔ اس کا نام '' لِوَاءُ الْحَمْدِ'' یعنی حمد والا جھنڈا ہوگا۔ جیسا کہ جناب ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَبِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَّبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِيْ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ)) ①

''قیامت کے دن تمام اولاد آدم کی سرداری مجھے حاصل ہوگی۔ اور میں اس پر غرور نہیں کرتا۔ اور ''حمد کا جھنڈا'' میرے ہاتھ میں ہوگا اور مجھے اس پر بھی فخر نہیں ہے۔ اور سیدنا آدم علیہ السلام کے سمیت تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے مگر میں اس پر بھی تکبر کا اظہار نہیں کرتا۔ اور دربار الٰہی میں حاضری کے

① جامع الترمذي، ابواب التفسير، ابواب المناقب، باب في فضل النبي ﷺ: ٣٦١٥؛ صححه الالباني۔

لئے سب سے پہلے میری قبر شق کی جائے گی اور میں اس پر بھی مغرور نہیں ہوں۔"

اللہ تعالیٰ حشر کے دن ہمارے آقا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو جو مقام رفیع نصیب فرمائے گا۔ اس اعلیٰ، افضل اور ارفع جگہ کا نام بھی "مقام محمود" ہے۔ اللہ رب العزت قرآن حکیم میں فرماتے ہیں:

﴿ وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ ﴾①

"اور (اے پیغمبر!) رات کے کچھ حصے میں نماز تہجد ادا کیا کریں۔ یہ نماز آپ کے لیے زائد یعنی نفل ہے۔ یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔"

یعنی نبی مکرم رسول معظم رحمت عالم ﷺ کے اسم پاک محمد کو حمد سے اور حمد کو آپ کے اسم مبارک محمد ﷺ سے گہرا تعلق اور قرب حاصل ہے۔

☆ آپ ﷺ کے جھنڈے کا نام "لِوَاءُ الْحَمْدِ"۔

☆ آپ ﷺ کے مقام رفیع کا نام "مقام محمود"۔

☆ آپ ﷺ کی امت کا نام "حَمَّادُوْن"۔

☆ آپ ﷺ کی امت کے صابرین کیلئے "بَيْتُ الْحَمْدِ"۔

اللہ کریم ہم سب کو اس پاکیزہ، مطہر، مشرف اور معظم نام والے رسول ﷺ کا فرمانبردار بنائے۔ آمین۔

یہی وہ اسم مقدس ہے۔ جس کا تذکرہ رب العزت نے آغاز خطبہ میں تلاوت کی گئی آیت کریمہ میں کیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ "محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔"

① بنی اسرائیل ۷۹۔

تعریفات قرآنی

قرآن حکیم کی متعدد آیات طیبات میں آپ ﷺ کی تعریف وتوصیف کی گئی ہے۔

قرآن مجید میں۔

- آپ ﷺ کے وجود مبارک کی تعریف کی گئی ہے۔
- آپ ﷺ کے چہرہ انور کی تعریف کی گئی ہے۔
- آپ ﷺ کی زبان مقدس کی تعریف کی گئی ہے۔
- آپ ﷺ کی پُرنور آنکھوں کی تعریف کی گئی ہے۔
- آپ ﷺ کے مطہر ہاتھوں کی تعریف کی گئی ہے۔
- آپ ﷺ کے سینہ مبارک کی تعریف کی گئی ہے۔
- آپ ﷺ کے دل منور کی تعریف کی گئی ہے۔
- آپ ﷺ کی پشت معلیٰ کی تعریف کی گئی ہے۔
- آپ ﷺ بابرکت چادر کی تعریف کی گئی ہے۔
- آپ ﷺ کے حسن و جمال کی تعریف کی گئی ہے۔
- آپ ﷺ کے جاہ وجلال کی تعریف کی گئی ہے۔
- آپ ﷺ کے شرف وکمال کی تعریف کی گئی ہے۔
- آپ ﷺ کے مولد ''مکہ'' کی تعریف کی گئی ہے۔
- آپ ﷺ کے مدفن ''مدینہ'' کی تعریف کی گئی ہے۔
- آپ ﷺ کی جائے ہجرت کی تعریف کی گئی ہے۔
- آپ ﷺ کے اصحاب کی تعریف کی گئی ہے۔
- آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کی تعریف کی گئی ہے۔
- آپ ﷺ کی عاجزی اور انکساری کی تعریف کی گئی ہے۔

الغرض! قرآنی آیات میں آپ کی اداؤں، وفاؤں، دعاؤں، صداؤں، التجاؤں اور استدعاؤں کی تعریف کی گئی ہے اور بار بار کی گئی ہے اور جس ہستی مقدس اور ذات مبارک

کی سارا جہان تعریف کرے، رب دو جہاں تعریف کرے اور بار بار تعریف کرے۔ ان کا نام ''مُحَمَّدْ'' ﷺ ہے۔ بقول مولانا عبدالرحمان عاجز رحمہ اللہ

ہے نام مُحَمَّد سے عیاں شان مُحَمَّد
جو شان مُحَمَّد ہے وہ شایان مُحَمَّد

شاہان زمانہ کی حقیقت کو نہ پوچھو
شاہان زمانہ ہیں غلامان مُحَمَّد

ہوتا ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ سے یہ ثابت
خود رب مُحَمَّد ہے ثنا خوان مُحَمَّد

ہے حُبِ مُحَمَّد ہی رہ حُبِ الٰہی
محبوب الٰہی ہیں حبیبان مُحَمَّد

مشفق بھی ہے، محسن بھی ہے، صادق بھی امیں بھی
ہر بات مُحَمَّد کی ہے شایان مُحَمَّد

سرتابی فرمان مُحَمَّد سے خبردار
اللہ کا فرمان ہے فرمان مُحَمَّد

دولت ہو، اولاد ہو، دل ہو کہ جگر ہو
عاجز کی ہر چیز ہے قربان مُحَمَّد

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس عظیم نام والے، عظیم کام والے اور عظیم نظام والے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کر کے زندگی گزارنے اور آخرت سنوارنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

شانِ مصطفیٰ ﷺ بزبان خدا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْاَتْقِيَاءِ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○﴾ ①

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان فرمایا۔ جب اس نے ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔ وہ ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور بے شک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

ثنا خواں جس کا قرآں ہے ثناء ہے جس کی قرآں میں
اسی پر میرا ایماں ہے وہی ہے میرے ایماں میں

تعریفات ربانی، تحمیداتِ حقانی اور تمجیداتِ رحمانی کے بعد بے حساب و بے شمار درود و سلام سیّد وُلدِ آدم، سردارِ انبیاء، قدوۃ الصلحاء، شافع روز جزا جناب محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ کی شخصیت گرامی اور آپ کی ذات مقدس پر، جنہیں خالق ارض وسماء نے ہادی دو جہاں بنا کر مبعوث فرمایا اور جن کی عظمت، شان، بزرگی، برتری، رفعت، بلندی اور بڑائی کے اظہار و بیان کے لیے قرآن حکیم کی بیسیوں آیات مبارکات کو نازل فرمایا۔ اور آیات قرآنی میں انہیں خوبصورت، بہترین اور بے مثال القابات سے یاد فرمایا۔

① آل عمران: ١٦٤۔

آج کی بابرکت محفل، پُرشکوہ مجلس اور مقدس نشست میں مجھے ''مقام مصطفیٰ بزبان خدا'' کے مقدس موضوع پر کچھ عرض کرنا ہے۔ اسے ہم دوسرے الفاظ میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ''مصطفیٰ کی شان بآیات القرآن'' یعنی رسول مکرم، نبی معظم، رحمت عالم ﷺ کی وہ شان اور مقام جو اللہ رحیم وکریم نے قرآن حکیم میں بیان فرمائی ہے۔

موضوع کی اہمیت

جب نبی کریم ﷺ کی ایک شان وہ ہے جسے محدثین بیان کرتے ہیں۔ مفسرین بیان کرتے ہیں۔ مقررین بیان کرتے ہیں۔ مبلغین بیان کرتے ہیں۔ واعظین بیان کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کی ایک شان وہ ہے جسے اولیاء بیان کرتے ہیں۔ اصفیاء بیان کرتے ہیں۔ اتقیاء بیان کرتے ہیں۔ ازکیاء بیان کرتے ہیں۔ رسول محترم ﷺ کی ایک شان وہ ہے جسے علماء بیان کرتے ہیں۔ زعماء بیان کرتے ہیں۔ شرفاء بیان کرتے ہیں۔ اور انبیاء بیان کرتے ہیں۔ نوری بیان کرتے ہیں۔ ناری بیان کرتے ہیں۔ امام الانبیاء ﷺ کی ایک شان وہ ہے۔ جسے زمین والے بیان کرتے ہیں۔ آسمان والے بیان کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کی ایک شان وہ ہے جسے شرقی بیان کرتے ہیں۔ غربی بیان کرتے ہیں۔ شمالی بیان کرتے ہیں۔ جنوبی بیان کرتے ہیں۔ عربی بیان کرتے ہیں۔ عجمی بیان کرتے ہیں۔ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ایک شان وہ ہے جسے خطیب بیان کرتے ہیں۔ ادیب بیان کرتے ہیں۔ نثر نگار بیان کرتے ہیں۔ شعراء بیان کرتے ہیں۔ ادباء بیان کرتے ہیں۔ ان سب لوگوں نے شان مصطفیٰ، مقام مصطفیٰ، رفعت مصطفیٰ اور عظمت مصطفیٰ بیان کرنے کیلئے بیسیوں، سینکڑوں اور ہزاروں انداز اختیار کئے ہیں۔ ان سب کا انداز اپنی جگہ، دلائل اپنی جگہ، مسائل اپنی جگہ، شواہد اپنی جگہ، قرائن اپنی جگہ، مگر جو بات میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وہ انداز، نرالا، وہ بیان نرالا، وہ قرآن نرالا، وہ شان نرالی وہ زبان نرالی ہے۔ یعنی عظمت مصطفیٰ ﷺ کی ہوگی اور زبان اللہ جل وعلیٰ کی ہوگی۔ (سبحان اللہ)

آپ اس موضوع کی اہمیت حیثیت اور افادیت پر غور فرمائیں کہ رب العالمین نے

رحمۃ للعالمین ﷺ کے فضائل، خصائل، محامد اور محاسن کے بیان کو صرف اپنی مخلوقات بالخصوص انسانوں کے سپرد نہیں کر دیا کہ تم جو چاہو، جس طرح چاہو، جب چاہو، جتنا چاہو۔ میرے نبی آخر الزماں ﷺ کی تعریف و توصیف اور مدح و ثناء کر لو۔ کیونکہ لوگ بھول بھی جاتے ہیں۔ من مانیاں بھی کر جاتے ہیں۔ تحریف بھی کر جاتے ہیں۔ تبدیلیاں بھی کر جاتے ہیں۔ اپنی مرضیاں بھی کر جاتے ہیں۔ ان کی تحریریں بوسیدہ بھی ہو جاتی ہیں۔ ان کی تقریریں فضا میں تحلیل بھی ہو جاتی ہیں۔ ان کے ارشادات فراموش بھی کر دیئے جاتے یا ہو جاتے ہیں۔ ان کی لکھی ہوئی کتابیں حوادثات زمانہ کا شکار ہو جاتی ہیں۔ ان کے مسودات، دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور ان کے خیالات و اعتقادات اور نظریات میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے۔

اس لئے رب العزت نے اپنے بے مثال رسول، باکمال پیغمبر اور عظیم المرتبت نبی جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی صفات، اوصاف، فضائل اور خصائل کو خود اپنی زبان پاک سے بیان فرما کر آپ کے مقام اور شان کو ہمیشہ کے لئے زمانے کی دست برد سے محفوظ فرما دیا اور قرآن حکیم میں آپ کی عظمت و تقدیس کی آیات نازل فرما کر آپ کی شان کو چار چاند لگا دیئے اور قیامت تک کے لئے آپ کی فضیلت کو بام عروج تک پہنچا دیا کہ ہر زمانے، ہر دور اور ہر ملک، ہر شہر، ہر بستی، ہر قصبے اور ہر گاؤں میں جب تک قرآن حکیم تلاوت ہوتا رہے گا۔ تب تک خاتم الانبیاء ﷺ کی شان بیان ہوتی رہے گی۔ اور قرآن مجید وہ کتاب مبین ہے کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے کسی انسان کے سپرد نہیں فرمائی بلکہ اس کی حفاظت اور صیانت کا ذمہ خود اٹھایا ہے۔ تو جس طرح قرآن کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے اسی طرح محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان کا محافظ بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ جس طرح قرآن کو مٹانے والے خود مٹ گئے اور مٹ جائیں گے۔ اسی طرح مصطفیٰ ﷺ کی شان کو گھٹانے والے بھی مٹ جائیں گے اور رسوا ہو جائیں گے۔ بقول شاعر ؎

مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

انعاماتِ الٰہی

اللہ رب العزت کے انعامات کی فہرست خاصی طویل اور احسانات ربانی کا شمار ناممکن ہے۔ اللہ رب العزت کا ہم پر بہت بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا۔ انسان بنا کر مسلمان بنایا اور آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کو انسان کا تابع اور فرماں بردار بنا دیا۔ سورج، چاند، ستارے، دن، رات، صبح، شام، اندھیرا، اجالا، لیل ونہار، نباتات، جمادات، حیوانات، پہاڑ، دریا، ندی، نالے، سمندر، پرند، چرند، باغات، سبزیاں، پھل، اجناس، الغرض کائنات کی ہر چیز کو انسان کی خدمت کے لئے بنایا۔ پھر انسان اپنے جسمانی اعضاء پر غور کرے تو انعامات الٰہی کی وسعت کا احساس ہوگا کہ ہاتھ، اللہ کی نعمت۔ کان، اللہ کی نعمت۔ آنکھیں، اللہ کی نعمت۔ زبان، اللہ کی نعمت۔ ناک، اللہ کی نعمت۔ منہ، اللہ کی نعمت۔ دل ودماغ، اللہ کی نعمت، پاؤں، اللہ کی نعمت۔ ٹانگیں، اللہ کی نعمت۔ غرض انسانی جسم کا اک اک عضو رب العزت کی اتنی بڑی اور بے مثال نعمت ہے کہ کروڑوں روپیہ خرچ کر کے بھی انسان انہیں حاصل نہیں کر سکتا۔ مگر رب کائنات نے یہ تمام اشیاء اور اعضاء انسان کو مفت عطا فرمائے ہیں۔ اللہ کریم ہم سب کو ان اور ان جیسے کروڑوں انعامات پر اپنا شکر ادا کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

شاعر اسلام شیخ محمد سعید الفت رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے بعض احسانات اور انعامات کو شاعرانہ تخیل کے ساتھ بڑے خوبصورت پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔ وہ انسان کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں: ؎

ساری دی ایہہ ساری کائنات تیرے واسطے
ایہہ دن تیرے واسطے، ایہہ رات تیرے واسطے
تیرے لئی زمین آسمان تیرے واسطے
او کمدیا ایہہ دونویں ای جہان تیرے واسطے
کی نئیں کیتا رب دی جناب تیرے واسطے
آفتاب تیرے لئی مہتاب تیرے واسطے

اوہ تاریاں دے بلدے چراغ تیرے واسطے
میویاں دے پکے ہوئے باغ تیرے واسطے

احسان لکھ تیرے اُتے پروردگار دا
فیر اوہدا بندیا، توں شکر نئیں گزار دا

سب سے بڑا انعام

اہل ایمان کے لئے اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت، اس کے لاتعداد احسانات میں سے سب سے بڑا احسان اور اس کی بے حساب کرم نوازیوں میں سب سے بڑی کرم نوازی، نبی محترم، رسول مکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا کرم اور احسان ہے کہ اگر ہم ساری عمر سجدہ شکر ادا کرتے رہیں تو اس نعمتِ عظمیٰ اور احسان عظیم کا شکریہ ادا نہیں ہوسکتا۔

امت مسلمہ کے لئے قرآن اور صاحب قرآن دو ایسے انعام ہیں کہ یہ امت ان پر جتنا بھی فخر کرے وہ کم ہے۔ بقول پنجابی شاعر ؎

دو انعام خدا وند کیتے اوپر اہل ایماناں
اِک قرآن محمد دوجا، صاحب اُچیاں شاناں

اللہ ارحم الراحمین اپنے اس عظیم الشان احسان اور بے مثل انعام کا زیر بحث آیت کریمہ میں یوں ذکر فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○﴾ ①

”یقیناً اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر احسان فرمایا، جب ان کی جانوں میں سے ان میں ایک رسول مبعوث فرمایا۔ وہ ان پر آیات الٰہی کی تلاوت کرتا اور انہیں (کفروشرک) سے پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ بلاشبہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔“

① آل عمران:١٦٤۔

آپ قرآن حکیم کا مطالعہ فرمائیں تو واضح ہوگا کہ رب العالمین نے اپنی بے پناہ، ان گنت، اور لاتعداد نعمتوں میں سے کسی نعمت کا تذکرہ ان الفاظ میں نہیں فرمایا۔ جن الفاظ میں آمنہ کے دُرِّ یتیم کا ذکر فرمایا ہے۔ اور اہل ایمان پر اپنی کسی نعمت کا اس طرح احسان نہیں جتلایا، جس طرح اپنی اس اعلیٰ نعمت جناب محمد کریم ﷺ کی بعثت کا احسان جتلایا ہے۔ اسی لیے شیخ محمد سعید الفت رحمہ اللہ نے کہا ہے: ؎

کی نئیں کیتا رب نے قبول تیرے واسطے
آمنہ دے لال جیہا رسول تیرے واسطے

کروڑاں جیہا اکو ای احسان کردگار دا
فیر اوہدا بندیا تو شکر نئیں گزار دا

جدالانبیاء، خلیل اللہ الرحمان سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزند صالح جناب اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کعبہ سے فراغت کے بعد سرور کائنات ﷺ کیلیے جو دعا مانگی تھی۔ اس دعا کے الفاظ اور ہماری زیر بحث آیت مقدسہ کے الفاظ میں گہری مماثلت اور مطابقت ہے۔ جن اوصاف سے متصف رسول کے بارے میں انہوں نے دعا کی تھی۔ انہیں خصائص سے آراستہ کر کے اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ کو دعاء ابراہیمی کے الفاظ ایسے پسند آئے کہ رب العزت نے انہیں قرآنی آیات کی زینت بنادیا:

﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ ﴾[1]

''اے ہمارے رب ان میں ایک برگزیدہ رسول انہیں میں سے مبعوث فرما۔ وہ ان کو تیری آیات پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور انہیں (کفر و شرک) سے پاک کردے۔ بے شک تو غالب حکمت والا ہے''

قرآن عزیز کے اٹھائیسویں پارے میں بھی ان الفاظ سے ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ رسول مکرم ﷺ کی فضیلت ومنقبت بیان فرمائی گئی ہے۔ اور آپ ﷺ کی بعثت کے انہیں چار مقاصد کو دہرایا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

[1] البقرہ: ۱۲۹۔

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ ①

"وہی (اللہ ہی) تو ہے جس نے اُمیوں میں ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔"

نبی محترم جناب محمد ﷺ کے ان اوصاف حمیدہ اور خصائص پاکیزہ کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے پارے میں بھی بڑے خوبصورت اور موثر ترین الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ ②

"جیسا کہ ہم نے تمہارے پاس تم میں سے ایک رسول بھیجا۔ وہ تمہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جنہیں تم اس سے پہلے نہیں جانتے تھے۔"

بعثت کے مقاصد

ایک ہی مفہوم کی ان چار آیات طیبات کے الفاظ اور ترجمے سے رسول اللہ ﷺ کی بعثت مبارکہ کے مقاصد کی ایک جھلک آپ نے ملاحظہ فرمائی کہ رب العالمین نے خاتم النبیین ﷺ کو مبعوث فرمایا تاکہ آپ:

- اللہ تعالیٰ کی آیات مبارکات لوگوں کو پڑھ کر سنائیں۔
- وہ صرف قرآنی آیات کی قرأت وتلاوت پر اکتفا نہ کریں بلکہ ان کے معانی، مفہوم اور مطالب سے بھی لوگوں کو آگاہ فرمائیں۔
- فرقان الٰہی کی آیات کی تعلیم وتفہیم کے ساتھ ساتھ لوگوں کو حکمت یعنی اپنی سنت اور حدیث بھی سکھائیں، سمجھائیں اور ذہن نشین کروائیں۔

---

① الجمعہ: ۲۔ ② البقرہ: ۱۵۱۔

⊛ کفر و شرک اور فسق و فجور کی نجاستوں میں پھنسے ہوئے لوگوں کو قرآن و حدیث کے نور سے منور فرمائیں۔

آپ غور فرمائیں کہ جو رسول اپنی بات کرنے کی بجائے اللہ کی بات کرے۔ جو لوگوں کے سامنے حکمت و دانائی کے موتی بکھیرے۔ جو قرآنی آیات کی تلاوت کو حرزِ جان بنائے اور جو لوگوں کو شرک کی پلیدیوں، کفر کی آلودگیوں اور نافرمانی کی آلائشوں سے پاک و صاف فرمائے۔ کیا کوئی اس کی عظمت و شان کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ یقیناً نہیں کرسکتا۔ ہرگز نہیں کرسکتا۔ پھر کیوں نہ زبان سے بار بار نکلے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قرآن حکیم نے ایک دوسرے مقام پر آپ ﷺ کی تشریف آوری کے مقاصد کی وضاحت کرتے ہوئے اور نبی محترم ﷺ کی شان و عظمت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ ①

”جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی اُمّی ہے۔ جس کے ذکر کو وہ تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ نبی انہیں نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے۔ اور ان کیلئے پاک چیزوں کو حلال کرتا اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے۔ اور (وہ نبی) ان کے بوجھ اتارتا ہے۔ اور (رسموں اور رواجوں) کی ان زنجیروں کو کاٹتا ہے۔ جنہوں نے انہیں جکڑ رکھا تھا۔ پس جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی تعظیم کی اور آپ (کے دین) کی مدد کی اور اس نور (قرآن مجید) کی پیروی کی جو آپ کے ساتھ نازل فرمایا گیا ہے تو یہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔“

① الاعراف:۱۵۷۔

اس آیت کریمہ میں امام الانبیاء ﷺ کی جن خصوصیات، اوصاف اور خصائص کا ذکر کیا گیا ہے، وہ یہ ہیں:

① آپ ﷺ نے کسی استاد سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا۔ کسی کی شاگردی اختیار نہیں کی اور کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہیں کئے۔ بلکہ خالق ارض و سماء نے آپ کے قلب اطہر پر وحی کا نزول فرمایا اور آپ کا سینہ مبارک علم و حکمت سے لبریز کر دیا۔

② آپ ﷺ کا فرض منصبی لوگوں کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے۔

③ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق پاک چیزوں کو حلال کرنے اور ناپاک اشیاء کو حرام قرار دینے کے لئے تشریف لائے۔

④ آپ ﷺ کی بعثت کا ایک اہم مقصد انسانوں پر ڈالے جانے والے نامناسب بوجھوں کو اتارنا، انہیں مشکل اعمال کی ادائیگی سے آزاد کرنا اور ان کے لئے آسانیاں اور سہولتیں پیدا کرنا ہے۔

⑤ سرور کائنات ﷺ کی تشریف آوری کی ایک اہم غرض یہ بھی ہے کہ لوگوں نے ناجائز، غلط اور ممنوع رسموں اور رواجوں کے جو طوق اور زنجیریں اپنی گردنوں میں ڈال رکھی ہیں۔ جن سے آزادی حاصل کرنا انہیں ناممکن نظر آتا تھا۔ وہ رسول ان زنجیروں کو توڑ دے۔ ان غیر اسلامی رواجوں کو ختم کر دے اور غیر شرعی رسوم کا خاتمہ کر دے۔ چنانچہ تاریخ اس پر شاہد عدل ہے۔ کہ اللہ کے آخری رسول ﷺ نے زمانہ جاہلیت کی رسموں اور رواجوں کا قلع قمع کر کے قرآن و سنت کے نور سے انسانوں کے سینوں کو روشن اور شفاف فرما دیا۔

مگر افسوس کہ آپ ﷺ کی امت کے اکثر افراد نے آج پھر قرآن و حدیث کے چشمہ صافی کو چھوڑ کر بدعات و خرافات کو اپنا لیا اور من گھڑت روایات کا سہارا لے کر اسلام کے اصل احکام کو پس پشت ڈالتے ہوئے غیر شرعی رسوم اور غیر اسلامی رواجوں کو ہی اسلام کا نام دے دیا۔ ہائے افسوس کہ:

حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ اُمت روایات میں کھو گئی

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو خالص قرآن و سنت کے احکام پر عمل کرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین

اس آیت کے آخری الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے بڑے اختصار اور جامعیت کے ساتھ اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے کہ دنیا اور آخرت کی کامیابی کا اصل راز نبی کریم ﷺ کی اتباع اور فرمانبرداری ہے۔ آپ ﷺ پر ایمان و ایقان، آپ ﷺ کی ذات گرامی سے محبت و الفت اور آپ کی تعظیم و تکریم کے بغیر فلاح و نجات کا تصور عبث، بے کار اور فضول ہے۔ نیز دنیوی کامیابی اور اخروی کامرانی کے لئے دین کی امداد و نصرت اور شریعت اسلامیہ کی ترویج و اشاعت کیلئے قربانی بھی ہر کلمہ گو کی بنیادی ذمہ داری اور مذہبی فریضہ ہے۔ بقول شاعر:

محمد کی جس دِل میں الفت نہ ہوگی
سمجھو لو کہ قسمت میں جنت نہ ہوگی

بھٹکتا رہا ہے بھٹکتا رہے گا
محمد سے جس کو عقیدت نہ ہوگی

..........اور..........

کرے جو اطاعت محمد کی دل سے
اُسے پیر • مرشد کی حاجت نہ ہوگی

عالمگیر رسالت

سرورِ کون و مکاں جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت وتشریف آوری سے قبل کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام دنیا میں تشریف لائے۔

- کوئی ایک بستی کا نبی بن کے آیا۔
- کوئی ایک شہر کا نبی بن کے آیا۔
- کوئی ایک ملک کا نبی بن کے آیا۔
- کوئی ایک علاقے کا نبی بن کے آیا۔
- کوئی ایک حلقے کا نبی بن کے آیا۔
- کوئی ''شام'' کا نبی بن کے آیا۔
- کوئی ''فلسطین'' کا نبی بن کے آیا۔
- کوئی ''مصر'' کا نبی بن کے آیا۔

❁ کوئی ''عراق'' کا نبی بن کے آیا۔ ❁ کوئی ''بابل'' کا نبی بن کے آیا۔
❁ کوئی یمن کا نبی بن کے آیا۔ ❁ کوئی ''بیت اللحم'' کا نبی بن کے آیا۔
❁ کوئی ''عادیوں'' کا نبی بن کے آیا۔ ❁ کوئی ''ثمودیوں'' کا نبی بن کے آیا۔
❁ کوئی ''کنعان'' کا نبی بن کے آیا۔ ❁ کوئی ''خراسان'' کا نبی بن کے آیا۔
❁ کوئی ''مدین'' کا نبی بن کے آیا۔ ❁ وئی ''سباء'' کا نبی بن کے آیا۔
❁ کوئی ''نینوا'' کا نبی بن کے آیا۔ ❁ کوئی ''اردن'' کا نبی بن کے آیا۔
❁ کوئی ''شرق'' کا نبی بن کے آیا۔ ❁ وئی ''غرب'' کا نبی بن کے آیا۔
❁ کوئی ''شمال'' کا نبی بن کے آیا۔ ❁ کوئی ''جنوب'' کا نبی بن کے آیا۔
❁ کوئی ایک ''خاندان'' کا نبی بن کے آیا۔
❁ کوئی ایک ''برادری'' کا نبی بن کے آیا۔
❁ کوئی ایک ''قبیلے'' کا نبی بن کے آیا۔

الغرض تمام انبیاء مخصوص وقت کے لئے، مخصوص قوموں کے لئے اور مخصوص علاقوں کے لئے خلعت نبوت سے نوازے گئے۔

..........مگر..........

جب نبی آخر الزماں آئے ..... سرورِ کون و مکاں آئے ..... شفیع عاصیاں آئے ..... امام رسولاں آئے ..... رحمت عالمیاں آئے ..... تو آپ کسی ایک علاقے کے لئے نہیں آئے ..... کسی مخصوص حلقے کے لئے نہیں آئے ..... کسی مقررہ شہر کے لئے نہیں آئے ..... کسی مجوزہ ملک کیلئے نہیں آئے ..... کسی ایک قوم کیلئے نہیں آئے ..... صرف عرب کے لئے نہیں آئے ..... خاص عجم کے لئے نہیں آئے ..... آپ آئے، تو

❁ سارے جہان کے لئے آئے ❁ کل کائنات کے لئے آئے۔
❁ عرب و عجم کے لئے آئے ❁ عام و خاص کے لئے آئے۔
❁ بحر و بر کے لئے آئے ❁ مرد و زن کے لئے آئے۔
❁ جن و انس کے لئے آئے ❁ فقیر و امیر کے لئے آئے۔

آپ تشریف لائے

❁ خاتم النبیین آئے	❁ شفیع المذنبین آئے۔
❁ سید الاولین آئے۔	❁ قائد الآ آخرین آئے۔
❁ قدوۃ السالکین آئے	❁ رحمۃ للعالمین آئے
❁ سب کے نبی بن کے آئے۔	❁ رب کے نبی بن کے آئے۔
❁ وہ خدائی میں بے مثال۔	❁ یہ مصطفائی میں بے مثال۔
❁ وہ رب العالمین۔	❁ یہ رحمۃ للعالمین۔
❁ اس کی حکومت عالمگیر۔	❁ اس کی رسالت عالمگیر۔
❁ وہ سب کا خدا۔	❁ یہ سب کا مصطفیٰ۔
❁ اسکی خدائی میں کوئی شریک نہیں۔	❁ اسکی مصطفائی میں کوئی شریک نہیں
❁ وہ دینے والا۔	❁ یہ لینے والا۔
❁ وہ حکم فرمانے والا۔	❁ یہ آگے پہنچانے والا۔
❁ وہ مالک یوم الدین۔	❁ یہ شافع یوم الدین۔
❁ وہ عرش پر ایک۔	❁ یہ فرش پر ایک۔

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○﴾ ①

''ہم نے آپ کو (اے پیغمبر) پوری انسانیت کیلئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن (یہ بات درست ہے) کہ لوگوں کی اکثریت بے علم ہے۔''

دوسری جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مطہر ومقدس سے اعلان کروایا:

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ ②

① سبا: ۲۸۔ ② الاعراف: ۱۵۸۔

''(اے پیغمبر ﷺ!) آپ فرما دیجئے: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔''

تیسری جگہ رب العالمین نے آپ کی عالمگیر نبوت کا ذکر ان الفاظ میں کیا۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝﴾①

''اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

اس آیت مبارکہ کی تشریح ہم ان شاء اللہ دوسری کسی نشست میں ''رحمت مصطفیٰ'' کے عنوان سے کریں گے۔ فی الحال شاعر حقیقت مولانا الطاف حسین حالی رحمہ اللہ کے وہ خوبصورت اشعار سن لیں جو انہوں نے اس آیت مطہرہ سے متاثر ہوکر تحریر فرمائے ہیں۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا   مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا   وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ   یتیموں کا والی، غلاموں کا مولیٰ

تاجدار ختم نبوت

اب تک قرآن مجید، فرقان حمید کی آٹھ ایسی آیات جن میں رب السماوات والارض نے امام الرسل جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی صفات جلیلہ، اوصاف کریمہ اور مناقب عظیمہ کو بیان فرمایا ہے۔ اسی موضوع کی نوویں آیت کریمہ میں اللہ رحیم وکریم اپنے آخری پیغمبر کی عظمت اور شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝﴾②

''محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے (حقیقی) باپ نہیں ہیں اور لیکن وہ اللہ کے رسول اور نبیوں میں سے آخری نبی ہیں۔''

① الانبیاء: ۱۰۷۔   ② الاحزاب: ۴۰۔

سرور کائنات جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ایسا اعلیٰ اعزاز اور بے مثال شرف ہے جو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوا۔ یہ فضیلت اور شان صرف اور صرف ہمارے ہادی جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے حصے میں آئی۔ ختم نبوت کے تفصیلی دلائل عرض کرنا اس وقت مقصود نہیں ہے بلکہ صرف اس خصوصی انعام واکرام کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس میں آپ ﷺ کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے۔ مولانا علی محمد صمصام رحمہ اللہ نے آپ ﷺ کے اس شرف و کمال کا کیا خوب تذکرہ فرمایا ہے:

جہاناں دی رحمت کہا کوئی نئیں سکدا
محمد دے رتبے نوں پا کوئی نہیں سکدا

اوہ ختم نبوت دا سالار آیا
نبوت دے بوہے نوں ہے مار آیا
حشر تک نبی جگ تے آ کوئی نئیں سکدا
محمد دے رتبے نوں پا، کوئی نئیں سکدا

رسول محترم ﷺ کی ایک اور اہم خصوصیت جو صرف آپ ہی کے حصے میں آئی، کا ذکر مولانا مرحوم نے یوں فرمایا ہے:

شہادت دی انگلی میرے پیر وانگوں
کھڑی کرکے آسمان ول تیر وانگوں
چند دو ٹکڑے کرکے دکھا کوئی نئیں سکدا
محمد دے رتبے نوں پا کوئی نئیں سکدا

خبریں بتانے والا

قرآن حکیم کا دسواں وہ مقام جو موضوع کی مناسبت سے میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ وہ بائیسواں پارہ، سورۃ الاحزاب کی دو آیات مبارکات ہیں جن میں خالق کائنات نے رسول کائنات ﷺ کے سات اوصاف حمیدہ، خصائل جمیلہ اور فضائل جلیلہ کا اکٹھا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ○ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ○ ﴾①

"اے نبی! ہم نے آپکو گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے اور ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اسکی طرف دعوت دینے والا اور روشن کر دینے والا سورج بنا کر بھیجا ہے۔"

اس آیت کے ابتدائی الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بڑے محبت بھرے انداز میں مخاطب فرمایا ہے۔ اس انداز تخاطب سے ایک تو آپ ﷺ کی عزت افزائی فرمائی گئی ہے اور دوسرے آپ ﷺ کے امتیوں کو آپ سے مخاطب ہونے کا ادب اور سلیقہ سکھایا گیا ہے۔ کہ تمہیں جب کبھی میرے محبوب ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کرنا یا مخاطب کرنا مقصود ہو تو آپ ﷺ کا ذاتی نام لے کر "یا محمد" کہنے کی بجائے آپ ﷺ کو دلنواز القابات سے بلانا اور متوجہ کرنا ہوگا۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے متعدد انبیاء کے اسماء گرامی کا ذکر فرمایا ہے اور انہیں ان کا نام لیکر مخاطب فرمایا گیا ہے۔ مثلاً: يَا آدَمُ، يَا نُوحُ، يَا اِبْرَاهِيمُ، يَا مُوسٰى، يَا زَكَرِيَّا، يَا يَحْيٰى، مگر بسم اللہ کی باء سے لے کر والناس کی سین تک پورے قرآن حکیم کے تیس پاروں، ایک صد چودہ سورتوں، پانچ سو چالیس رکوعات اور ہزاروں آیات کا مطالعہ فرمائیں آپ کو کسی جگہ "یا محمد" نظر نہیں آئے گا۔ بلکہ جب بھی اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں ﷺ کو مخاطب فرمایا ہے تو اوصاف سے خطاب فرمایا، القابات سے آواز دی اور صفات سے متوجہ فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ﴾②

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ﴾③

﴿ يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ○ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ ﴾④

﴿ يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَاَنْذِرْ ○ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ ﴾⑤

① الاحزاب: ٤٥-٤٦۔ ② التحریم: ١۔ ③ الاحزاب: ١۔
④ المزمل: ١، ٢۔ ⑤ المدثر: ١، ٣۔

نبی کا معنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی لوگوں کو خبر دینے والا۔ شرعی اصطلاح میں جس انسان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کا نزول اور تبلیغ کا حکم ہو اسے ''نبی'' کہا جاتا ہے۔ نبوت کا عظیم منصب کسی کو اس کی محنت، کوشش، جدوجہد، ریاضت، عبادت اور سعی و عمل کی بناء پر حاصل نہیں ہوتا بلکہ صرف اور صرف رب کی ''رحمت اور عطا'' کی وجہ سے ملتا ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھیں کہ محنت سے، ریاضت سے، عبادت سے، آدمی عالم بن سکتا ہے...... مفتی بن سکتا ہے۔۔ خطیب بن سکتا ہے۔۔ ادیب بن سکتا ہے...... مقرر بن سکتا ہے...... واعظ بن سکتا ہے...... محدث بن سکتا ہے...... مفسر بن سکتا ہے۔۔ مصنف بن سکتا ہے...... مؤلف بن سکتا ہے...... ولی بن سکتا ہے...... نیک اور صالح بن سکتا ہے۔ الغرض اپنی کوشش و محنت سے بہت کچھ بن سکتا ہے۔ مگر ''نبی اور رسول'' نہیں بن سکتا۔

پیغام پہنچانے والا

رب السماوات والارض نے قرآن حکیم کی ان آیات بابرکات میں سرورِ کونین ﷺ کا دوسرا وصف ''رسول'' بیان فرمایا ہے۔ شرعی اصطلاح میں رسول ایسے برگزیدہ انسان کو کہا جاتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کا نزول ہو۔ اسے احکامِ الٰہی کی تبلیغ کا حکم دیا جائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب بھی نازل فرمائی گئی ہو۔ کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام میں سے صرف تین سو تیرہ ہستیوں کو ''رسالت'' کا منصب عطا فرمایا گیا ہے۔ ①

ان تین سو تیرہ رسولوں میں سب سے افضل، اعلیٰ اور اشرف رسول ہمارے آقا جناب محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ رسالت کا منصب بھی عطیہ الٰہی اور رحمتِ خداوندی ہے۔ اس میں کسی انسان کی محنت، کوشش اور ہمت کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت پر جو اعتراضات کئے ان میں ایک اہم اعتراض یہ بھی تھا کہ:

﴿وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَٰذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ ۝﴾ ②

''اور ان کافروں نے کہا کہ یہ قرآن ان دو بستیوں (مکہ اور طائف) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں کیا گیا۔''

---

① فتح الباری، کتاب احادیث الانبیاء۔ ② الزخرف: ۳۱۔

ان کا خیال تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کرنا ہی تھا۔ کسی انسان کو رسول بنانا ہی تھا اور کسی بندے کے سر پہ تاج نبوت سجانا ہی تھا تو مکہ اور طائف میں ولید بن مغیرہ اور عروہ بن مسعود ثقفی جیسے مالدار، صاحب جائیداد اور لیڈر قسم کے لوگ موجود ہیں۔ ان کا استحقاق ہے کہ انہیں نبی اور رسول بنایا جائے۔ نہ کہ ''مُحَمَّد'' ﷺ جیسے غریب اور یتیم کو۔ (اللہ اکبر)

اللہ رب العزت نے کفار عرب کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ نبوت و رسالت کے استحقاق کا فیصلہ کرنا تمہارا کام نہیں بلکہ ہماری صوابدید ہے۔ تم نہیں جانتے کہ اس عظمت و رفعت کا اہل عرب کا کوئی سردار ہے یا ''آمنہ کا دُرِ یتیم''

﴿أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ﴾①

''(اے پیغمبر ﷺ) کیا انہوں نے آپ کے رب کی رحمت (رسالت و نبوت) کو تقسیم کرنا شروع کر دیا ہے۔''

نہیں، ہرگز نہیں۔ ان بے چاروں کو کیا پتہ کہ نبوت کا تاج کس کے سر پر رکھنا اور رسالت کے منصب سے کس کو نوازنا ہے۔ بلکہ

﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾②

''اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت اور پیغمبری کا بے مثال منصب کسے عطاء فرمائے۔''

اور اللہ تعالیٰ کے صحیح، درست اور برحق فیصلے کے مطابق جناب عبداللہ کے لعل اور سیدہ آمنہ کے دُرِ یتیم کے علاوہ کوئی اس مرتبے، شان، منصب اور مقام کا مستحق نہیں ہے۔

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

امام المفسرین علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے سورۃ انعام کی اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ، طاہرہ، مطہرہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت بیان فرمائی ہے جو ہمارے موضوع کے عین مطابق اور شان رسالت کی عکاس ہے۔ آپ بھی سنئے اور

① الزخرف: ۳۲۔ ② الانعام: ۱۲٤۔

رسول مکرم ﷺ کی فضیلت وعظمت کا اندازہ فرمایئے۔ ام المومنین ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ذکر فرمایا کہ سید الملائکہ جناب جبرائیل علیہ السلام نے ایک دن مجھے کہا: اے اللہ کے رسول! **قَلَّبْتُ الْاَرْضَ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَجِدْ رَجُلاً اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ.** ①

''میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو چھان مارا ہے۔لیکن (بخدا) میں نے آج تک جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے افضل اور بہتر شخص کوئی نہیں دیکھا۔''

فارسی شاعر نے جناب جبرائیل علیہ السلام کے ان مقدس کلمات کا ترجمہ اپنی زبان میں یوں کیا ہے:

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ور زیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن ''تو'' چیزے دیگری

اور پنجابی شاعر نے جناب جبریل علیہ السلام کے انہیں کلمات وحقائق کو اس طرح بیان کیا ہے۔

کہے جبریل میں لینہدے چڑھدے ڈھونڈلیا جگ سارا
ایسا کدھرے ڈٹھا نائیں جو شان محمد پیارا

شاھد کا مفہوم

سورۃ احزاب کی زیر بحث آیت مبارکہ میں سرور کائنات ﷺ کا تیسرا وصف ''شاہد'' بیان کیا گیا ہے۔شاہد کے معنی ''گواہ'' کے ہیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ امام الانبیاء ﷺ:

❁ اللہ تعالیٰ کی توحید ویکتائی کے گواہ۔ ❁ ذات الٰہی کی صفات وکمالات کے گواہ۔
❁ اپنی رسالت ونبوت کے گواہ۔ ❁ قرآن مجید کی صداقت وحقانیت کے گواہ۔
❁ حشر اور نشر کے گواہ۔ ❁ قیامت اور آخرت کے گواہ۔

---

① تفسیر ابن کثیر الانعام :۱۲۴۔

❀ جنت اور دوزخ کے گواہ۔ ❀ عرش اور کرسی کے گواہ۔
❀ صحابہ کے ایمان وایقان کے گواہ۔ ❀ نزول وحی اور احکام کے گواہ۔
❀ کلمہ طیبہ کے گواہ۔ ❀ اذان اور نماز کے گواہ۔
❀ زکوٰۃ اور صدقات کے گواہ۔ ❀ حج اور عمرے کے گواہ۔
❀ بدر واُحد کے گواہ۔ ❀ خیبر وحنین کے گواہ۔
❀ خندق اور تبوک کے گواہ۔ ❀ مکہ اور مدینہ کے گواہ۔
❀ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صداقت کے گواہ۔ ❀ عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت کے گواہ۔
❀ عثمان رضی اللہ عنہ کی سخاوت کے گواہ۔ ❀ علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت کے گواہ۔
❀ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی امانت کے گواہ۔ ❀ زبیر رضی اللہ عنہ کی حمایت کے گواہ۔
❀ صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت کے گواہ۔ ❀ صحابیات رضی اللہ عنہن کی شان کے گواہ۔
❀ حسنین رضی اللہ عنہما کی رفعت کے گواہ۔ ❀ اجمعین رضی اللہ عنہم کی عظمت کے گواہ۔
❀ اپنی امت کے گواہ۔ ❀ پہلی امتوں کے گواہ۔

بلکہ۔ پہلے نبیوں اور رسولوں کے بھی گواہ ہیں۔

یہ کوئی جذباتی اور خطیبانہ گفتگو نہیں بلکہ واقعتاً آپ ﷺ پہلی امتوں اور پہلے انبیاء کرام کے متعلق قیامت کے دن دربار الٰہی میں گواہی دیں گے۔ بلکہ آپ کے اُمتی بھی پہلی امتوں اور نبیوں کے بارے میں گواہی پیش کریں گے۔صحیح بخاری اور جامع ترمذی میں صحابی رسول جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"((يُدْعٰى نُوحٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) قیامت کے دن جناب نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ وہ، ((لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ)) کہتے ہوئے دربار الٰہی میں حاضر ہوں گے۔تو رب العزت کی طرف سے سوال ہوگا۔ اے نوح! هَلْ بَلَّغْتَ؟ کیا آپ نے (میرے احکام اور میری توحید کی) تبلیغ کی تھی؟ سیدنا نوح علیہ السلام بڑے ادب سے عرض کریں گے۔ نَعَمْ، جی ہاں۔ میں نے تبلیغ کی

تھی؟ **فَيُقَالُ لِاُمَّتِهٖ**۔ پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا۔ **هَلْ بَلَّغَكُمْ**؟ کیا انہوں نے تمہیں تبلیغ کی تھی؟ **فَيَقُوْلُوْنَ مَا اَتَانَا مِنْ نَذِيْرٍ**۔ وہ کہیں گے، ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہیں۔''

آپ ذرا حالات کی سنگینی کا تصور فرمائیں۔ حشر کا دن ہوگا اللہ رب العالمین اپنے عرش پہ جلوہ افروز ہوں گے، آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے تمام انسان جمع، آدم ثانی جناب نوح علیہ السلام اور ان کی امت دربار الٰہی میں حاضر۔ ایک طرف نوح علیہ السلام۔ دوسری طرح ان کی قوم۔ ساری انسانیت یہ منظر دیکھ رہی ہے۔ فرشتے حکم الٰہی کے منتظر دست بستہ کھڑے ہیں۔ ساڑھے نو سو سال اللہ کی توحید سنانے والے، قوم کی طرف سے جھوٹا، گمراہ اور بے وقوف ہونے کے طعنے سننے والے اور استہزاء و تمسخر کا سامنا کرنے والے اللہ کے رسول، پیغمبر اور نبی سیدنا نوح علیہ السلام سے پوچھا جا رہا ہے۔ کیا تم نے میرے احکام اپنی امت تک پہنچائے؟ وہ منصب نبوت کا دفاع کرتے ہوئے، حقیقت حال کی وضاحت کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے عرض کرتے ہیں: اے اللہ! میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا تھا۔ مگر امت فوراً بول اٹھتی ہے کہ ہم تو انہیں جانتے ہی نہیں۔ ہم نے کبھی ان کی صورت ہی نہیں دیکھی اور ہم تو ان سے متعارف ہی نہیں ہیں۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے کبھی ہمیں سمجھایا ہی نہیں۔ بلکہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا، تبلیغ کرنے والا اور توحید سنانے والا آیا ہی نہیں ہے۔ (استغفر اللہ)

''جناب نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے اس جواب سے ازحد نالاں اور پریشان کھڑے ہوں گے کہ **فَيَقُوْلُ** اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ **مَنْ يَّشْهَدُ لَكَ**؟ کوئی ہے جو تمہاری گواہی دے کہ تم نے اپنی امت تک میرا پیغام پہنچایا۔ جناب نوح علیہ السلام (چاروں طرف دیکھ کر) فرمائیں گے۔ ہاں، **مُحَمَّدٌ وَّاُمَّتُهٗ**، جناب محمد ﷺ اور ان کی امت میری گواہی دیں گے۔ (سبحان اللہ) آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر، **فَيَشْهَدُوْنَ اَنَّهٗ، قَدْ بَلَّغَ**، میری امت کے لوگ دربار خداوندی میں جناب نوح علیہ السلام کے حق میں گواہی

دیں گے کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا تھا۔ جب امت محمدیہ گواہی دے کر فارغ ہو جائے گی تو پھر، وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا، جناب محمد رسول اللہ ﷺ اپنی امت کی گواہی کی تائید میں خود بھی گواہی دیں گے۔" ①

یہ معاملہ صرف جناب نوح علیہ السلام تک ہی محدود نہیں بلکہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی امتیں بھی جب حشر کے دن دربار خداوندی میں اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور نبیوں کی خدمات اور تبلیغ کا انکار کریں گی تو اللہ تعالیٰ اپنے آخری نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کو انبیاء عظام کے حق میں گواہی دینے کا اعزاز بخشے گا۔ اور آپ ﷺ کی امت کے افراد قرآنی حقائق کی روشنی میں اور نبی اکرم ﷺ کی زبان اقدس سے پہلے انبیاء کرام کے بارے میں فرمائے گئے ارشادات کے مطابق اللہ تعالیٰ کے رسولوں، نبیوں اور پیغمبروں کی سچائی، صداقت اور ان کی تبلیغی خدمات پر شہادت اور گواہی پیش کریں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس امت اور نبی محترم ﷺ کی گواہی کو قبولیت کا شرف بخشتے ہوئے انبیاء کرام کے حق میں اور ان کی امتوں کے خلاف فیصلے فرمائیں گے۔ سرور کائنات ﷺ کی زبان حق ترجمان نے اس صورت حال کی وضاحت یوں فرمائی ہے:

يُجِيْءُ النَّبِيُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَيُجِيْءُ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ وَيُجِيْءُ النَّبِيُّ وَمَعُه الثَّلَاثَةُ اَوْاَكْثَرُمِنْ ذَالِكَ فَيُدْعٰى قَوْمُه، فَيُقَالُ لَه: هَلْ بَلَّغْتَ قَوْمَكَ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ۔ فَيُدْعٰى قَوْمُه، فَيُقَالُ: هَلْ بَلَّغَكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ:لَا، فَيُقَالُ؟ مَنْ شَهِدَ لَكَ؟ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ وَّاُمَّتُه، فَتُدْعٰى اُمَّةُ مُحَمَّدٍ فَيُقَالُ: هَلْ بَلَّغَ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نِعَمْ، فَيَقُوْلُ وَمَا عَلَيْكُمْ بِذَالِكَ؟فَيَقُوْلُوْنَ: اَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا بِذَالِكَ اَنَّ الرُّسُلَ قَدْ بَلَّغُوا فَصَدَّقْنَاهُ۔

① صحيح البخاري، كتاب التفسير باب قوله تعالىٰ وكذالك جعلنا كم أمة وسطا...... :٤٤٨٧؛ جامع ترمذي، ابواب التفسير، باب ومن سورة البقرة: صححه الالباني: ٢٩٦١۔

فَذَالِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿وَكَذَالِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾[1]

''قیامت کے دن ایک نبی دربار خداوندی میں پیش کیا جائے گا اور (ان کے ساتھ ان کے ماننے والا) صرف ایک آدمی ہوگا۔ ایک دوسرے نبی کو لایا جائے گا۔تو ان کے ساتھ (ان کے فرمانبردار) صرف دو آدمی ہوں گے۔اور کسی کے تین یا اس سے زیادہ ہوں گے۔ پھر اس نبی کی قوم کو بلایا جائے گا۔ (جن کی طرف انہیں نبی بنا کر بھیجا گیا تھا) تو اس نبی سے سوال کیا جائے گا۔کیا آپ نے اپنی قوم کو احکام الٰہی کی تبلیغ کی؟ وہ نبی عرض کریں گے: جی ہاں۔ پھر ان کی قوم سے پوچھا جائے گا کہ کیا اس نبی نے تمہیں اللہ کے احکام پہنچائے؟ یعنی تبلیغ کی وہ کہیں گے: نہیں (ہمارے پاس تو کوئی تبلیغ کرنے والا نہیں آیا) اس نبی سے کہا جائے گا: اب آپ کی گواہی کون دے گا؟ وہ عرض کریں گے: ''محمد ﷺ اور ان کی امت میری گواہ ہے۔'' پس جناب محمد ﷺ کی امت کو بلایا جائے گا اور ان سے سوال ہوگا کہ کیا اس (نبی) نے تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: جی ہاں۔ انہوں نے اپنی قوم کو تبلیغ کی تھی۔ اب امت محمدیہ سے پوچھا جائے گا کہ (تم تو سب کے بعد آئے تھے) تمہیں کیسے علم ہوا کہ انہوں نے تبلیغ کی؟ سرور کونین کے امتی عرض کریں گے: ہمارے نبی محمد ﷺ نے ہمیں خبر دی تھی: تمام انبیاء نے احکام الٰہی کی تبلیغ کا حق ادا کیا تھا۔تو ہم اپنے نبی ﷺ کے بتانے پر تصدیق کرتے ہیں کہ ان انبیاء کرام نے تبلیغ حق کا فریضہ کماحقہ سرانجام دیا۔ آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمانے کے بعد کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے۔''

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا۟ شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِ وَيَكُونَ ٱلرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾

---

[1] سنن ابن ماجه كتاب الزهد، باب صفة محمد ﷺ صححه الالباني: ٤٢٨٦۔

"اور اسی طرح ہم نے آپ کو امت وسط بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول ﷺ تمہارے متعلق گواہی دیں گے۔"

میں نے دو احادیث مبارکات سے "شاہد" کے معنی کی وضاحت عرض کر دی ہے۔ بعض لوگ قرآنی الفاظ کی من مانی تاویلات کر کے اس لفظ سے رسول محترم ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کا نظریہ کشید کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو قرآن حکیم میں سراسر تحریف اور من پسند تاویل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حاضر و ناظر کوئی شرعی اور دینی اصطلاح نہیں ہے اور قرآن حکیم کے تیس پاروں، کسی صحیح حدیث مبارکہ اور خلفائے راشدین کے اقوال بلکہ کسی صحابی کے فرمودات میں بھی نبی اکرم ﷺ کے لیے ان الفاظ کا استعمال ثابت نہیں ہے۔ یہ اصطلاح ایجاد خود اور بعد کی پیداوار ہے اور آپ ﷺ کے بارے میں حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنا اسلامی تعلیمات کے منافی اور قرآن و سنت کے واضح احکام سے متصادم ہے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو قرآن و سنت پر عمل کرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین

خوشخبری سنانے والا

اللہ تعالیٰ نے سورۃ احزاب کی اس آیت کریمہ میں نبی آخر الزماں ﷺ کا چوتھا وصف "مبشر" بیان فرمایا ہے۔ جس کے معنے "خوشخبری سنانے والا" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی متعدد آیات میں امام الرسل ﷺ کے اس وصف عظیم کی وضاحت فرمائی ہے کہ آپ ﷺ توحید پرستوں، فرماں برداروں، اطاعت گزاروں اور وفا شعاروں کو "جنت" کی خوشخبری سنانے والے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿فَإِنَّمَا يَسَّرْنَٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ ٱلْمُتَّقِينَ﴾①

"اے رسول! ہم نے اس قرآن مجید کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے۔ تاکہ آپ کے ذریعے اہل تقویٰ کو خوشخبری سنائیں۔"

قرآن حکیم کے پہلے پارے میں آپ ﷺ کو خوشخبری سنانے کا حکم دیا جا رہا ہے:

﴿وَبَشِّرِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ﴾②

① مریم:۹۷۔ ② البقرہ:۲۵۔

''اور آپ ایمانداروں اور نیک اعمال کرنے والوں کو ایسی جنتوں کی خوشخبری سنا دیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔''

گیارہویں پارے میں بشارات کا حکم دیتے ہوئے اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾①

''اور اہل ایمان کو خوشخبری سنا دیجئے کہ انہیں ان کے رب کے پاس بلند مرتبہ دیا جائے گا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآنی آیات میں بار بار بشارتیں دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ○﴾②

''اور صاحب ایمان لوگوں کو خوشخبری سنا دیں۔''

﴿وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ○﴾③

''اور صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیں۔''

﴿وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ ○﴾④

''اور عاجزی اختیار کرنے والوں کو خوشخبری سنائیں۔''

﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ ○ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ﴾⑤

''اللہ تعالیٰ کی بات غور سے سننے والوں کو خوشخبری سنا دو۔''

ہماری زیر بحث آیت مطہرہ میں فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا﴾

''اے نبی! ہم نے آپ کو گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔''

عذاب سے ڈرانے والا

سورۃ الاحزاب کی زیر بحث آیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پانچواں وصف ''ڈرانے والا'' بیان فرمایا گیا ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک لقب ''نذیر'' اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا

① یونس: ۲۔ ② البقرہ: ۲۲۳۔ ③ البقرہ: ۱۵۵۔
④ الحج: ۳۴۔ ⑤ الزمر: ۱۷، ۱۸۔

بھی ہے۔ آپ ﷺ کیلئے یہ لفظ بھی قرآن کریم کی متعدد آیات میں زیر بحث آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ کہ آپ مشرکوں، کافروں، نافرمانوں، گستاخوں، بے ادبوں اور منکروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔

﴿إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ﴾①

''میں تو صرف (عذاب سے) ڈرانے والا ہوں اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔''

﴿فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ﴾②

''تحقیق تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا آ گیا ہے۔''

﴿إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ○﴾③

''وہ تو صرف واضح ڈرانے والا ہے۔''

﴿إِنَّمَا أَنْتَ نَذِيرٌ﴾④

''آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔''

﴿وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ○﴾⑤

''اور آپ فرما دیجئے کہ میں تو صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔''

﴿إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ ○﴾⑥

''آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔''

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ○﴾⑦

''آپ کہہ دیجئے، اے لوگو! میں تو تمہیں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔''

اللہ کی طرف بلانے والا

امام الرسل ﷺ کا چھٹا وصف جو آیات میں ذکر کیا گیا ہے وہ ہے: ﴿دَاعِيًا إِلَى اللهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والا اور رب العزت کی طرف بلانے والا'' مگر اپنی مرضی اور خواہش سے بلانے والا نہیں، بلکہ ﴿بِإِذْنِهِ﴾ اللہ کریم کے حکم، فرمان اور

① الاعراف: ۱۸۸۔ ② المائدہ: ۱۹۔ ③ الاعراف: ۱۸٤۔
④ ھود: ۱۲ ⑤ الحجر: ۸۹۔ ⑥ الفاطر: ۲۳۔ ⑦ الحج: ٤۹۔

ارشاد کے مطابق لوگوں کو اللہ رحیم و کریم کی طرف بلانے اور انہیں غیر اللہ کی عبادت سے ہٹا کر ایک اللہ جل جلالہ کے حضور جھکانے والا۔

حقیقت یہ ہے کہ اعلان نبوت کے بعد رسول محترم کی پوری زندگی ''دعوت الی اللہ'' اور تبلیغ اسلام میں گزری ہے۔ آپ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ فرمائیں تو آپ ﷺ

- کبھی فاران کی چوٹیوں پر۔
- کبھی عکاظ کے میلے میں۔
- کبھی طائف کے کوہساروں میں۔
- کبھی بطحاء کے ریگزاروں میں۔
- کبھی خلوت میں۔
- کبھی جلوت میں۔
- کبھی مجلس میں۔
- کبھی حرم کعبہ میں۔
- کبھی کفار کی محفل میں۔
- کبھی ایک ایک کو
- کبھی چند ایک کو۔
- کبھی گرمی میں۔
- کبھی سردی میں
- کبھی دن کو۔
- کبھی رات کو۔
- کبھی صبح کے وقت
- کبھی شام کے وقت۔
- کبھی اندھیروں میں۔
- کبھی اجالوں میں
- کبھی سفر میں۔
- کبھی حضر میں۔
- کبھی مکے میں۔
- کبھی مدینے میں۔
- کبھی بدر میں۔
- کبھی احد میں۔
- کبھی خیبر میں۔
- کبھی تبوک میں۔
- کبھی مسجد میں۔
- کبھی گھر میں۔
- کبھی دکان میں۔
- کبھی مکان میں
- کبھی مردوں کو۔
- کبھی عورتوں کو۔
- کبھی جوانوں کو
- کبھی بوڑھوں کو۔
- کبھی اپنوں کو۔
- کبھی بیگانوں کو۔
- کبھی واقفوں کو۔

- کبھی ناواقفوں کو۔
- کبھی دوستوں کو
- کبھی دشمنوں کو۔
- کبھی موافقوں کو۔
- کبھی مخالفوں کو۔
- کبھی کافروں کو۔
- کبھی مشرکوں کو۔
- کبھی منافقین کو۔
- کبھی حاسدین کو ......اور......
- کبھی مومنین کو

اللہ کے دین کی دعوت دیتے، تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے اور لوگوں کو قرآن وسنت کی طرف بلاتے ہوئے ہی نظر آئیں گے۔ آپ کے اسی وصف کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ○ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ○ ﴾

سراج منیر

ان آیات میں امام الانبیا ﷺ کا ایک وصف اور لقب ﴿سِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ بھی ذکر کیا گیا ہے۔ سراج کے معنے سورج اور منیراً کے معنے روشنی پھیلانے والا ہیں۔

اس میں ذرہ بھر شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ ہمارے ہادی و رہنما جناب محمد مصطفی ﷺ توحید کی روشنی پھیلانے والے، رسالت کی روشنی پھیلانے والے، نبوت کی روشنی پھیلانے والے، علم کا نور پھیلانے والے، قرآن کا نور پھیلانے والے، سنت کی روشنی سے دلوں کو منور کرنے والے، کفر و شرک کو مٹانے والے، تاریکیاں دور ہٹانے والے، ظلم کا خاتمہ فرمانے والے، مظلوموں کو حق دلانے والے، جہالت اور لاعلمی سے بچانے والے، اللہ کے ساتھ ملانے والے، اور غیر اللہ کا در چھڑانے والے ہیں۔

﴿سِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ کے دو الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے کمالات کی وسعت ایسے دلفریب انداز میں بیان فرمائی ہے کہ انسان قرآن حکیم کے حسن اور ایجاز و اختصا کے اعجاز پر خراج تحسین پیش کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ صرف سورج نہیں فرمایا بلکہ ''آفتاب عالم تاب'' سارے جہان کو روشن کردینے والا سورج فرمایا ہے۔

آپ کو معلوم ہے طلوع آفتاب سے قبل رات کا اندھیرا ہوتا ہے اور تاریکی نے ہر طرف ڈیرے ڈال رکھے ہوتے ہیں۔ مگر سورج کے طلوع ہوتے ہی اندھیرے، تاریکیاں اور ظلمات ختم ہو جاتی ہیں اور ہر طرف روشنی ہی روشنی پھیل جاتی ہے۔ اسی طرح رسول محترم ﷺ یعنی آفتاب نبوت کے طلوع ہونے سے قبل ہر طرف کفر، شرک، طغیانی، سرکشی، بغاوت، عداوت، نفرت، بغض، حسد، دشمنی اور مخالفت کی جو تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں۔ جونہی آپ ﷺ آفتاب رسالت بن کر طلوع ہوئے تو یہ تمام اندھیرے چھٹ گئے اور دنیا میں توحید، سنت، محبت، شفقت، الفت، رأفت، عقیدت اور مودت کی روشنی پھیل گئی۔

آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ رات کے اندھیرے کو کم کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے آسمان پر ستاروں اور چاند کی ہلکی روشنی کا انتظام فرما رکھا ہے۔ مگر سورج کے طلوع ہوتے ہی چاند اور ستاروں کی روشنیاں بھی ختم ہو جاتی ہیں اور سورج کی شعاعیں ہر طرف روشنی اور نور بکھیرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ بعینہ محمدی آفتابِ نبوت کے طلوع سے قبل اللہ تعالیٰ نے جہالت کی تاریکی کم کرنے یا ختم کرنے کے لئے متعدد انبیائے کرام مبعوث فرمائے۔ جنہوں نے اپنی بساط کے مطابق دنیا سے کفر و شرک کی ظلمات میں نور ایمان کی شمع جلائے رکھی۔ مگر جب ہمارے آقا کی نبوت کا بے مثال سورج طلوع ہوا تو وہ چاند اور ستارے خود بخود غائب ہو گئے اور چاروں طرف نور نبوت کی کرنوں نے روشنی پھیلانی شروع کر دی۔

آپ حضرات کو یہ بھی علم ہے کہ جب آسمان پر سورج طلوع ہو جائے تو پھر عارضی روشنیوں کیلئے جلائی گئی موم بتیوں، چراغوں اور بلبوں کو بند کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ سورج کی روشنی کی موجودگی میں ان ہلکی پھلکی روشنیوں کی کوئی اہمیت اور ضرورت نہیں رہتی ہے۔ اسی طرح سرور کائنات ﷺ کی نبوت اور رسالت کا سورج طلوع ہو جانے کے بعد اب کسی ظلی، بروزی نبوت، امامت اور کسی فقہ کی روشنی، اقوال کے دیے اور فتوؤں کی موم بتیاں جلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بقول شاعر ؂

دن ہوندیاں جیہڑا دیوا بالے احمق اس نوں کہیے
احمد ہوندیاں جو غیراں نوں ڈھونڈے اس دا نام کی لیئے

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ○ وَّدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ○﴾

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نور نبوت کی کرنوں اور آفتاب رسالت کی شعاعوں سے اپنے قلوب و اذہان کو منور کرنے اور اس کے علاوہ ہر ایک سے بچنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین

جہانوں کی رحمت ہے اس کی ''نذیری''
زمانوں کی نعمت ہے اس کی ''بشیری''
جہاں پاک ہوا ظلمتوں سے سراپا
وہ بدر الدُجائی ''سراجاً منیری''

نبی اکرم ﷺ کی دلجوئی

امام الانبیاء ﷺ کی حیات مبارکہ کا مکی دور تھا۔ قریش مکہ پرزور طریقے سے آپ کی مخالفت کررہے اور آپ کے جاں نثاروں کو ستا رہے تھے کہ اچانک آپ ﷺ پر بیماری کا حملہ ہو گیا اور علالت طبع کے باعث آپ تین راتیں مسلسل نماز تہجد کے لئے بیدار نہ ہوسکے۔ ابولہب کی بیوی، آپ کی چچی اور پڑوسن اُمّ جمیل آپ کے پاس آئی اور طنزیہ، استہزائیہ اور تمسخرانہ انداز میں بولی:

((مَا أَرٰى شَيْطَانَكَ إِلَّا قَدْ تَرَكَكَ لَمْ أَرَهُ قُرْبَكَ مُنْذُ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثٍ))

''میرا خیال ہے کہ تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے۔ دو تین راتوں سے میں نے اسے تمہارے پاس آتے ہوئے نہیں دیکھا۔''

آپ ﷺ اُمّ جمیل کی یہ باتیں سن کر آزردہ خاطر ہوئے تو اللہ تعالیٰ آپ کی دلجوئی، تسلی اور تشفی کے لئے سورۃ الضحیٰ نازل فرما دی، ارشاد ہوا:

﴿وَالضُّحٰى ○ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى ○ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ○ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولٰى ○ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○﴾①

① الضحیٰ: ۱۔۵۔

''قسم ہے روز روشن کی، اور رات کی، جب وہ چھا جائے۔ آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ ناراض ہوا ہے۔ اور البتہ آنے والی گھڑی آپ کے لئے پہلی سے بہت بہتر ہے۔ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا کچھ عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔''

بعض روایات میں ہے کہ بعثت مبارکہ کے ابتدائی ایام میں چند دن کے لئے وحی کا سلسلہ منقطع ہوا تو کفار مکہ نے طعنہ زنی شروع کردی کہ محمد ﷺ کے رب نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو گیا ہے۔ اس لئے وحی کا نزول رک گیا ہے تو اللہ کریم نے آپ کے زخمی دل کی مرہم پٹی کے لئے یہ آیات نازل فرمائیں اور آگاہ فرما دیا کہ آپ کا رب آپ سے بالکل ناراض نہیں ہوا۔ اس نے آپ کو نہیں چھوڑا۔ بلکہ مصلحت اور حکمت کی بنا پر چند دن کے لئے عارضی طور پر نزول وحی کا سلسلہ منقطع ہوا تھا۔ جواب پھر بحال ہو گیا ہے اور اے رسول! ﷺ آپ کے لئے خوشخبری یہ ہے کہ آپ کے لئے ہر آنے والا دن، پہلے سے بہتر، ہر آنے والی گھڑی پہلی سے اچھی اور ہر آنے والا لمحہ پہلے سے اعلیٰ ہے۔

- آپ ﷺ کا لڑکپن بچپن سے اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی جوانی لڑکپن سے اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی اُدھیڑ عمری، جوانی سے اعلیٰ۔
- اعلان نبوت کے بعد کی زندگی پہلی سے اعلیٰ۔
- مدنی زندگی، مکی سے اعلیٰ۔
- عالم دنیا کی حیات عالم بطن سے اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کا برزخ، دنیا سے اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی آخرت، برزخ سے اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کا حشر، قبر سے اعلیٰ۔
- آپ ﷺ کی جنت، حشر سے اعلیٰ۔

﴿وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى﴾

آپ سرورِ کائنات ﷺ کی ذاتِ گرامی پر اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا اندازہ فرمائیں۔ اور آپ کی دلجوئی کے لئے نازل کئے جانے والے الفاظ وکلمات پر غور فرمائیں۔ یہ ایک موقع پر نہیں، دو بار نہیں، تین مرتبہ نہیں، بلکہ جب بھی اسلام کے دشمنوں نے آپ پر اعتراض کیے، الزام لگائے، باتیں بنائیں اور طرح طرح سے ستایا تو اللہ تعالیٰ نے خود جواب ارشاد فرمایا۔

وہی یٰسین، وہی طٰہٰ

نبی اکرم ﷺ کی مکی زندگی کا وسطی یا آخری دور تھا۔ آپ ﷺ اور آپ کے فداکاروں پر بے انتہا ظلم و ستم کیا جا رہا تھا۔ آپ ﷺ کو دین کی دعوت اور اشاعت سے روکنے کے لیے مذاق، استہزاء، طنز اور تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ آپ ﷺ کی ذات والا صفات پر تنقید کی جاتی اور آپ ﷺ کو ذہنی اور قلبی اذیت میں مبتلا کرنے کے لیے اعتراضات کئے جاتے اور الزامات لگائے جاتے تھے اور پریشانی سے دو چار کرنے کے لیے کہا جاتا تھا:

﴿وَ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ﴾①

”اور کفار کہتے ہیں کہ اے وہ شخص (محمد ﷺ) جس پر نصیحت (والی کتاب) نازل کی گئی ہے تو، تو دیوانہ ہے۔“

اور بسا اوقات عوام کی نظروں میں (نعوذ باللہ) آپ کی حیثیت کو گرانے اور لوگوں کو آپ سے دور رکھنے کے لئے یہ حربہ آزمایا جاتا ہے۔

﴿وَ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ﴾②

”اور کفار کہتے ہیں کہ یہ (محمد ﷺ) جھوٹا جادوگر ہے۔“

اور کئی بار نبی اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کا انکار کرنے کے لئے مشرکین مکہ یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں:

﴿وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا﴾③

① الحجر: ٦۔ ② ص: ٤۔ ③ الرعد: ٤٣۔

''اور کافر کہتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے رسول نہیں ہو۔''

آپ حالات کی سنگینی اور کافروں کے طریق اذیت کا اندازہ فرمائیں کہ رسول اکرم ﷺ کو کوئی کہتا ہے: یہ ''جادوگر'' ہے، کوئی بکواس کرتا ہے، یہ ''پاگل'' ہے، کسی کی زبان پر ہے کہ ''یہ مجنوں اور دیوانہ'' ہے۔ آخر سب مل کر نعرہ لگاتے ہیں۔ اے محمد! (ﷺ) تو، اللہ کا رسول ہی نہیں ہے۔ آپ تصور فرمائیں کہ رسولِ امین ﷺ کے دل نازک پر کیا گزرتی ہوگی؟ کہ اے میرے اللہ! میں ان مکہ والوں کو تیری توحید کا درس دیتا ہوں تو یہ مجھے پاگل کہتے ہیں۔ تیرا قرآن سناتا ہوں تو یہ مجھے جادوگر کہتے ہیں۔ آخرت کی بات کرتا ہوں تو دیوانہ گردانتے ہیں اور رسالت کی تبلیغ کرتا ہوں تو مجنوں بتاتے ہیں اور آخرکار آوازے کستے ہیں:

''تو رسول نہیں ہے۔ تو رسول نہیں ہے۔''

ان نامساعد، اذیت ناک، تکلیف دہ اور پریشان کن حالات میں ایک دن رحمت حق جوش میں آتی ہے۔ حکم ہوتا ہے۔ اے جبریل! جبریل عرض کرتے ہیں: **لَبَّيْكَ يَا رَبِّ جَلِيْل!** فرمایا: جاؤ، پریشان ہے میرا محمد ﷺ اللہ! کیا پیغام لے کر جاؤں؟ حکم ہوا میرے محبوب نبی کے زخمی دل پر مرہم پٹی کے لئے سورۃ یٰسین کا تحفہ لے کر جاؤ اور میرے حبیب سے کہہ دو: اے اولاد آدم کے سردار! اگر یہ ظالم و کافر، فاسق و فاجر اور مشرک و مجرم، تیری رسالت و نبوت کو نہیں مانتے تو کیا ہوا۔ میں کائنات کا رب، آسمان و زمین کا مالک اور ہر چیز کا خالق، قسم کھا کر کہتا ہوں:

''تو میرا رسول ہے۔'' فرمایا:

﴿يٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝﴾

''اے سید البشر! مجھے حکمت والے قرآن کی قسم ہے۔ بے شک تو میرے بھیجے ہوئے رسولوں میں سے ایک رسول ہے۔''

اے میرے محبوب! جب میں تیرا پروردگار، قرآن کی قسم کھا کر تیری رسالت کی گواہی دے رہا ہوں تو ان کافروں اور مشرکوں کے انکار سے رنجیدہ خاطر ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

صاحب خلق عظیم

اوصاف محمدی، القاب محمدی، فضائل محمدی، خصائص محمدی، اعزازات محمدی، نوازشات محمدی ﷺ اور خصائل محمدی ﷺ کے تذکرے میں آپ کو قرآن حکیم کا ایک اور مقام سنانے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ○ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ○ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ○ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○﴾[1]

"ن، قسم ہے دوات کی اور قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں اس کی (اے پیغمبر) آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں اور یقیناً آپ کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ اور بے شک آپ تو عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے ان آیات منورات میں کافروں کی ایک ایک بات اور ان کے ایک ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے رسولِ امین ﷺ کو مطمئن فرما دیا کہ آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں آپ کی طرف سے جواب دینے کے لئے اور آپ کا ہر طرح سے دفاع کرنے کیلئے کافی اور وافی ہوں۔ فرمایا: اے مکے کے کافرو۔ تم اسے دیوانہ کہتے ہو، اسے مجنون گردانتے ہو؟ جس کی تعریف سے قلم کو فرصت نہ ملے، جس کے رخِ انور کو دیکھ کر لوگ آنکھیں روشن کریں۔ جس کی حکمت بھری باتیں سن کر دلوں کے زنگ دور ہوں۔ جس کی صحبت میں بیٹھنے سے سعادت مندی حاصل ہو۔ جس کی قربت سے بدبخت، خوش قسمت بن جائیں۔ جو قول میں سچا، فعل میں سُچا اور کردار میں نفیس ہے۔ جس کا خلق، خلقِ عظیم ہو، جس کا علم وسیع ہو، جس کا حلم مثالی ہو۔ جس کی برکات بے شمار ہوں۔ جس کی خوبیاں ان گنت ہوں۔ جس کے فضائل لاتعداد ہوں اور جس کے القابات وخطابات بے حساب ہوں۔ اسے "مجنون" کہنے والے سے بڑا احمق اور پاگل کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

---

[1] القلم:١ تا ٤۔

نبی کریم ﷺ کی ذات ستودہ صفات تو وہ ہے جسکے بارے میں ہندو شاعر ہری چند اختر بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ:

کس نے ذرّوں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا

زندہ ہوجاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا "دُرِّ یتیم"
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا!

کہہ دیا "لَاتَقْنَطُوْا" اختر کسی نے کان میں
اور دل کو سر بسر محو تمنا کر دیا

آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

اعضائے جسمانی اور قرآن

قرآنی آیات کی روشنی میں رسول رحمت ﷺ کی شان اور عظمت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ رب کائنات نے رسول کائنات ﷺ کے جسمانی اعضاء کا تذکرہ کرنے کے لئے قرآن کی آیات نازل فرما دی ہیں۔ توجہ فرمائیں۔ میں طوالت سے بچتے ہوئے صرف اشارات پر اکتفا کر رہا ہوں۔

ہاتھ مبارک

﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ﴾①

''اور (اے پیغمبر) آپ اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے باندھ کر نہ رکھیے یعنی بخل نہ فرمایئے اور نہ اسے بالکل ہی کھول دیجیے یعنی فضول خرچی بھی نہ کیجیے۔''

چہرہ منور

﴿قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ﴾②

''تحقیق ہم آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔''

زبان مقدس

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾③

''(اے رسول) آپ وحی الٰہی کو یاد کرنے کے لئے (نزول وحی کے وقت) اپنی زبان کو جلدی جلدی حرکت نہ دیا کریں۔''

قلب اطہر

﴿فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾④

''وہ جبریل تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپکے دل پر قرآن حکیم نازل فرماتا ہے۔''

بابرکت سینہ

﴿أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾⑤

''کیا ہم نے آپ کا سینہ (کشادہ) نہیں کر دیا۔''

متبرک پشت

﴿وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ﴾⑥

''اور ہم نے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپکی کمر کو بوجھل کر رکھا تھا۔''

---

① بنی اسرائیل:۲۹۔ ② البقرہ:۱۴۴۔ ③ القیامہ:۱۹۔
④ البقرہ: ۹۸۔ ⑤ الانشراح :۱۔ ⑥ الانشراح:۲،۳۔

باحیا آنکھ

﴿ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ﴾①

''اور (اے پیغمبر) آپ اپنے صحابہ کرام سے اپنی آنکھوں کو نہ پھیریں۔''

آپ ﷺ کے وجود مبارک اور جسمانی اعضاء کے علاوہ آپ کی ذات سے متعلق کئی دیگر اشیاء کا بھی قرآن کریم میں ذکر فرمایا گیا ہے۔

زندگی اور موت

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾②

''اے رسول! کہہ دیجئے کہ بے شک میری نماز، میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کیلئے ہے۔''

چادر مبارک

﴿ يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴾ ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴾③

''اے کپڑا اوڑھ کر لیٹنے والے۔''

نیند سے بیداری

﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ ﴾④

''اور آپ رات کو بیدار ہو کر نماز تہجد پڑھا کریں۔''

عمر مطہر

﴿ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾⑤

''تحقیق میں نے اس سے پہلے تم میں ایک لمبی عمر گزاری ہے پھر کیا تم عقل نہیں رکھتے۔''

کھانے کا تذکرہ

﴿ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ ﴾⑥

''انہوں نے کہا یہ کیسا رسول ہے؟ جو کھانا کھاتا ہے۔''

---

① الکہف:۲۸۔ ② الانعام:۱۶۲۔ ③ المزمل:۱، المدثر:۱۔
④ بنی اسرائیل:۷۹۔ ⑤ یونس:۱۶۔ ⑥ الفرقان:۷۔

چال ڈھال

﴿وَ يَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ﴾ ①

''اور وہ (رسول) بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔''

نسبت کی بات ہے

قرآن حکیم میں رسول کریم ﷺ سے تعلق اور نسبت رکھنے والے بعض مقامات کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔کہ جنہیں آپ ﷺ کی وجہ سے عزت و عظمت،شرف اور احترام نصیب ہوا۔

مکہ مکرمہ

﴿لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ﴾ ②

''مجھے قسم ہے اس شہر(مکہ) کی۔اور(اے پیغمبر) آپ اترنے والے ہیں اس شہر میں۔''

مدینہ منورہ

﴿مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ﴾ ③

''اور مدینہ کے باشندوں اور اس کے گردونواح کے دیہاتیوں کیلیے مناسب نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہیں۔''

میدان بدر

﴿وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ﴾ ④

''اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں تمہاری مدد فرمائی جبکہ تم از حد کمزور تھے۔''

مقام حنین

﴿وَ يَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ﴾ ⑤

① الفرقان:۷۔ ② البلد: ۱، ۲۔ ③ التوبہ:۱۲۰۔
④ آل عمران: ۱۲۳۔ ⑤ التوبہ:۲۵۔

''اور حنین کے دن بھی اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد فرمائی۔ جب تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہو گیا تھا۔''

غارِ ثور

﴿اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾ ①

''جب اس کو کافروں نے (مکہ سے) نکال دیا تھا۔ وہ دو میں دوسرا تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے۔''

آپ قرآن حکیم کا مطالعہ فرمائیں تو آپ کو قرآن مجید میں سرورِ کون و مکاں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے:

- جسمانی اعضاء کا تذکرہ ملے گا۔
- آپ ﷺ کے القاب کا تذکرہ ملے گا۔
- آپ ﷺ کے اوصاف کا تذکرہ ملے گا۔
- آپ ﷺ کی صفات کا تذکرہ ملے گا۔
- آپ ﷺ کی صحبوں کا تذکرہ ملے گا۔
- آپ ﷺ کے یاروں کا تذکرہ ملے گا۔
- آپ ﷺ کے پیاروں کا تذکرہ ملے گا
- آپ ﷺ کی ازواج کا تذکرہ ملے گا۔
- آپ ﷺ کی بنات کا تذکرہ ملے گا۔

آپ جوں جوں قرآن حکیم کی گہرائی میں جائیں گے آپ پر واضح ہوتا جائے گا کہ قرآن کریم۔

- آپ کے اقوال بیان کرتا ہے۔
- آپ کے اعمال بیان کرتا ہے۔
- آپ کے کمال بیان کرتا ہے۔
- آپ کے افعال بیان فرماتا ہے۔

① التوبۃ: ٤٠۔

- آپ کی شرافت بیان کرتا ہے۔
- آپ کی عدالت بیان کرتا ہے۔
- آپ کی شجاعت بیان کرتا ہے۔
- آپ کی خطابت بیان کرتا ہے۔
- آپ کی دیانت بیان کرتا ہے۔
- آپ کی فصاحت بیان کرتا ہے۔
- آپ کی بلاغت بیان کرتا ہے۔
- آپ کی نجابت بیان کرتا ہے۔
- آپ کی قرابت بیان کرتا ہے۔
- آپ کی امامت بیان کرتا ہے۔

قرآن کریم رسول اللہ ﷺ کی۔

- سیرت بیان کرتا ہے۔
- صورت بیان کرتا ہے۔
- تقریر بیان کرتا ہے۔
- تفسیر بیان کرتا ہے۔

مختصر یہ کہ قرآن حکیم، سرورِ کائنات ﷺ کی زندگی بیان کرتا ہے اور آپ ﷺ کے سفر آخرت کا تذکرہ بھی کرتا ہے۔

قرآن حکیم کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کی جو عظمت، شان، بزرگی اور برتری بیان کی گئی ہے۔ اس کا خلاصہ مولانا عبدالرحمان عاجز رحمہ اللہ نے یوں بیان کیا ہے کہ۔

نازشِ کُل وہ شمعِ سُبل وہ، رہبرِ کل وہ، ختم الرسل وہ
ہر خوبی شایانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نام میں اعلیٰ، کام میں بالا، سب سے نرالا، کملی والا
دامنِ حق و امانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عابد و اَعبد، زاہد و اَزہد، ماجد و اَمجد، حامد و اَحمد
عظمتِ بے پایانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

علم میں اَعلم، فہم میں اَفہم، قول میں اَحکم، فعل میں اَکرم
جاری ہے فیضانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نورِ ہدایت، شمعِ صداقت، ماہِ اَمانت مہرِ دیانت
اللہ اللہ شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

صدق کے حامل، عدل کی منزل، حلم کے حامل، علم کے عامل
گلہائے بستانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

میں نے بڑے اختصار کے ساتھ قرآنی آیات مبارکات سے نبی محترم ﷺ کی عظمت، رفعت، بزرگی اور مقام عرض کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور ''شانِ مصطفیٰ بزبانِ خُدا'' بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ مسلمانوں میں اس باعظمت رسول کی فرمانبرداری کا جذبہ بیدار ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾(1)

''یقینا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان فرمایا۔ جب اس نے ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔ وہ ان پر اللہ کی آیات پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور بے شک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

اللہ کریم ہم سب کو اس عظیم رسول ﷺ کا فرمانبردار اور اطاعت گزار بنائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

(1) آل عمران: ۱٦٤۔

مقامِ مصطفی بزبانِ مصطفی ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى إِمَامِ الْمُرْسَلِيْنَ أَمَّا بَعْدُ! فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿وَ أَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ ①

''اور اپنے رب کی نعمتوں کا ذکر فرمایا کریں۔''

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ)) ②

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں ساری اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے میری قبر کھولی جائے گی اور سب سے پہلے میں ہی سفارش کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔''

حمد وثنا اور تعریف وتسبیح کے لائق صرف اور صرف اللہ رب العالمین کی ذات ہے۔ جس نے کائنات کی ہر چیز کو کلمہ کُنْ سے تخلیق فرمایا مگر ابوالبشر جناب آدم علیہ السلام کو اپنے دست مبارک سے بنایا اور انسانیت کی رشد ورہنمائی کی خاطر سلسلہ انبیاء جاری فرما کر سب سے آخر میں سید الاتقیاء، شافع روز جزا جناب محمد مصطفی ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ کو اولادِ آدم کی سرداری اور قیادت کا عظیم منصب عطا فرمایا۔

---

① الضحیٰ:١١۔ ② صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبینا علیٰ جمیع الخلائق: ٢٢٧٨۔

اللہ رب العزت کی حمد و ثنا کے بعد ان گنت، لاتعداد، بے شمار اور بے حساب درود و سلام سید الرسل، امام الکل، ہادیٔ سُبُل اور ختم الرسل جناب محمد کریم ﷺ پر جنہیں رب العالمین نے رحمۃ للعالمین بنایا اور آپ ﷺ کو خاتم النبیین کا اعزاز، شرف اور مقام نصیب فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

تمہیدی کلمات

گزشتہ خطبہ جمعہ میں قرآن مجید فرقان حمید میں سے ان چند آیات طیبات کی توضیح و تشریح کی گئی تھی جن میں رب العزت نے اپنے محبوب پیغمبر جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت، رفعت اور شان کو بیان فرمایا ہے۔ اگرچہ میں نے متعدد قرآنی آیات بینات سے اپنے موضوع کو مزین کرنے کی کوشش کی تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ عظمت مصطفیٰ ﷺ کے عنوان کی تمام قرآنی آیات مبارکات کو ایک خطبے یا ایک تقریر میں بیان کرنا مجھ کم علم و کم فہم کے بس کی بات نہیں ہے۔ جو شخص حضورِ قلب اور دقت نظر سے قرآن حکیم کا مطالعہ کرے گا، اسے کتاب الٰہی کے پاروں اور سورتوں میں عظمت مصطفیٰ، شان مصطفیٰ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر سینکڑوں آیات مل جائیں گی۔ (ان شاء اللہ)

میں نے جو آیات بابرکات پیش کیں وہ تو اس موضوع کی قرآنی آیات کا عشر عشیر بھی نہیں ہیں۔ اگر مقام مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر قرآن کریم کے ہر پارے میں سے ایک ایک آیت بھی منتخب کی جائے تو ایک مجلس میں تیس قرآنی آیات کی توضیح اور تشریح کم از کم میرے لئے تو ممکن نہیں ہے۔ تاہم جو پیش کیا گیا یا عرض کیا جا سکا اللہ تعالیٰ اسے مقبول و منظور فرما کر ہم سب کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

آج کی نشست اور محفل میں مجھے بتوفیق اللہ تعالیٰ ''شان مصطفیٰ بزبان مصطفیٰ'' کا موضوع عرض کرنا ہے۔ یعنی رسول محترم ﷺ کے ان چند فرمودات کو آپ کے گوش گزار کرنا ہے جن میں امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان حق ترجمان نے اپنی ذات کا تعارف کروایا اور اپنی حیثیت کو واضح فرمایا ہے اور یہ باتیں آپ ﷺ نے فخر،

غرور اور تکبر کے انداز میں بیان نہیں فرمائیں، بلکہ اللہ رحیم و کریم کا شکر ادا کرنے کے لئے ''تحدیث نعمت'' کے طور پر ذکر فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول ﷺ کو خود حکم فرمایا ہے:

﴿وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾

''اور (اے میرے حبیب!) اپنے رب کی نعمتوں کا ذکر فرمایا کیجئے۔''

اللہ رب العزت کے اس حکم کی تعمیل میں رسول امین ﷺ نے اپنی شان، عظمت اور رفعت کے حوالے سے جو کچھ ارشاد فرمایا اس میں سے منتخب احادیث مبارکات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں تاکہ ہمیں اپنے ہادی، راہنما اور مقتدا کے مقام کی پہچان ہو جائے اور ہم اس عظیم المرتبت رسول کی اتباع و فرمانبرداری کر کے دنیا اور آخرت کی کامرانیاں حاصل کر سکیں۔ توجہ فرمائیے، دل اور دماغ کی کھڑکیاں کھول لیجئے۔ میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہادی برحق کے بابرکت ارشادات عرض کرنے والا اور ''عظمت مصطفیٰ بزبان مصطفیٰ'' کا موضوع شروع کرنے والا ہوں۔

خاندانی عظمت

رسول مکرم ﷺ نہ صرف اپنی شخصیت، کردار اور اعمال کے لحاظ سے بے مثل و بے مثال ہیں بلکہ آپ ﷺ خاندانی، نسلی اور نسبی اعتبار سے بھی تمام لوگوں سے افضل، اعلیٰ، اشرف اور اکرم ہیں۔ جس طرح خصائل و خصائص اور اخلاق و عادات میں کوئی آپ کا ہمسر اور مثیل نہیں ہے۔ اسی طرح خاندانی وجاہت، نسلی عظمت اور نسبی بزرگی میں بھی کوئی آپ کا شریک و سہیم نہیں ہے۔ صحابی رسول جناب واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی خاندانی عظمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى مِنْ وُّلْدِ اِبْرَاهِيْمَ اِسْمَاعِيْلَ)) بے شک اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے جناب اسماعیل علیہ السلام کو چن لیا۔

((وَاصْطَفٰى مِنْ وُّلْدِ اِسْمَاعِيْلَ بَنِيْ كِنَانَةَ)) پھر اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنی کنانہ کو منتخب فرمایا۔ ((وَاصْطَفٰى مِنْ بَنِيْ كِنَانَةَ قُرَيْشًا))

اور بنی کنانہ کی اولاد میں سے قبیلہ قریش کا انتخاب فرمایا: ((وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ)) اور قبیلہ قریش سے خاندان بنی ہاشم کو ممتاز فرمایا ((وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ)) اور بنو ھاشم کے خاندان سے (نبوت و رسالت کیلئے) مجھے منتخب فرمایا۔ ①

اس حدیث مبارکہ میں امام الرسل ﷺ نے اپنے خاندان کے امتیاز، اعزاز اور شرف کو بیان فرمایا کہ میرے خاندان کے بانی امام الموحدین جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں۔ میرا تعلق اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی نسل سے ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے قریش کے باعزت اور محترم گھرانے بنو ھاشم میں پیدا فرمایا ہے اور ہاشم کے خاندان میں مجھے سب سے زیادہ عزت، توقیر اور تعظیم عطا فرمائی ہے۔

شاعر حقیقت جناب مولانا علی محمد صمصام رحمہ اللہ نے نبی مکرم، رسول معظم ﷺ کے حسب ونسب کی فضیلت اور خاندانی بزرگی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

آنوں تے شانوں سوہنا سارے جہانوں سوہنا
کس نے ''وَرَفَعْنَا'' پایا رتبہ بلند وانگوں
سوہنا نبی دا چہرہ چودھویں کے چند وانگوں
کالیاں زلفاں لٹکن ریشمی کمند وانگوں
حسبوں تے نسبوں سوہنا وہبوں تے کسبوں سوہنا
تائیوں صمصام لبھے چیز پسند وانگوں
سوہنا نبی دا چہرہ چودھویں کے چند وانگوں
کالیاں زلفاں لٹکن ریشمی کمند وانگوں

اس امر میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ امام الانبیاء، جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے تمام آباء اجداد اپنے زمانے کے عقلاء، حکماء، شرفاء اور زعماء تھے، وہ تمام فہم وفراست، عقل ودانش، سیرت وکردار، حلم وکرم اور جود وسخا میں یگانہ روزگار تھے۔ غریب پروری، مہمان نوازی اور مسافروں کی خدمت ان کا وطیرہ اور مجبور وبے بس اور مفلوک الحال لوگوں کی دیکھ بھال

① صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضل نسب النبی: ۲۲۷۶۔

ان کی عادت تھی۔ آپ ﷺ کا خاندان عرب معاشرے کا معزز اور نفیس ترین خاندان تھا اور آپ ﷺ کی خاندانی نفاست، نجابت اور طہارت کا تذکرہ اشارۃً قرآن حکیم میں بھی موجود ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ①

''البتہ تحقیق تمہارے پاس تمہاری جنس سے رسول تشریف لائے (یا ایسے رسول تشریف لائے جو تم میں سے نفیس ترین ہیں) تمہارا مشقت میں پڑنا انہیں گراں گزرتا ہے۔ وہ تمہارے فائدے کے خواہش مند ہیں۔ ایمانداروں کے لیے بڑے شفیق اور مہربان ہیں۔''

خادم رسول جناب انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس آیت کریمہ میں نبی معظم ﷺ نے فاء پر زبر پڑھا ہے۔ یعنی ﴿مِنْ اَنْفَسِكُمْ﴾ جس کا معنیٰ یہ ہے کہ بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کے وہ رسول تشریف لائے جو نفیس خاندان سے ہیں۔ مفسر قرآن جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فاء پر زبر ہی پڑھا کرتے اور اسکی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے۔ ﴿مِنْ اَفْضَلِكُمْ وَاَشْرَفِكُمْ﴾ یعنی تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کے رسول تشریف لائے جو خاندانی اعتبار سے سب سے افضل اور اشرف ہیں۔

رسول مکرم ﷺ اپنی خاندانی عزت و وقار کا ہمیشہ خیال رکھتے اور اپنے حسب ونسب کی فضیلت ومنقبت بیان فرمایا کرتے تھے، سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے آباء و اجداد کے طبقات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

((بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِيْ كُنْتُ مِنْهُ)) ②

''میں اولاد آدم کے بہترین طبقات میں سے ہوتا ہوا اس طبقے میں پہنچا ہوں جس میں میری پیدائش ہوئی ہے۔''

---

① التوبہ: ١٢٨۔ ②صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ: ٣٥٥٧۔

نبوت کے محل کی آخری اینٹ

نبی اکرم رسول معظم جناب محمد مصطفی ﷺ نے اپنے ذاتی فضائل، مناقب اور خصائل بیان کرتے ہوئے اپنے آپ کو نبوت کے محل کی آخری اینٹ قرار دیا ہے، چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ مَثَلِيْ وَمَثَلَ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِيْ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى بَيْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَيَعْجَبُوْنَ لَهٗ وَيَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ)) [1]

''بلاشبہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے بڑا خوب صورت گھر بنایا اور اسے بڑا مزین کیا ہو مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو پس لوگ اس مکان کو گھوم پھر کر دیکھتے' اس کی تعریفیں کرتے اور متعجب ہوتے ہیں اور حیران ہو کر کہتے ہیں یہ اینٹ لگا کر اس کو محل کو مکمل کیوں نہیں کیا گیا؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کہ (نبوت کے محل کی) وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہوں۔''

نبی محتشم ﷺ کے ان فرمانِ عالی شان سے جہاں آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا پتہ چلتا ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ رب العزت نے دوسرے تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے زیادہ فضیلت، عزت اور عظمت عطا فرمائی ہے، اور یہ فضیلت ومنقبت صرف دُنیا تک محدود نہیں بلکہ قیامت کے دن بھی آپ ﷺ کو دوسرے تمام انبیاء سے زیادہ عزت، احترام، توقیر اور تعظیم سے نوازا جائے گا، حتیٰ کہ آپ ﷺ کو ساری اولاد آدم کی سرداری کا منصب عطا فرمایا جائے گا جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) [2]

---

[1] صحيح بخاری، كتاب المناقب، باب خاتم النبيين: ٣٥٣٥۔

[2] صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب تفضيل نبينا على جميع الخلائق: ٢٢٧٨۔

"قیامت کے دن میں ساری اولاد کا سردار ہوں گا۔"

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ رسولِ مکرم، نبی معظم، سرورِ عالم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بھی اعلیٰ...... آپ ﷺ کی بات بھی اعلیٰ...... آپ ﷺ کا حسب بھی اعلیٰ...... آپ ﷺ کا نسب بھی اعلیٰ...... آپ ﷺ کی شان بھی اعلیٰ...... آپ ﷺ کا خاندان بھی اعلیٰ...... آپ ﷺ کا قبیلہ بھی اعلیٰ...... آپ ﷺ کا گھرانہ بھی اعلیٰ...... آپ ﷺ کا کردار بھی اعلیٰ...... آپ ﷺ کے اطوار بھی اعلیٰ...... غرض آپ ﷺ ہر لحاظ اور ہر اعتبار سے تمام انسانوں میں سب سے افضل، اشرف اور اعلیٰ ہیں۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ذاتی شان و عظمت

اللہ احکم الحاکمین نے رسول رحمۃ للعالمین ﷺ کو نسبی حسن و جمال اور خاندانی جاہ و جلال کے ساتھ ساتھ ذاتی شرف و کمال سے بھی نواز رکھا۔ بلکہ آپ ﷺ کو پوری انسانیت سے زیادہ عظمت و شان، رفعت و بلندی اور بزرگی و برتری عطا فرما رکھی ہے۔

جیسا کہ سیرت و مغازی کے امام ابن اسحاق رحمہ اللہ نے امام خالد بن معدان رحمہ اللہ سے بیان فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ ہمیں اپنی ذات اور شخصیت کے بارے آگاہ فرمایئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((دَعْوَةُ أَبِيْ إِبْرَاهِيْمَ وَبُشْرٰى عِيْسٰى وَرَأَتْ أُمِّيْ حِيْنَ حَمَلَتْ بِيْ أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ أَضَاءَتْ لَهُ قُصُوْرَ بُصْرٰى مِنْ أَرْضِ الشَّامِ وَاسْتُرْضِعْتُ فِيْ بَنِيْ سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ فَبَيْنَنَا أَنَا مَعَ أَخٍ فِيْ بُهْمٍ لَنَا أَتَانِيْ رَجُلَانِ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بَيَاضٌ مَعَهُمَا طَسْتٌ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوْءَةٍ ثَلْجًا فَأَضْجَعَانِيْ))

"میں اپنے بابا جناب ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میری والدہ نے میرے ایام حمل میں خواب دیکھا تھا کہ ان کے جسم سے ایک روشنی نکلی جس نے سرزمین شام کے شہر "بصری" کے محلات کو روشن کر دیا

اور میں نے ایام رضاعت بنی سعد میں گزارے، اسی دوران ایک دن میں اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ جانوروں کے باڑے کے قریب تھا کہ میرے پاس دو آدمی (انسانی شکل میں فرشتے) آئے جنھوں نے سفید لباس زیب تن کر رکھا تھا، ان کے پاس سونے اور برف (ٹھنڈے پانی، زم زم) سے بھرا ہوا ایک تھال تھا، انہوں نے مجھے زمین پر لٹا کر میرا سینہ چاک کر کے اس میں سے میرے دل کو نکال کر اُسے ٹٹولا اور اس میں سے سیاہ رنگ کا ایک لوتھڑا نکال کر پھینک دیا، پھر میرے سینے اور پیٹ کو اس ٹھنڈے پانی (زم زم) سے دھو کر صاف وشفاف کر کے اس کی اصل جگہ پر واپس رکھ دیا (اور میرے سینے کو سی دیا) پھر ان دونوں (فرشتوں) میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان (محمد ﷺ) کا ان کی امت کے اُس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو جب اس نے میرا دس آدمیوں کے ساتھ وزن کیا تو میرا پلڑا بھاری تھا پھر اس نے کہا کہ ان کا ان کی امت کے ہزار بندوں کے ساتھ وزن کرو، چنانچہ جب ہزار آدمیوں کے ساتھ مجھے تولا گیا تو میرا وزن پھر بھی زیادہ تھا، تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ تو ایک مثال ہے، اب تولنا چھوڑ دو، اگر تم ان کا وزن ان کی ساری امت کے ساتھ کرو گے تو یہ ساری امت سے بھاری ہوں گے۔'' ①

آپ اس حدیث مبارکہ کے الفاظ کی گیرائی اور معانی کی گہرائی پر غور فرمائیں تو یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ امام المرسلین ﷺ نے اپنی ذاتی شان وعظمت اور رفعت ومنزلت کو بیان کرتے ہوئے اس امر کو بھی واضح فرما دیا کہ جس طرح ذات رسول کے مقابلے میں پوری امت ہیچ ہے اسی طرح بات رسول کے مقابلے میں ساری امت کے اقوال کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ایک طرف فرمان مصطفی ہو، دوسری طرف ایک آدمی کی بات ہو، دس مفتیوں کا فتویٰ ہو، سو بزرگوں کا ارشاد ہو، ہزار فقیہوں کی فقاہت ہو، پوری امت کا

① السيرة لابن اسحاق، شق بطن الرسول ﷺ قال الحافظ في تخريج المشكاة: سندهٔ حسن لذاته۔

اجماع ہو تو ساری امت کے اماموں، بزرگوں، پیروں، فقیروں، وڈیروں، مفتیوں، استادوں، مجتہدوں اور فقیہوں کے اقوال، ان تمام کی آراء اور ان کے فرمودات کو چھوڑا جاسکتا ہے۔ مگر حدیث رسول، سنت مصطفیٰ ﷺ اور ارشاد پیغمبر کو نہیں چھوڑا جاسکتا نہیں چھوڑا جاسکتا۔ نہیں چھوڑا جاسکتا۔ بقول شاعر ؎

مصورِ کھینچ وہ نقشہ کہ جس میں یہ صفائی ہو
اِدھر فرمان محمد ہو اُدھر گردن جھکائی ہو

معروف عالم دین اور پنجابی شاعر مولانا محمد ابراہیم خادم رحمہ اللہ نے زیر بحث حدیث مبارکہ کا پنجابی اشعار میں جو مفہوم بیان کیا ہے اسے ہم تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ؎

ایہہ وی سخن کملی والے سنائے
کہ اک دن ملک دو میرے پاس آئے
اک پچھے ایہہ کون ایں تے دوجا بتائے
ایہہ اللہ دا پیارا محمد سدائے
تاں دوہاں نے اوتھے ترازو منگایا
مینوں پکڑ کے اک چھابے وچ پایا
دوجے پاسے اونہاں دس بندے بٹھا کے
جدوں تو لیا سی ترازو اٹھا کے
میرا پاسا لگا زمیں نال جا کے
تاں پھر تولیا ہزار بندے بٹھا کے
میرا پاسا پھر وی زمیں توں نہ ہلّے
تاں اُمت ساری پائی اونہاں دوجے پلے
تکڑی نے کھادا اُتاں جا ھلارا
میرا پاسا بھارا، میرا پاسا بھارا

آخر میں اس حدیث مبارکہ کا عمومی مفہوم بیان کرتے ہوئے مولانا خادم مرحوم فرماتے ہیں کہ۔

خالق ہون ولوں تے اُچا رحمان ایں
پر مخلوق اندر محمد دا شان ایں

اک پاسے ہووے جے سارا جہان ایں
زمیناں ستے تے ستے آسمان ایں

پھر بھی محمد دا ہے شان اعلیٰ
سوہنا کملی والا، سوہنا کملی والا

حدیث کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے دوفرشتوں کے ذریعے درحقیقت نبی مکرم ﷺ کی رسالت، نبوت، سنت اور حدیث کا وزن کروایا، ہمارا تو عقیدہ ہے اگر ترازو کے ایک پلڑے میں تمام اولیاء، اتقیاء، اصفیاء، زعماء، صلحاء، شرفاء، علماء بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے اقوال، ارشادت اور فرمودات رکھ دیئے جائیں اور دوسرے پلڑے میں سرور گرامی جناب محمد مصطفی ﷺ کی حدیث اور سنت کو رکھ دیا جائے تو ساری دنیا کے اقوال و اعمال امام الرسل ﷺ کی حدیث اور سنت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

یہ کہاں کا انصاف، کیسی محبت اور کس طرح کا ایمان ہے کہ امتی کے قول اور فتوے کو ترجیح دی جائے اور حدیث مصطفی کو خبر آحاد کا بہانہ بنا کر چھوڑ دیا جائے۔ امام کے قول پر عمل کیا جائے اور سنت رسول کو پس پشت ڈال دیا جائے۔ ائمہ کی تقلید کو لازمی قرار دیا جائے اور نبی معظم کی اتباع سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔ یاد رکھئے کہ سرور کائنات ﷺ کی اتباع و فرمانبرداری ہی نجات کا راستہ، کامرانی کا اصول اور کامیابی کی کلید ہے۔ بقول اقبال ؎

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر باو نرسیدی تمام بولہبی است

ذرا سینے پر ہاتھ رکھ کے، دماغ کو حاضر کر کے اور دل کو گواہ بنا کر فرمایئے کہ کیا کوئی امتی رسول محترم ﷺ سے بڑی حیثیت، شان اور مرتبے والا ہوسکتا ہے؟ یقیناً نہیں ہوسکتا۔ ہم تو برملا، علی الاعلان اور برسرِعام یہ کہتے ہیں اور ان شاء اللہ کہتے رہیں گے کہ ساری کائنات ایک طرف ہو اور امام کائنات ایک طرف ہوں۔ رب کعبہ کی قسم، ساری کائنات کی عظمتیں، مقام، حیثیتیں اور رتبے مل کر بھی سرورِ دو جہاں ﷺ کی شان و عظمت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ جب سارے امام، بزرگ، فقیہ، مجتہد، ولی، پیر، فقیر، عالم، مفتی اور شیخ آپ ﷺ کے برابر بھی نہیں ہوسکتے تو ان کے اقوال، آراء، فتوے، حکایتیں اور باتیں آپ ﷺ کی احادیث، اقوال اور ارشادات سے زیادہ معتبر اور قابل اعتماد کیسے ہوسکتے ہیں؟ جو لوگ حدیث رسول ﷺ کی موجودگی میں ائمہ کے اقوال و آراء پر عمل کرتے ہیں اور لوگوں کو اس کی تلقین کرتے ہیں۔ انہیں قرآن حکیم کے اس فرمان پر غور کرنا چاہیے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾[1]

”اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی معظم کی آواز سے بلند نہ کرو اور ان کے ساتھ بہت زور کے ساتھ بات بھی نہ کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ زور زور سے گفتگو کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔“

ہوتے ہوئے مصطفی کی گرفتار   مت دیکھ کسی کا قول و کردار

انوکھا اعزاز

نبی اکرم، سرورِ عالم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک انوکھا اعزاز اور عجیب امتیاز عطا فرمایا جس اعزاز و امتیاز سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء میں سے کسی کو بھی سرفراز نہیں فرمایا اور وہ ہے ”سیرِ ملکوت یعنی واقعہ معراج“ اس واقعہ عجیبہ کو پیارے رسول ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کے مختلف مواقع پر بیان فرمایا ہے کبھی مختصر، کبھی مطول،

[1] الحجرات:۲۔

کبھی کوئی حصہ، کبھی کوئی قصہ، کبھی مسجد اقصیٰ تشریف آوری کا ذکر، کبھی آسمانوں کی سیر کا تذکرہ، کبھی انبیاء سے ملاقاتوں کی تفصیلات، کبھی تحائفِ معراج، کبھی مقاماتِ معراج، کبھی واقعاتِ معراج، کبھی امامتِ انبیاء، کبھی نظارہ جنت، کبھی مشاہدہ دوزخ، کبھی اعمال کے نتائج، کبھی جنتی محلات کا ذکر خیر، کبھی بیت المعمور کے تذکرے، کبھی سدرۃ المنتہیٰ کی باتیں، کبھی مقام مستوٰی کی بلندیاں اور کبھی مکالمہ الٰہی کا روح پرور ذکر خیر...... الغرض آپ ﷺ نے موقع کی مناسبت اور حالات کی نزاکت کے باعث اس اعزازِ عظیم کے مختلف حصے متعدد مواقع پر بیان فرمائے، ہم ان شاء اللہ العزیز شان مصطفیٰ بزبان مصطفیٰ کے مقدس عنوان میں آپ ﷺ کی زبانِ اقدس سے بیان فرمودہ چند حقائق آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں، سرورِ کونین ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''معراج کی رات میں حطیم (حجر) میں نیند اور بیداری کی درمیانی کیفیت میں لیٹا ہوا تھا (میرے علاوہ وہاں اور لوگ بھی سوئے ہوئے تھے) کہ اچانک کسی نے آواز دی کہ دو آدمیوں کے درمیان تیسرے محمد ﷺ ہیں، پھر جناب جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے جگا کر بئر زمزم کے پاس لے گئے وہاں میرا سینہ چاک کیا گیا اور میرے قلب کو زم زم سے دھو کر ایمان وحکمت سے لبریز ایک تھال اس میں انڈیل کر اس کی اصل جگہ رکھ کر سینہ سی کر بند کر دیا گیا، (یہ شق صدر اس لیے ہوا تا کہ آپ کا قلب اطہر ملکوت کی سیر، الٰہی تجلیات اور آیات ربانی کا مشاہدہ کرنے کے قابل ہو جائے۔ پھر آپ ﷺ کی خدمت میں ''براق'' پیش کیا گیا یہ سفید رنگ کا خوبصورت جانور تھا جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا، اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں اس کی نگاہ پہنچتی وہ وہاں اپنا قدم رکھتا تھا۔''[1]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب المعراج: ۳۸۸۷؛ وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ ﷺ: ۱٦٤۔

خادم رسول جناب انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((اَنَّ النَّبِیِّ ﷺ اُتِیَ بِالْبُرَاقِ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِهٖ مُلْجَمًا مُسْرَجًا فَاسْتَصْعَبَ عَلَیْهِ فَقَالَ لَهٗ جِبْرِیْلُ اَبِمُحَمَّدٍ تَفْعَلُ هٰذَا؟ فَمَا رَکِبَكَ اَحَدٌ اَکْرَمَ عَلَی اللّٰهِ مِنْهُ قَالَ، فَارْفَضَّ عَرَقًا)) ①

"شب معراج نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جو براق پیش کیا گیا اس کی زین کسی ہوئی اور لگام پڑی ہوئی تھی، اس نے آپ ﷺ کے سوار ہونے سے قبل ذرا شوخی دکھائی تو جناب جبرائیل علیہ السلام نے اس سے فرمایا کیا تو محمد ﷺ کے ساتھ اس طرح کر رہا ہے تجھ پر کوئی ایسا شخص کبھی سوار ہی نہیں ہوا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ان سے زیادہ معزز و مکرم ہو، یہ سن کر براق خوف زدہ ہو کر پسینے سے شرابور ہو گیا۔"

رسول اکرم ﷺ اعلیٰ جنتی سواری بُراق پر سوار سید الملائکہ جناب جبریل علیہ السلام کی معیت ــــ و رفاقت میں مسجد اقصیٰ پہنچے تو۔

"آپ ﷺ نے براق کو اس حلقے سے باندھ دیا جس سے انبیاء کرام اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔" ②

لیکن جس طرح آپ ﷺ کی شان وعظمت دوسرے تمام انبیاء ورسل سے افضل واعلیٰ ہے اسی طرح آپ ﷺ کی سواری بُراق کا مقام ومرتبہ بھی دوسرے رسولوں اور نبیوں کی سواریوں سے بہتر وبرتر ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((فَلَمَّا انْتَهَیْنَا اِلَی بَیْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ جِبْرِیْلُ بِاِصْبَعِهٖ فَخَرَقَ بِهِ الْحَجَرَ وَشَدَّ بِهِ الْبُرَاقَ)) ③

"پس جب ہم بیت المقدس پہنچے تو جناب جبریل علیہ السلام نے اپنی انگلی سے پتھر میں سوراخ کر کے بُراق کو اس کے ساتھ باندھ دیا۔"

---

① جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب سورة بنی اسرائیل: ۳۱۳۱، قال الالبانی: صحیح الاسناد۔ ② صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء، برسول اللہ ﷺ: ۱۶۲۔ ③ جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، ومن سورة، نبی اسرائیل: ۳۱۳۲، صححه الالبانی۔

سیدنا جبریل علیہ السلام نے براق کو دوسرے انبیاء کرام کی سواریوں کے باندھنے کی جگہ سے الگ اس لیے باندھا تاکہ آپ ﷺ کی سواری کا شرف حاصل کرنے والا براق بھی دوسری سواریوں سے ممتاز اور منفرد نظر آئے۔

یہاں ایک اور امر بھی لائق توجہ اور قابل غور ہے کہ براق کو تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا مطیع اور فرماں بردار بنا دیا تھا اور اگر اسے نہ باندھا جاتا تو اس کے وہاں سے بھاگ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، اس کے باوجود اسے الگ حلقے کے ساتھ باندھنے میں ہمارے لیے نصیحت ہے کہ کسی معاملے میں ظاہری اسباب کو بروئے کار لانا ''توکل'' کے خلاف نہیں ہے، بلکہ شریعت کا حکم اور طریقہ رسول ہے۔ توکل علی اللہ، کا اصل مفہوم یہ ہے کہ کسی بھی کام کی تکمیل اور حصول مقصد کے تمام ظاہری وسائل، اسباب اور ذرائع کو پوری مستعدی، عزم اور استقامت کے ساتھ استعمال کیا جائے پھر اس کے نتائج، ثمرات اور اثرات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے۔

خادمِ رسول جناب انس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

''ایک شخص (اونٹ پر سوار) رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ میں اپنے اونٹ کو باندھ کر اللہ تعالیٰ پر توکل کروں یا کھلا چھوڑ دوں اور توکل کروں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ)) ''اسے مضبوطی سے باندھو پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔''[1]

بقول کسی حقیقت پسند شاعر کے ؎

توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا
پھر انجام اس کی تیزی کا مقدر کے حوالے کر

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں ہے:

''مسجد اقصیٰ میں آپ ﷺ نے جماعت انبیاء، جناب موسیٰ، جناب عیسیٰ، اور سیدنا ابراہیم علیہم السلام کو الگ الگ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ نے بھی وہاں

---

[1] جامع الترمذی، کتاب صفة القيامة، باب: ٦٠، حديث: ٢٥١٧، حَسَّنَهُ الالبانی۔

دو رکعات الگ پڑھیں ((فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَأَمَمْتُهُمْ)) پھر جب نماز (کی جماعت) کا وقت ہوا تو آپ ﷺ تمام انبیاء کرام کی امامت کروائی۔''①

آٹھ خصائص

اللہ رب العالمین نے سرور کونین، رسول الثقلین، امام القبلتین جناب محمد مصطفی ﷺ کو بعض ایسے خصائص، فضائل اور خصائل عطا فرمائے ہیں جو ابتدائے آفرینش سے آج تک کسی کے حصے میں نہیں آئے۔ چونکہ ہمارا موضوع مقام مصطفی بزبان مصطفی ﷺ ہے۔ اسلئے ہم زبان رسالت کے صرف ان موتیوں سے آپ کی جھولیاں بھرنا چاہتے ہیں جن میں محسن انسانیت ﷺ نے خود اپنے خصائص وفضائل کا تذکرہ فرمایا ہے۔ توجہ فرمائیں! میں پیغمبر اکرم ﷺ کی زبان حق ترجمان سے شفیع عاصیاں ﷺ کی آٹھ خصوصیات، اعزازت اور رب العزت کی نوازشات کا تذکرہ کرنے والا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی طرف سے اپنے آخری رسول ﷺ کی ذات گرامی پر کروڑوں درود و سلام نازل فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے جناب جابر رضی اللہ عنہ کی ایک اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی دو احادیث کو جمع کرنے سے سرکار دو عالم ﷺ کے آٹھ خصائص اور اعزازات کا پتہ چلتا ہے۔ سید الکونین ﷺ رب العزت کی خصوصی نوازشات اور خاص عنایات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

(۱) جامع کلمات

((أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ)) ''مجھے جامع کلمات عطا فرمائے گئے۔''

جامع کلمات سے مراد ایسے مختصر الفاظ جن میں مفہوم و معانی کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہو۔ یعنی چند الفاظ میں بات کا پورا مفہوم اور موضوع کی تمام جزئیات کو بیان فرما دیا جائے۔ آپ احادیث مبارکات کا مطالعہ فرمائیں تو آپ کو نظر آئے گا کہ پیغمبر اکرم ﷺ کے بعض ارشادات پر کئی کئی خطبے دیئے جاسکتے ہیں اور ایک ایک حدیث کی تشریح میں کتابیں لکھیں جاسکتی ہیں۔ مولانا ظفر علی خان مرحوم نے اسی لئے کہا تھا:

① صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ ﷺ: ۱۷۲۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اِک کملی والے نے سمجھا دیا چند اشاروں میں

مشہور سیرت نگار اور بلند پایہ عالم دین مولانا قاضی محمد سلیمان سلمان منصوری پوری رحمہ اللہ نے جوامع الکلم کی تشریح یوں فرمائی ہے:

''جب کوئی شخص ان الفاظ پر غور کرے گا جو حضور پُرنور ﷺ کے دل و زبان سے گوش عالمیاں تک پہنچے، اسے یقین ہو جائے گا کہ بے شک یہ کلام'' کلام نبوت'' ہے۔ مختصر، سادہ، صاف، پُرصدق معانی کا خزینہ، ہدایت کا گنجینہ'' ①

ہم یہاں بطور مثال صرف ایک حدیث رسول کے الفاظ وکلمات پر اکتفا کرتے ہیں۔ جس کے ایک ایک جملے میں معانی کا سمندر موجزن ہے۔ فرمان رسول ہے:

- ((اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ)) بدگمانی سے بچو۔ کیونکہ بدگمانی تو سراسر جھوٹی بات ہے۔
- وَلَا تَحَسَّسُوْا۔ لوگوں کی عیب جوئی نہ کرو۔
- وَلَا تَجَسَّسُوْا۔ ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو۔
- وَلَا تَنَافَسُوْا۔ آپس میں جھگڑا نہ کرو۔
- وَلَا تَحَاسَدُوْا۔ باہم حسد نہ کرو۔
- وَلَا تَبَاغَضُوْا۔ باہمی بغض نہ رکھو۔
- وَلَا تَدَابَرُوْا۔ ایک دوسرے سے منہ نہ موڑو۔
- وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا۔ اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ ②
- اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔
- لَا يَظْلِمُهٗ۔ وہ اس پر ظلم نہیں کرتا۔
- وَلَا يَخْذُلُهٗ۔ اور اسے ذلیل نہیں کرتا۔
- وَلَا يَحْقِرُهٗ۔ اسے حقیر نہیں گردانتا۔

① رحمة للعالمين ، جلد سوم۔

② صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظن...... : ٢٥٦٣۔

● بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ۔
''مسلمان بھائی کو حقیر جاننا بہت بڑا گناہ ہے۔''

● كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ مَالُهٗ، وَدَمُهٗ، وَعِرْضُهٗ۔
''مسلمان کے لئے مسلمان کا خون، عزت اور مال حرام ہے۔''①

● اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی اَجْسَادِكُمْ وَلَا اِلٰی صُوَرِكُمْ اَمْوَالِكُمْ۔
''اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور صورتوں کو نہیں دیکھتا۔''

● وَلٰكِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ۔
''وہ تو تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔''②

● لَا یَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰی بَعْضٍ۔ ''ایک دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرو۔''

● اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا۔ دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''تقویٰ یہاں ہے۔''

● لَا یَحِلُّ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ یَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ۔ ''مومن بھائی کے ساتھ تین دن سے زیادہ ناراضگی جائز نہیں ہے۔''③

(۲) دشمن پر رعب

((وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ)) ''اور دشمن پر رعب ڈال کر میری مدد فرمائی گئی۔''

یہ خصوصیت اور اعزاز بھی صرف ہمارے آقا جناب محمد کریم ﷺ کو حاصل ہے کہ آپ کے دشمن ابھی ایک ماہ کی مسافت پر ہوتے تھے کہ ان کے دلوں میں آپ ﷺ کا رعب، خوف اور ڈر ڈال دیا جاتا تھا اور وہ آپ ﷺ سے مرعوب ہو جاتے اور اکثر اوقات یہی رعب اور دبدبہ آپ ﷺ کی فتح اور دشمنوں کی شکست کا سبب بن جاتا تھا۔ واقعات سیرت سے دشمنوں پر آپ ﷺ کے رعب اور دبدبے کی متعدد مثالیں بیان کی جا سکتی ہیں۔ مثلاً:

① صحیح مسلم، کتاب البر والصلاۃ، باب تحریم ظلم المسلم: ۲۵٦٤۔
② صحیح مسلم، کتاب البر والصلة: ۲۵٦٤۔
③ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة: باب النهی عن التحاسد: ۲۵۵۸۔

① تئیس سالہ عہد نبوت میں دعوت وتبلیغ کیلئے آپ ﷺ کا تن تنہا دور دراز تشریف لے جانا مگر کسی شخص کو آپ ﷺ پر حملے کی جرأت نہ ہونا ((نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ)) ہی تو ہے۔

② ہجرت کے موقع پر دشمنان اسلام کا آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کرنا مگر گھر کے اندر داخلے کا حوصلہ نہ پانا بھی ((نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ)) کی زندہ مثال ہے۔

③ سفر ہجرت میں قریش مکہ کا آپ ﷺ کے قافلے کی تلاش کرتے ہوئے غار ثور پر پہنچ جانا مگر آپ ﷺ اور آپ کے رفقاء کو دیکھ نہ سکنا ((نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ)) ہی کی وجہ سے تھا۔

الغرض ایک ماہ کی مسافت پر دشمن کے دل میں رعب اور خوف ڈال دیا جانا ایک ایسا اعزاز و شرف ہے جو کائنات ہست و بود میں صرف اور صرف امام رسولاں جناب محمد مصطفی ﷺ کو حاصل ہے۔

ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ''یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے اس سے نواز دیتا ہے۔''

(۳) مالِ غنیمت

((وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ))

''اور میرے لئے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے۔''

انبیائے سابقین کی شریعتوں میں فاتح فوج کیلئے مفتوحہ اقوام کا مال غنیمت حلال اور جائز نہیں تھا بلکہ جناب موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں تو مال غنیمت کو نذر آتش کر دیا جاتا اور جانوروں کو بھی جلا دیا جاتا تھا۔ جبکہ اللہ رب العزت نے سرور کائنات ﷺ اور آپ کی امت پر احسان عظیم فرما کر آپ اور آپ کی امت کیلئے مال غنیمت کو حلال قرار دیتے ہوئے قرآنی آیات کو نازل فرمایا۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ ①

① الانفال:٦٩۔

''پس کھاؤ جو تم نے حلال (اور) پاکیزہ غنیمتیں حاصل کی ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ازحد مہربان ہے۔

احادیث اور سیرۃ کی کتابوں کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ سرزمین خیبر سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کی بدولت اہل ایمان آسودہ اور خوشحال ہو گئے تھے اور مہاجرین نے کھجوروں کے وہ باغ انصار کو واپس کر دیئے تھے جو انہوں نے بطور امداد مہاجرین کو دے رکھے تھے۔

رسول محترم ﷺ اموال غنیمت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان بڑی فراخ دلی سے تقسیم فرماتے یہاں تک کہ لوگوں میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ ''محمد ﷺ'' اتنی کثرت سے عطیات تقسیم فرماتے ہیں کہ غربت اور فقر کا کوئی اندیشہ نہیں رہتا۔

اسی اعزاز و شرف اور خصوصیت کا تذکرہ کرتے ہوئے پیغمبر اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((أُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ)) مجھے اللہ تعالیٰ نے خصوصی فضل سے نوازتے ہوئے میرے اور میری امت کے لئے مال غنیمت کو جائز اور حلال قرار دے دیا ہے۔

(۴) ساری زمین سجدہ گاہ

((وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا)) ''میرے لئے ساری زمین کو سجدہ گاہ بنا دیا گیا اور زمین کی مٹی کو تیمم کیلئے پاک قرار دے دیا گیا۔''

اُمم سابقہ میں عبادات کے لئے مخصوص مقامات تھے۔ کسی شخص کو مقررہ جگہ سے باہر عبادت کرنے کی اجازت نہ تھی۔ جیسا کہ آج بھی یہودی اپنے کنیسہ میں اور عیسائی اپنے کلیسا میں ہی نماز ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح مجوسی بھی آگ کے آتش کدہ کے بغیر سرگرم عبادت نہیں ہوتے اور ہندو بھی مندروں کے باہر عبادت سرانجام نہیں دے سکتے۔ مگر یہ اعزاز و اکرام صرف امام الرسل ﷺ اور آپ کی امت کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری روئے زمین کو ماسوائے چند مخصوص مقامات (مثلاً حمام، قبرستان وغیرہ) کے سجدہ گاہ بنا دیا ہے۔ مسلمانوں کی نماز محراب کی محتاج ہے نہ مسجد کی، بلکہ سفر و حضر میں، جنگل اور گھر میں جہاں نماز کا وقت ہو جائے، وضو کیجئے، اگر پانی میسر نہ ہو تو زمین کی پاک مٹی سے تیمم

فرمائیے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو جائیے۔ بس سر کو زمین پر ٹکانا آپ کا کام ہے اور آپ کی نماز کو قبول فرمانا۔ عرش والے رب کا کام ہے۔

المختصر یہ خصوصیت سرورِ گرامی ﷺ کو اور آپ ﷺ کی برکت سے آپ کی امت کو حاصل ہے کہ ہمارے لئے زمین کی مٹی کو پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دیا گیا اور روئے زمین کو سجدہ گاہ بنا دیا گیا۔ ((جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا))

(۵) ہادی کائنات

((وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَآفَّةً))

''اور مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمایا گیا۔''

ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام میں سے کوئی ایک بستی کی طرف نبی بن کے آیا...... کوئی ایک شہر کی طرف نبی بن کے آیا...... کوئی ایک محلے کی طرف...... کوئی ایک حلقے کی طرف...... کوئی ایک علاقے کی طرف...... اور رائج الوقت اصطلاحات کے مطابق کوئی ایک تحصیل کی طرف...... کوئی ایک ضلع کی طرف...... کوئی ایک ڈویژن کی طرف...... کوئی ایک صوبہ کی طرف...... کوئی ایک ملک کی طرف نبی اور رسول بن کے آیا۔ مگر ہمارے آقا جناب محمد کریم ﷺ کسی مخصوص مقام، خاص جگہ، خاص حلقے یا ایک قوم اور ملک کی طرف نہیں بلکہ تمام مخلوق کی طرف مبعوث فرمائے گئے۔ قرآن کریم اس بات کی گواہی ان الفاظ میں دیتا نظر آتا ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾

''اور (اے رسول ﷺ) ہم نے آپ کو تمام انسانوں کیلئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے آقا رسول محترم جناب محمد مصطفی ﷺ

- انسانوں کے نبی۔ - حیوانوں کے نبی۔ - نباتات کے نبی۔
- جمادات کے نبی۔ - جنات کے نبی۔ - فرشتوں کے نبی۔
- مشرق کے نبی۔ - مغرب کے نبی۔ - شمال کے نبی۔

❁ ج نوب کے نبی۔ ❁ عرب کے نبی۔ ❁ عجم کے نبی۔

الغرض سارے جگ کیلئے نبی اور رب کی طرف سے نبی۔۔ جناب محمد رسول اللہ ﷺ

بقول مولانا محمد ابراہیم خادم رحمہ اللہ:

محمد توں پہلاں جو وی نبی آیا
دکھو دکھ قوماں نوں مولا پہنچایا
کوئی اس بستی آیا، کوئی اُس بستی آیا
جدا جدا قوماں نوں آ کے ڈرایا
پر محمد نبی ہو یا ساری زمیں دا
لقب پایا رحمت للعالمیں دا

اللہ تعالیٰ ''رب العالمین'' قرآن مجید ''ذکر للعالمین'' ..... کعبۃ اللہ ''ھدی للعالمین'' اور..... جناب محمد مصطفیٰ ﷺ ﴿وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ﴾

جناب جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں کہ رسول رحمت ﷺ نے فرمایا:

((وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَآصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ عَآمَّةً))

''اور ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے۔''

(۶) آخری نبی ﷺ

((وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ))①

''اور میرے ساتھ ہی نبوت ختم کر دی گئی۔ یعنی مجھے ختم نبوت کا اعلیٰ وارفع تاج پہنایا گیا۔''

پہلے انبیاء کرام کی نبوت مخصوص زمانے، مخصوص علاقے اور مخصوص لوگوں کیلئے تھی۔ مگر رحمت عالم ﷺ کی رسالت عالمگیر اور جہاں گیر ہے۔ پہلے زمانوں میں ایک کے بعد

① صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ: ۵۲۳۔

دوسرا، اور دوسرے کے بعد تیسرا، اس طرح یکے بعد دیگرے انبیاء ورسل کی بعثت و تشریف آوری کا سلسلہ جاری رہا۔ باوجودیکہ رسول محترم ﷺ اپنی عمر مبارک کے تریسٹھ سال پورے کرنے کے بعد عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ فرما چکے ہیں۔ مگر آپ کی نبوت، آپ کی رسالت اور آپ کے قرآن کی صداقت قیامت تک کیلئے ہے۔ آپ خاتم النبیین اور آخر المرسلین ہیں۔ قرآن مجید فرقان حمید آپ ﷺ کی ختم نبوت پر یوں گواہی دیتا ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾①

''محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے حقیقی باپ نہیں ہیں اور لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔'' ختم نبوت کا اعزاز و اکرام ایسی خصوصیت ہے جس کا مصداق صرف اور صرف جناب محمد مصطفیٰ ﷺ ہی ہیں۔ اس شرف و اختصاص میں کوئی دوسرا آپ کا شریک و سہیم نہیں ہے۔ اسی لئے مولانا علی محمد صمصام نے فرمایا ہے:

اوہ ختم نبوت دا سالار آیا
نبوت دے بوہے نوں ہے مار آیا
حشر تک نبی جگ تے آ کوئی نئیں سکدا
محمد دے رتبے نوں پا کوئی نئیں سکدا

(۷) مقام شفاعت

((وَاُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ))②

''اور مجھے شفاعت کا حق عطا فرمایا گیا ہے۔''

حشر کے دن شفاعت کا خصوصی اعزاز اور شرف وسعادت بھی ہمارے ہادی و رہنما جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو حاصل ہوگی۔ ''مسئلہ شفاعت'' خاصی طوالت اور تفصیل کا متقاضی

---

① الاحزاب ۴۰۔
② صحیح البخاری، کتاب التیمم، باب ۱، حدیث: ۳۳۵۔

ہے۔ جسے ہم بتوفیق اللہ تعالیٰ "شفاعت مصطفیٰ" کے عنوان سے کسی دوسری نشست میں بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔ فی الحال صرف دو احادیث مبارکات۔ ①

جناب عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام الرسل ﷺ نے فرمایا:

((اَتَانِیْ آتٍ مِّنْ عِنْدِ رَبِّیْ)) میرے پروردگار کی طرف سے میرے پاس ایک قاصد (فرشتہ) آیا۔ اس نے مجھے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا کہ میں دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار اور پسند کرلوں۔ آدھی امت کیلئے جنت قبول کرلوں۔ یا شفاعت کا حق اختیار کرلوں ((فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ)) تو میں نے شفاعت کو اختیار کرلیا ((وَهِيَ لِمَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا)) اور میری یہ شفاعت اس شخص کے لئے ہوگی۔ جس نے مرتے دم تک اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنایا ہوگا۔" ②

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کے دن میں ساری انسانیت کا سردار ہوں گا، پھر فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کیسے ہوگا؟ پھر آپ ہی وضاحت فرمائی کہ اس دن تمام اگلے پچھلے لوگوں کو ایک وسیع وعریض میدان میں جمع کیا جائے گا، ایک پکارنے والے کی آواز سب کو سنائی دے گی اور دیکھنے والا سب کو دیکھ سکے گا، یعنی تمام لوگ ایک دوسرے کی بات سن اور ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے لوگ انتہائی غم، تکلیف اور پریشانی میں مبتلا ہوں گے جسے برداشت کرنا ان کی طاقت سے باہر ہوگا۔ پھر لوگ آپس میں باتیں کریں گے کہ دیکھو! کتنا مشکل وقت آگیا ہے، کیا کوئی ایسا مقبول بندہ نظر نہیں آتا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ جلیلہ میں تمہاری سفارش کرے (جس کی وجہ سے یہ مصیبت ختم ہوجائے اور حساب کتاب شروع ہوجائے) بعض لوگ تجویز دیں گے کہ تمہیں آدم علیہ السلام کے پاس جاکر ان سے سفارش کی درخواست کرنی چاہیے، پس لوگ آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کریں گے۔"

① خطبات سیرت مصطفیٰ جلد دوئم میں یہ موضوع درج ہے۔
② جامع الترمذی، ابواب صفة القيامة، باب منه: ٢٤٤١۔ صححه الالبانی

((أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ، خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ))

''آپ پوری انسانیت کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھوں سے تخلیق فرمایا، اپنی طرف سے آپ میں روح پھونکی، فرشتوں کو حکم دیا تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا، لہٰذا آپ اپنے رب کے حضور ہماری سفارش فرمائیں تاکہ ہم اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرسکیں، وہ جواب دیں گے، آج میرا پروردگار اس قدر غصے میں ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنے غصے میں نہیں آیا، اس نے مجھے جنت کے ایک درخت پر پھل کھانے سے منع کیا تھا تو مجھ سے کوتاہی ہوگئی، اس لیے مجھے تو اپنی جان کی فکر ہے، تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، اور ہاں میرا مشورہ ہے کہ جناب نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ اور ان سے سفارش کی اپیل کرو۔'' سارے انسان جمع ہو کر سیدنا نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے آپ کو اہل زمین کی طرف پہلا رسول بنا کر بھیجا گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''شکر گزار بندے'' کا خطاب مرحمت فرمایا آپ ہماری حالت تو دیکھ ہی رہے ہیں، لہٰذا اپنے رب کے ہاں ہماری سفارش فرمادیجئے، آپ فرمائیں گے آج اللہ تعالیٰ بڑے غصے میں ہے اور میں نے تو اپنی یقینی قبولیت والی دعا اپنی قوم کے خلاف کردی تھی، لہٰذا اب میں سفارش کا استحقاق نہیں رکھتا، آپ کسی اور کے پاس جائیں اور میری رائے ہے کہ تم ابراہیم علیہ السلام سے درخواست کرو۔ جناب نوح علیہ السلام کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے لوگ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ اے اللہ کے خلیل! آپ ہماری حالت ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے خلیل اور اس کے برگزیدہ نبی ہیں، آپ ہی ہماری سفارش فرمادیں۔ جناب ابراہیم علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے غضب کا اظہار کرنے کے بعد فرمائیں گے کہ میں نے دنیا میں تین باتیں ایسی کی تھیں جو میرے لیے مناسب نہ تھیں اس لیے میں تو اپنی ذات کے بارے میں بڑا فکر مند ہوں، لہٰذا تم

کسی اور کے پاس جاؤ اور میرا مشورہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سے اپیل کرو، لوگ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے۔ اے موسیٰ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رسالت اور ہم کلامی ذریعے لوگوں پر فضیلت فرمائی، آپ ہماری حالت دیکھ ہی رہے ہیں ہماری، سفارش فرما دیں کہ ہمارا حساب شروع ہو جائے اور ہمیں اس اذیت ناک صورت حال سے نجات نصیب ہو جائے، جناب موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے غصے کا ذکر کر کے فرمائیں گے کہ مجھ سے دنیا میں ایک بندہ قتل ہو گیا تھا جسے مارنے کی مجھے اجازت نہیں تھی، واقعہ قتل کی وجہ سے مجھے تو اپنی جان کی فکر دامن گیر ہے، لہٰذا تم میرے سوا کسی اور کو تلاش کرو، اور میرا خیال ہے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو سفارش کے لیے آمادہ کرنا چاہیے، اس مشورے پر عمل کرتے ہوئے لوگ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مدعا عرض کریں گے تو وہ فرمائیں گے، آج تو اللہ تعالیٰ سخت غصے میں ہے۔ (اور میرے بعد لوگوں نے میری عبادت شروع کر دی تھی، جامع ترمذی، ابواب التفسیر، باب ومن سورۃ بنی اسرائیل: ۳۱۸۴؛ صحیح الالبانی) لہٰذا میں تو تمہاری سفارش نہیں کر سکتا، البتہ تمہیں مفید مشورہ دیتا ہوں کہ **اِذْهَبُوْا اِلٰى مُحَمَّدٍ** تم سارے جناب محمد مصطفیٰ کے پاس چلے جاؤ اور ان سے سفارش کی درخواست کرو۔ اب لوگ دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے، اے محمد ﷺ! آپ اللہ تعالیٰ کے عظیم المرتبت رسول ہیں، آخری نبی ہیں اور معصوم ومغفور ہیں، ہماری حالت پر رحم فرمایئے اور دربارِ الٰہی میں سفارش فرمایئے، آپ ﷺ کا فرمان ہے:

(فَاَنْطَلِقُ فَآتِيْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَاَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ)

"تو میں چل کر عرش الٰہی کے قریب پہنچ جاؤں گا اور وہاں اپنے رب کے حضور سجدے میں گر جاؤں گا، اللہ تعالیٰ میرے دل میں اپنی حمد وثنا کے الفاظ وکلمات الہام کرتا جائے گا اور میں انہیں زبان سے ادا کرتا جاؤں گا اور میں اس دن اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف کروں گا کہ کسی نے اس طرح کی حمد وثنا نہیں کی ہو گی، پھر

مجھے حکم ہوگا، اے میرے رسول! اِرْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَه اِشْفَعْ تُشَفَّعْ اب مانگنا آپ کا کام ہے اور دیتے جانا میرا کام ہے آپ سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔①

(۸) زمین کے خزانے

((فَبَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَءَيْتُنِيْ اُتِيْتُ بِمَفَاتِيْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِيْ يَدِيْ))②

''اور مجھے حالت نیند میں خواب کے اندر دکھایا گیا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں میرے ہاتھ میں رکھ دی گئی ہیں۔ یعنی میرے اور میری امت کے لئے روئے زمین کے شہروں کا فتح ہونا آسان فرما دیا گیا ہے۔''

ان اعزازات وخصوصیات سے صرف اور صرف جناب محمد مصطفیٰ ﷺ ہی کو نوازا گیا ہے۔ آپ کے علاوہ ان فضائل وخصائل کا کوئی نبی اور رسول بھی مستحق نہیں ہے۔ انہیں ربانی عنایات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاعر نے کہا ہے کہ

محمد حامیِ دیں ماحیِ کفر و ضلالت ہے
محمد شمع ایماں، مشعلِ راہِ ہدایت ہے
محمد مصطفیٰ کے واسطے کیا کیا سعادت ہے
نبوت ہے، رسالت ہے، قیادت ہے، امامت ہے
محمد کے سرِ پرنور پر تاجِ شفاعت ہے
نہیں ملتی ہے جو ہر آدمی کو وہ یہ نعمت ہے
محمد ہی کے دم سے افتخارِ آدمیت ہے
محمد آنِ ملت شانِ ملت جانِ ملت ہے

---

① صحيح بخارى، كتاب التفسير، سورة بنى اسرائيل، باب ذُرِّيَةَ مَنْ حَمَلْنَا مع نوح: ٤٧١٢۔

② صحيح البخارى، كتاب الجهادوالسير، باب قول النبى ﷺ: ((نصرت بالرعب مسيرة شهر)): ٢٩٧٧۔

اک اُمّی نے سب ادیان و ملل منسوخ کرڈالے
محمد تاجدارِ منصبِ ختمِ نبوت ہے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

حشر کی سرفرازیاں

شانِ مصطفیٰ بزبانِ مصطفیٰ ﷺ کا موضوع مکمل نہ ہوگا جب تک لسانِ نبوت اور زبانِ رسالت کے فرمائے ہوئے ان اعزازات و نوازشات کا تذکرہ نہ کیا جائے جن سے ہمارے آقا جناب محمد کریم ﷺ کو حشر کے دن سرفراز فرمایا جائے گا۔ صحابیِ رسول سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ نے حشر کے دن رب العزت کے خصوصی انعامات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

- أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ ''قیامت کے دن میں ساری اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔''
- وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ۔ ''اور سب سے پہلے میری قبر کھولی جائے گی۔''
- وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ۔ ''اور سب سے پہلے میں ہی سفارش کروں گا اور سب سے پہلے میری سفارش ہی کی جائے گی۔''①
- أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ ''قیامت کے دن میں تمام انسانوں کا سردار ہوں گا۔''②

صحابیِ رسول جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے روزِ حشر فرمائی جانے والی نوازشات و عنایات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

((أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَبِيَدِيْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِيْ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ))③

① صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی: ۲۲۷۸۔
② صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اھل الجنة منزلة فیھا: ۱۹۴۔
③ جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب فی فضل النبی: ۳۶۱۵؛ صححه الالبانی۔

''قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کی سرداری مجھے نصیب ہوگی اور میں اس پر فخر نہیں کرتا، اور (حشر کے دن) حمد والا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور اس پر بھی فخر نہیں کرتا، اور اس دن آدم علیہ السلام سمیت تمام انبیاء کرام میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور سب سے پہلے میری قبر کی زمین کو کھولا جائے گا مجھے اس پر بھی فخر نہیں ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں آپ ﷺ کو سارے جہان والوں سے عظمت وعزت عطا فرمائی، مگر آپ ایک ایک نعمت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں، میں اس پر فخر وغرور اور تکبر نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ عام لوگوں میں سے اگر کسی کو کوئی ایک نعمت مل جائے، مثلاً مال عزت، شہرت، علم، اقتدار، کاروبار، اولاد تو وہ اس پر اتراتا رہتا ہے مگر خاتم المرسلین ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر اس کا شکر ہی شکر ادا کر رہے ہیں۔

سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ اِمَامَ النَّبِيِّيْنَ وَخَطِيْبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَيْرَ فَخْرٍ))①

''جب قیامت کا دن ہوگا تو میں انبیاء کرام علیہم السلام کا امام اور خطیب ہوں گا اور اُن کا سفارشی بھی میں ہی ہوگا۔ مگر میں اس عظیم اعزاز پر بھی فخر نہیں کرتا۔''

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ جس طرح آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اِس جہاں میں سب سے زیادہ عزت وعظمت اور فضیلت ورفعت عطا فرمائی ہے۔ اسی طرح روزِ حشر بھی آپ ﷺ کو تمام انبیاء ورُسل سے زیادہ شان ومرتبہ عطا فرمائے گا۔

مقامِ محمود

اللہ رب العزت اپنے حبیب مکرم ﷺ کو روزِ حشر جن خصوصی انعامات سے نوازے گا ان میں سے ایک ''مقامِ محمود'' پر فائز فرمانا بھی ہے، مقام کا معنی جگہ

① جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب فی فضل النبی ﷺ: ٣٦١٣۔ حَسَّنَهُ الالبانی۔

اور محمود کا معنی تعریف کیا ہوا، یعنی قیامت کے دن آپ ﷺ کو ایسا مقام رفیع عطا فرمائے گا کہ آپ کو مرتبہ علیا پر فائز دیکھ کر تمام لوگ آپ کی تعریف کریں گے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((فَيَوْمَئِذٍ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَقَامًا مَحْمُودًا يَحْمَدُهُ اَهْلُ الْجَمْعِ كُلُّهُمْ))①

''اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا تو میدان حشر میں جمع ہونے والے تمام لوگ آپ ﷺ کی تعریف کریں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے مقام محمود کا تذکرہ قرآن حکیم میں بھی فرمایا ہے:

﴿وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾②

''اور آپ رات کے کچھ حصے میں اس (قرآن مجید) کے ساتھ تہجد پڑھا کریں، یہ (نماز) آپ ﷺ کے لیے نفل ہے، امید ہے کہ آپ کا پروردگار آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔''

المختصر خالق کائنات نے رسول کائنات ﷺ کو جس طرح اس دنیا میں بلند و بالا مقام اور بے مثل شان عطا فرمائی ہے۔ اسی طرح حشر اور قیامت کے دن بھی آپ ﷺ کو خصوصی انعامات، نوازشات اور عنایات سے نوازا جائے گا اور جس طرح دنیا میں کوئی شخص آپ کی عظمت و عزت اور مقام و مرتبے کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اسی طرح حشر کے دن بھی کوئی بڑے سے بڑا انسان آپ کا ہمسر اور برابر نہ ہوسکے گا۔ آپ ﷺ دنیا میں بھی سب سے اعلیٰ اور آخرت میں سب سے پہلے افضل، اشرف اور اعلیٰ ہوں گے۔

اگر آپ دنیا اور آخرت کی کامیابی، کامرانی اور نجات چاہتے ہیں تو سرور کونین ﷺ کے دامن سے وابستہ ہوجایئے۔ آپ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار فرمایئے۔

---

① صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب من سئل الناس تكثرا: ١٤٧٥۔

② بني اسرائيل: ٧٩۔

آپ ﷺ کی اتباع کیجئے اور آپ ﷺ کی محبت وعقیدت کو دل میں بسا لیجئے۔ تو انشاء اللہ العزیز دنیا اور آخرت کی کامیابی آپ کا مقدر ہوگی۔ جنت کے دروازے آپ کے لئے کھول دیئے جائیں گے۔ سرکار مدینہ ﷺ حوض کوثر پر بنفسِ نفیس آپ کا استقبال فرمائیں گے۔ لِوَاءُ الْحَمْدِ کے نیچے جگہ میسر آئے گی۔ عرش کا سایہ نصیب ہوگا۔ سرورِ گرامی ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔ رضائے الٰہی کا اعلان ہوگا۔ جنت الفردوس کی رہائش ملے گی اور اللہ رب العزت کا ''دیدار'' نصیب ہوگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ آپ کا عقیدہ اور عمل یہ ہو:

میرے ہزار دل ہوں تصدق ''رسول'' پر
میری ہزار جان ہو قربانِ مصطفی

رشتہ میرا خدا کی خدائی سے ٹوٹ جائے
چھوٹے مگر نہ ہاتھ سے دامانِ مصطفی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾

(اے میرے محبوب!) ''اپنے رب کی نعمتوں کو ذکر فرمایا کریں۔''

رسول امین ﷺ نے اللہ رب العالمین کے اس فرمان ذی شان کی تعمیل میں اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی جن نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اُن کی ایک مختصر جھلک میں نے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح ریت کے ذرات، بارش کے قطرات، درختوں کے پتوں اور آسمان کے ستاروں کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح رسول الثقلین، امام القبلتین، خواجۂ بدر وحنین ﷺ کے محاسن، خصائل، خصائص، محامد، فضائل اور مکارم اَخلاق کا احاطہ نہیں ہوسکتا۔ بقول شیخ سعدی رحمہ اللہ علیہ:

دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر
ماہم چناں در اول وصف تو ماندہ ایم

اور غالباً اسی کا اردو ترجمہ ہے۔

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لئے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو امام الانبیاء ﷺ کی اطاعت ومحبت نصیب فرمائے۔ موت کے وقت سرکار کا کلمہ ہماری زبانوں پر جاری فرمائے۔ حشر کے دن نبی محترم ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے اور جنت میں آپ ﷺ کی قربت عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

جمالِ مصطفیٰ ﷺ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ○ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ○ ﴾①

''اے نبی ﷺ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور اسکے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔''

عَنِ الْبَرَاءِ بِنْ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ((اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَاَحْسَنُهُمْ خَلْقًا لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ))②

''براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ تمام لوگوں سے زیادہ وجیہہ تھا اور آپ ﷺ کی جسمانی بناوٹ بھی سب سے زیادہ دلکش تھی اور آپ کا قد مبارک بہت لمبا نہیں تھا اور آپ پست قامت بھی نہیں تھے۔''

رُخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ ایسا دوسرا آئینہ
نہ کسی کی بزمِ خیال میں نہ نگاہِ آئینہ ساز میں

ہر قسم کی حمد و ثنا، خالق ارض و سماء کیلئے ہے، لاتعداد و بے شمار درود و سلام سید ولد آدم، اشرف الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی پر جنہیں رب العالمین نے رحمۃ

① الاحزاب: ٤٦-٤٥۔

② صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ: ٣٥٤٩۔

للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔ اور آپ ﷺ کو ہر لحاظ سے افضل، اعلیٰ اور اکرم پیدا فرمایا۔ آپ ﷺ اخلاق، اعمال، افعال اور اطوار میں بے مثل و بے مثال ہونے کے ساتھ ساتھ جسمانی بناوٹ، خوبصورتی اور ظاہری حسن و جمال کے لحاظ سے بھی تمام انسانوں سے زیادہ حسین، جمیل اور خوبرو ہیں۔ اللہ احسن الخالقین نے آپ کو خُلق اور خَلق میں بے مثال و لاجواب پیدا فرمایا۔ خُلق (خا پر پیش) کے معنیٰ سیرت، کردار، عادات اور حالات ہیں اور خَلق (خاء پر زبر) کا مفہوم ہے جسمانی بناوٹ، حسن و جمال اور ظاہری خدوخال۔

اس اَمر میں کسی قسم کے شک اور شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ سرورِ کونین جناب محمد ﷺ کی ذات گرامی کائنات انسانی میں خَلق اور خُلق۔ بلکہ ہر اعتبار سے سب سے افضل سب سے اعلیٰ سب سے بہتر سب سے برتر اور سب سے اشرف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ اور خصائص عمیدہ جیسا آج تک نہ کسی کو بنایا ہے اور نہ قیامت تک بنائے گا۔ اللہ رب العزت کے بعد پوری کائنات میں سب سے زیادہ شان، عظمت، بزرگی، برتری اور فضیلت حاصل ہے تو ہمارے آقا و راہنما جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو حاصل ہے۔

لَایُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّهٗ

بَعد اَز خُدَا بزرگ ''وهی'' قِصَّه مُختَصَر

نبی محترم، سرورِ عالم ﷺ کے کمالات، معجزات اور کرامات کا احاطہ کسی انسان کے بس کا روگ نہیں ہے۔ ان بابرکت گھڑیوں اور پر رحمت لمحات میں ہم سرورِ کونین، سید الثقلین، امام القبلتین جناب محمد کریم ﷺ کے ''حسن و جمال'' کا مختصر تذکرہ کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ تاکہ اہل ایمان کی محبت رسول میں اضافہ ہو اور اطاعت مصطفیٰ ﷺ کا جذبہ صادقہ پیدا ہو۔ رب العالمین ہم سب کو نبی آخر الزماں ﷺ کا محب صادق اور کامل فرمانبردار بنائے۔ (آمین)

حُسن کی سرداری

یہ مسلمہ بات اور اٹل حقیقت ہے کہ خالق کائنات نے رسول کائنات ﷺ کو ہر معاملے میں اولادِ آدم کی سرداری عطا فرمائی ہے۔ آپ ﷺ:

❁ خطابت میں تمام خطباء کے سردار۔ ❁ شرافت میں تمام شرفاء کے سردار۔
❁ فصاحت میں تمام فصحاء کے سردار۔ ❁ بلاغت میں تمام بُلغاء کے سردار۔
❁ علم میں تمام علماء کے سردار۔ ❁ صدق میں تمام اصدقاء کے سردار۔
❁ امانت میں تمام امانتداروں کے سردار۔ ❁ دیانت میں تمام دیانتداروں کے سردار
❁ عدالت میں تمام عادلوں کے سردار۔ ❁ امامت میں تمام اماموں کے سردار۔
❁ شجاعت میں تمام بہادروں کے سردار ❁ صداقت میں تمام صادقوں کے سردار۔
❁ حلم میں تمام حلیموں کے سردار۔ ❁ کرم میں تمام کریموں کے سردار۔
❁ تقویٰ میں تمام متقین کے سردار۔ ❁ ایمان میں تمام مومنین کے سردار۔
❁ اسلام میں تمام مسلمین کے سردار۔ ❁ خلوص میں تمام مخلصین کے سردار۔
❁ رسالت میں تمام رسولوں کے سردار۔ ❁ نبوت میں تمام انبیاء کے سردار۔

اسی طرح رسول مکرم ﷺ

❁ حسن میں تمام حسینوں کے سردار ❁ جمال میں تمام جمیلوں کے سردار۔

بقول نصر اللہ خان عزیز:

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

فخرِ رسالت ہادیٔ اکرم مہبط قرآں رحمت عالم
سب سے مکرم سب سے معظم ماہِ منوّر نیر اعظم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

پیارے پیارے ناموں والا اچھے اچھے کاموں والا
جنت کے انعاموں والا مرسلِ برحق نازشِ آدم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

جس کی سیرت خُلقِ قرآں جس کی صورت آیہ رحماں
راہِ ہدیٰ کی شمعِ فروزاں پیکر خوبی حسنِ مجسم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تمام معاملات میں سرورِ عالم ﷺ کی سرداری اور بالخصوص حسن و جمال میں سرداری کی بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ امام الرسل ﷺ کی حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔مشہور صحابی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ)) [1]

"میں ساری اولادِ آدم کا سردار ہوں۔"

جب آپ ﷺ ہر کام میں تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں تو لا محالہ اس سرداری میں "حسن کی سرداری" بھی شامل ہے۔

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند کہ "او" تنہا داری

عقیدے اور عقیدت کی یہ بات پوری توجہ سے نوٹ فرمالیں کہ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ اولیاءِ کرام کے سردار ہیں......اتقیاء کے سردار ہیں......اصدقاء کے سردار ہیں......ازکیاء کے سردار ہیں......اور......از آدم علیہ السلام تا عیسیٰ علیہ السلام......تمام رسولوں اور انبیاء کے سردار ہیں......

جس طرح باقی اوصاف، خصائل، خصائص اور محامد میں آپ ﷺ کا کوئی ثانی اور ہمسر نہیں ہے۔اسی طرح حسن و جمال اور شرف و کمال میں بھی آپ ﷺ کا کوئی سہیم و مثیل نہیں ہے۔

سورۃ الاحزاب کی زیرِ بحث آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے امام الرسل ﷺ کے دیگر اوصاف و کمالات کے ساتھ ساتھ آپکے حسن و جمال کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب تفضيل نبينا ﷺ:٢٢٧٨۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ يَآيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ○ وَّدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ○ ﴾

''اے نبی (ﷺ) ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا، ڈرانے والا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔''

اللہ رحیم وکریم نے آپ ﷺ کیلئے ''روشن چراغ'' کا لفظ استعمال کر کے آپ کے حسن و جمال کو اپنا عظیم شاہکار قرار دیا ہے۔

دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ
یاد آتا ہے خدا، دیکھ کے صورت ''اس کی''

حسن مصطفیٰ ﷺ کی تاثیر

اللہ احسن الخالقین نے رسول رحمۃ للعالمین کو ایسا جمال، جلال اور کمال عطاء فرمایا تھا کہ بعض لوگ آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کی بناوٹ، سجاوٹ اور نفاست کو دیکھ کر ہی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے یعنی حسن مصطفیٰ ﷺ کے نظارے کی بدولت مسلمان ہو گئے۔

انہوں نے نہ آپ کی زبان حق ترجمان سے قرآن سنا، نہ آپ ﷺ کے معجزات دیکھے، نہ احادیث سماعت فرمائیں، نہ اعمال و افعال پر نظر کی، اور، نہ خصائص وفضائل پر توجہ دی۔ بس آپ کا حسن دیکھا، جمال دیکھا، چہرۂ انور کی خوبصورتی دیکھی۔ رُخ انور کی زیارت کی، دلنشیں آنکھیں دیکھیں، خوبصورت ابرو دیکھے، دل رُبا لب اور چمکدار دانت نظر آئے، حسین رُخسار اور پرنور پیشانی دیکھی، پرکشش رنگت اور جاذب نظر ماتھا دیکھتے ہی..... کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔

یہ محض جذباتی اور حسن عقیدت کی بات نہیں ہے بلکہ تاریخ کئی ایسی شخصیات کا پتہ دیتی ہے۔ جو محض آپ ﷺ کے حسن و جمال، ظاہری خوبصورتی اور رُخ مصطفیٰ ﷺ کی بناوٹ سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے اور آپ ﷺ کی حمایت کا شرف حاصل کیا۔

قریش مکہ نے ایک سمجھدار، دانا، عقل مند اور معاملہ فہم شخص ''ابورافع'' کو اپنا نمائندہ، سفیر اور قاصد بنا کر نبی معظم ﷺ سے مذاکرات کیلئے مدینہ منورہ بھیجا۔ ابورافع، قریش مکہ کا پیغام لے کر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ کئی دنوں کے تھکا دینے والے سفر کے بعد جب ابورافع مدینہ منورہ آیا تو امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ اس وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے (اللہ تعالیٰ ہم سب کو مسجد نبوی کی بار بار زیارت کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین)

ابورافع مسجد نبوی کے دروازے سے اندر داخل ہوتے ہیں۔ محفل مصطفیٰ کا رنگ ہی نرالا ہے۔ سرورِ کائنات ﷺ صحابہ کے درمیان جلوہ افروز ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ ستاروں کے جھرمٹ میں چودھویں کا چاند چمک رہا ہے۔ امام کائنات ﷺ آنے والے مسافر کو دیکھ کر اس کی طرف توجہ فرماتے ہیں اور اس کے مجلس میں پہنچنے تک خاموشی اختیار فرمالیتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو پہلے ہی سراپا ہوش اور ہمہ تن گوش، آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشادات وفرمودات سن رہے تھے۔ مزید متوجہ ہوکر بیٹھ جاتے ہیں۔ ابورافع دربارِ رسالت میں حاضر ہوتے ہیں اور کوئی بات کئے بغیر اپنی نظروں کو نبی محترم ﷺ کے چہرۂ اقدس پر گاڑ دیتے ہیں۔ ابورافع ''حسن مصطفیٰ'' کا نظارہ کر رہا ہے اور حسن کائنات ابورافع کی طرف دیکھ رہا ہے۔ ابورافع دیکھتا جارہا ہے۔ مصطفیٰ ﷺ مسکراتے جارہے ہیں۔ ابورافع حیران ہے کہ۔

سر سے لے کر پاؤں تک تنویر ہی تنویر ہے
جیسے منہ سے بولتا قرآن وہ تقریر ہے
سوچتی ہے دل میں دُنیا مصطفیٰ کو دیکھ کر
وہ مصورِ کیسا ہوگا جس کی یہ تصویر ہے

اب ابورافع کی زبانی سنیئے کہ حسن مصطفیٰ ﷺ کی تاثیر نے ابورافع کی زندگی کو کیسے بدل کر رکھ دیا اور جمال مصطفیٰ کے اثر نے سفیر قریش کا زاویہ نگاہ تبدیل فرما کر اسے قبول اسلام کی سعادت سے بہرہ ور فرمادیا۔ ابورافع کے الفاظ ہیں:

((فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُلْقِيَ فِيْ قَلْبِي الْإِسْلَامُ))

''جب میں نے رسول اللہ ﷺ کے چمکتے اور دمکتے ہوئے چہرہ انور کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت کو پیدا فرما دیا۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور نبی محترم کے دست حق پرست پر بیعت کر کے مسلمان ہو گئے اور مسجد نبوی میں اعلان کر دیا کہ ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ''

رُخِ مصطفیٰ ﷺ کی چمک اور حسن مصطفیٰ ﷺ کی کشش کی بدولت صحابیت کا شرف عظیم حاصل کرنے کے بعد ابو رافع دربارِ رسالت میں عرض کرتے ہیں۔ اے اللہ کے رسول! میں آپ کو قریش مکہ کا پیغام پہنچانے آیا تھا مگر آپکے حسن بے مثال نے غیر محسوس طریقے سے توحید کا پیغام میرے دل میں بٹھا دیا ہے۔ میں آپ کا محب، آپ میرے محبوب۔ لہٰذا اب میں وَاللّٰهِ لَا اَرْجِعُ اِلَيْهِمْ اَبَدًا، اللہ کی قسم! آپ کا در چھوڑ کر زندگی بھر کبھی واپس نہیں جاؤں گا۔ اب آپ کا چہرہ ہوگا، میری آنکھیں ہوں گی، میں آپ کو دیکھتا رہوں گا اور آپ سرکار کے چہرۂ مقدس کی زیارت سے لطف اندوز ہو کر قلبی سکون اور دلی راحت حاصل کرتا رہوں گا۔ جناب ابو رافع رضی اللہ عنہ کے محبت و عقیدت بھرے جذبات سن کر امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: اے ابو رافع! لَا اَخِيْسُ بِالْعَهْدِ وَلَا اَحْبَسُ الْبُرُدَ، میں عہد و پیماں نہیں توڑ سکتا اور قاصد کو نہیں روک سکتا۔ چونکہ میرے اور قریش مکہ کے درمیان معاہدہ ہے اور تم ان کے سفیر ہو۔ لہٰذا، اِرْجِعْ، اب تم واپس مکہ مکرمہ قریش کے پاس جاؤ، فَاِنْ كَانَ فِيْ نَفْسِكَ الَّذِيْ فِيْ نَفْسِكَ الْآنَ فَارْجِعْ پس اگر تمہارے دل میں میری اور اسلام کی محبت اسی طرح رہے۔ جیسے اب ہے تو پھر تم مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہمارے پاس آ جانا۔ آپ ﷺ کی طرف سے وعدے کی پاسداری اور عہد کی پابندی کی بات سن کر ابو رافع آپ ﷺ کے کردار، اخلاق اور حسن عمل سے مزید متاثر ہوا۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں فرمان مصطفیٰ ﷺ سن کر واپس

مکہ مکرمہ آیا۔ یہاں اپنے معاملات طے کئے ثُمَّ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، پھر میں اپنے محبوب کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہو گیا اور دوبارہ زیارت رسول سے مشرف ہو کر ہمیشہ کے لئے صحابہ کرام کی سعادت مند جماعت میں شامل ہو گیا۔ ①

میں عرض یہ کر رہا ہوں کہ محسن انسانیت جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو خالق کائنات نے ایسا حسن و جمال عطاء فرمایا کہ بعض کافر لوگ مصطفیٰ ﷺ کے حسن و جمال اور خوبصورتی و نفاست سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔

زیارت مصطفیٰ ﷺ

سرکار مدینہ جناب محمد کریم ﷺ کے چہرۂ اقدس و اطہر و اشرف و انور کی زیارت کرنا بڑے اعزاز، اکرام اور شرف و سعادت کی بات ہے۔ وہ لوگ بڑے نیک بخت، خوش قسمت اور باکمال ہیں جنہیں رب العزت نے نبی مکرم، رسول معظم ﷺ کے چہرۂ پُر انوار کی زیارت نصیب فرمائی۔ اور یہ شرعی مسئلہ اور دینی فتویٰ ہے کہ جو شخص قبول اسلام کے بعد ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کے پُر عظمت، پُر جلال اور پُر جمال چہرے کی زیارت کر لے اور زندگی بھر دین اسلام پر قائم رہے۔ پھر حالت اسلام میں ہی اسے موت آ جائے تو ایسے آدمی پر اللہ رب العزت جہنم کی آگ حرام فرما دیتا ہے۔

صحابی رسول جناب جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی محترم ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِیْ اَوْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ)) ②

”جس مسلمان نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا تو جہنم کی آگ اس کے قریب نہ آ سکے گی۔“

---

① سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب فی الامام یُسْتَجَنُّ به فی العهود: ۲۷۵۸، صححه الالبانی۔ ② جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی فضل من رئی النبی ﷺ: ۳۸۵۸، قال الحافظ زبیر علی زئی فی تخریج المشکاۃ: ۶۰۱۳، اسناده حسن۔

آپ حسن مصطفی ﷺ کے اثرات وثمرات اور فوائد و برکات کا اندازہ فرمائیں کہ رسول مکرم ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت کرنیوالوں کو اللہ تعالیٰ جہنم کے عذاب اوردوزخ کی آگ سے محفوظ فرما دیتا ہے اور اس سے آگے آپ محسن انسانیت ﷺ کی زیارت کرنے والوں کی عظمت وفضیلت پر غور فرمائیں کہ جس مسلمان نے چہرۂ مصطفی ﷺ کی زیارت کرنے والے صحابی کو دیکھ لیا۔ اللہ کریم اس سے بھی جہنم کی آگ کو دور فرما دیتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے جنت کی اس واضح بشارت اور جہنم سے آزادی کے واشگاف اعلان کے باوجود اگر کوئی شخص ان پاکیزہ نفوس کے بارے میں ہرزہ سرائی کرے۔ ان کے ایمان وتقویٰ کے بارے میں شکوک وشبہات کا اظہار کرے اور انہیں جنتی تسلیم کرنے سے انکار کرے تو ایسے شخص کو اپنے خیالات تبدیل کر لینے چاہیں کیونکہ زیارتِ مصطفی ﷺ کا شرف حاصل کرنے والے مسلمان کو جنت کا سرٹیفکیٹ اس عظیم پیغمبر نے عطا فرمایا ہے جو اپنی مرضی سے نہیں بولتا بلکہ خدا کی وحی سے بولتا ہے۔

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○﴾[1]

''اور وہ رسول اپنی خواہش سے بات نہیں کرتا۔ وہی کہتا ہے جو اس کی طرف وحی کی جاتی ہے۔''

گفتہ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

کاش ہم سرور عالم ﷺ کے عہد مبارک میں ہوتے تو آپ ﷺ کے رُخ مبارک کی زیارت کرکے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سکون و اطمینان پہنچاتے۔ اے الہ العالمین! ہمیں حشر کے دن امام الرسل کی زیارت نصیب فرمانا۔ آپ کے دست اطہر سے حوض کوثر کا جام عطاء فرمانا۔ آپ کے حمد والے جھنڈے تلے جگہ ودیعت فرمانا اور آپ کی رفاقت ومعیت میں جنت کا داخلہ نصیب فرمانا۔ (آمین)

---

① النجم: ۳۔۴۔

نبی کریم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے پیارے محبوب ﷺ کے چہرۂ مبارک کی زیارت کے کس قدر مشتاق اور نبی محترم ﷺ کے رخِ انور کو دیکھنے کے لئے کتنے بے تاب ہوتے تھے اور آپ کی زیارت سے دوری انہیں کتنی شاق گزرتی ہے۔ اس امر کا اندازہ جناب ثوبان رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے جسے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے:

''ایک صحابی (جناب ثوبان رضی اللہ عنہ) دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے تو ان کا چہرہ اترا ہوا، رنگ اڑا ہوا اور طبیعت پریشان تھی۔ رسول محترم ﷺ نے ان سے پریشانی کا سبب دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ((اِنَّكَ لَاَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ نَّفْسِيْ وَاَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَهْلِيْ وَاَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ وَّلَدِيْ)) مجھے آپ اپنے اہل و عیال، اپنی اولاد اور اپنی جان سے زیادہ عزیز اور محبوب ہیں۔ اور آپ کی ذات گرامی سے میری محبت، الفت اور عقیدت کا حال یہ ہے کہ اِنِّيْ لَاَكُوْنُ فِي الْبَيْتِ میں اپنے گھر میں اپنی بیوی اور بچوں کے ہمراہ خوش باش ہوتا ہوں کہ اچانک مجھے آپ ﷺ کی یاد ستاتی ہے تو میں فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کے رخِ انور کی زیارت کر کے دل کو اطمینان، روح کو تسکین اور طبیعت کو آرام پہنچا لیتا ہوں۔ حسبِ معمول میں آج بھی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ گھر میں خوش و خرم تھا کہ آپ ﷺ کی جدائی اور فراق کے خیال نے مجھے ازحد پریشان کر دیا۔ اور میں نے سوچا کہ آپ ﷺ کے چہرۂ مقدس کی زیارت تو میرے لئے راحتِ جاں ہی نہیں بلکہ عزیز ازجہاں ہے، وَاِذَا ذَكَرْتُ مَوْتِيْ وَمَوْتَكَ، آج مجھے اپنی اور آپ ﷺ کی موت کے خیال نے پریشان کر دیا۔ میرے ذہن میں بار بار یہ بات کھٹک رہی ہے کہ، اِنَّكَ اِذَا دَخَلْتَ الْجَنَّةَ رُفِعْتَ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَاِنْ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ خَشِيْتُ اَنْ لَّا اَرَاكَ آپ تو انبیاء کے ہمراہ جنت

کے ارفع، اعلیٰ اور افضل مقام میں ہوں گے اور اگر اللہ کریم کی رحمت سے مجھے جنت کا داخلہ نصیب ہو بھی گیا تو میں آپ ﷺ کی زیارت سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سکون نہ پہنچا سکوں گا۔ (اے اللہ کے رسول! اس جنت کو میں کیا کروں گا جس میں آپ ﷺ کی زیارت نصیب نہ ہو۔)''

جناب ثوبان رضی اللہ عنہ کی زبان سے ''زیارت رسول ﷺ'' کے اشتیاق اور محبت مصطفی ﷺ کا اعلان سن کر رسول محترم ﷺ نے ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ رب العالمین نے رحمۃ للعالمین پر وحی نازل فرما دی:

﴿وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝﴾ ①

''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول جناب محمد مصطفی ﷺ کی فرمانبرداری کرتے ہیں خدا تعالیٰ انہیں قیامت کے دن انبیاء، اصدقاء، شہداء اور صلحاء کی رفاقت، معیت اور صحبت نصیب فرمائے گا۔ اور یہ کتنے اچھے رفیق ہوں گے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی زیارت کے شائقین کو جدائی کے صدمے سے دوچار نہیں کرے گا۔ بلکہ جنت الفردوس میں انہیں ''زیارت مصطفی'' کی سعادت نصیب فرمائے گا۔'' ②

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حشر اور جنت میں اس عظیم سعادت سے بہرہ ور فرماتے ہوئے امام الرسل کے چہرۂ اقدس واطہر کی زیارت نصیب فرمائے۔ (آمین)

① النساء: ٦٩۔ ② المعجم الاوسط للطبرانی: ١/ ١٥٢: ٤٧٧؛ رجاله رجال الصحیح غیر عبدا بن عمران۔

حسنِ مصطفیٰ بزبان مرتضیٰ

نبی اکرم، رسول محترم کے چچا زاد بھائی اور داماد جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے حسن و جمال کا بڑا خوبصورت تذکرہ فرمایا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے رسول محترم کی، خلوت کو دیکھا...... جلوت کو دیکھا...... محفل کو دیکھا...... تنہائی کو دیکھا...... نیند کو دیکھا...... بیداری کو دیکھا...... خوش و خرم دیکھا...... محزون و مغموم دیکھا...... مکہ میں دیکھا...... مدینہ میں دیکھا...... بدر میں دیکھا...... اُحد میں دیکھا...... خندق میں دیکھا...... خیبر میں دیکھا...... حدیبیہ میں دیکھا...... حنین میں دیکھا...... گھر میں دیکھا...... باہر دیکھا...... بازار میں دیکھا...... مسجد میں دیکھا...... شادی سے قبل دیکھا...... شادی کے بعد دیکھا...... فرحاں بھی دیکھا...... پریشاں بھی دیکھا...... عبادت کرتے ہوئے دیکھا...... آرام فرماتے ہوئے دیکھا...... سحری کھاتے ہوئے دیکھا...... افطاری کرتے ہوئے دیکھا...... حالت جنگ میں دیکھا...... زمانہ امن میں دیکھا...... ہتھیار پہنے دیکھا...... مصلے پہ کھڑے دیکھا...... قبل از اعلان نبوت دیکھا...... بعد از اظہار رسالت دیکھا...... ابوطالب کے گھر میں دیکھا...... خدیجہ رضی اللہ عنہا کے محل میں دیکھا...... حضر میں دیکھا...... سفر میں دیکھا...... اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں دیکھا...... عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں دیکھا...... مسجد نبوی میں دیکھا...... قباء کی بستی میں دیکھا...... علی رضی اللہ عنہ نے محسن انسانیت...... کی جوانی کو دیکھا...... بڑھاپے کو دیکھا...... صبح کو دیکھا...... شام کو دیکھا...... دن کو دیکھا...... رات کو دیکھا...... اندھیرے میں دیکھا...... اجالے میں دیکھا...... اکیلے بھی دیکھا...... رفقاء میں دیکھا...... کھاتے ہوئے دیکھا...... پیتے ہوئے دیکھا...... چلتے ہوئے دیکھا...... کھڑے ہوئے دیکھا...... الغرض۔ انہوں نے سرور عالم ﷺ کی سیرت کو بھی دیکھا اور صورت کو بھی دیکھا...... آپ رضی اللہ عنہ جمالِ مصطفیٰ، جلالِ مصطفیٰ اور چالِ مصطفیٰ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ ضَخْمُ الرَّاسِ ضَخْمُ الْكَرَادِيْسِ طَوِيْلُ الْمَسْرُبَةِ إِذَا مَشٰى تَكَفَّأَ كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ①

''نبی ﷺ کا قد مبارک نہ بہت لمبا تھا نہ بالکل چھوٹا (بلکہ درمیانہ قد تھے) دونوں ہتھیلیاں اور پاؤں گوشت سے بھرے ہوئے، سر مبارک بڑا، جوڑوں کی ہڈیاں مضبوط، سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری، آپ جب چلتے تو قدرے جھک کر، گویا کسی بلند جگہ سے نیچے اتر رہے ہوں۔ میں نے آپ ﷺ جیسا حسین وجمیل نہ آپ سے پہلے کوئی دیکھا اور نہ آپ کے بعد کوئی آپ جیسا خوبرو نظر آیا۔''

جناب علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اس فرمان میں سرور عالم ﷺ کے جسمانی اوصاف وکمالات کا کمال نقشہ بیان فرمایا ہے۔ جسمانی اعضاء کی بناوٹ بے مثال...... سجاوٹ بے مثال...... نفاست بے مثال...... طہارت بے مثال...... نجابت بے مثال...... کرامت بے مثال...... چال بے مثال...... ڈھال بے مثال اور جمال بھی بے مثل و بے مثال۔

چاند سے حسین تر

امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے چہرۂ مبارک کی زیارت کا شرف عظیم حاصل کرنے والے سعادت مندوں نے اپنے اپنے احساسات، جذبات، تصورات اور تخیلات کے مطابق اپنے محبوب ﷺ کے حسن و جمال کا بڑا دلربا تذکرہ کرتے ہوئے عقیدت و محبت اور الفت کا اظہار کیا ہے۔ مثلاً

- کسی نے آپ ﷺ کے چہرۂ منور کو تلوار جیسا چمکدار کہا۔
- کسی نے آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک کو چاند جیسا پُر نور کہا۔

① جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب: وصف علی للنبی ﷺ: ٣٦٣٧، صححه الالبانی۔

- کسی نے آپ ﷺ کے رُخ انور کو چاند کا دمکتا ہوا ٹکڑا کہا۔
- کسی نے آپ ﷺ کے چہرے کی دھاریوں کو بجلی کی کوند کہا۔
- کسی نے آپ ﷺ کے روئے زیبا کو چودھویں کا چاند کہا۔
- کسی نے آپ ﷺ کے مکھڑے کو سورج کی طرح روشن اور گول کہا۔
- کسی نے نبی اکرم ﷺ کے چہرۂ منور کو جاذبِ نظر اور پُر جمال کہا۔
- کسی نے رسول محترم ﷺ کے رُخ مبارک کو جگمگاتا ہوا چاند کہا۔
- کسی نے پیغمبر اقدس ﷺ کو وقت طلوع کا سورج کہا۔
- کسی نے محسن کائنات ﷺ کے رُخ اطہر کو گورا چمکدار کہا۔
- کسی نے آپ ﷺ کے بابرکت رخساروں کو سفید کہا۔
- کسی نے رسول اللہ ﷺ کی رنگت کو سفید سرخی مائل کہا۔
- کسی نے آقا ﷺ کے چہرۂ انور کو سفید چمکدار کہا۔
- کسی نے سرورِ کونین ﷺ کے جسم پاک کو چاندی جیسا سفید کہا۔
- کسی نے امام الرسل ﷺ کے رُخ مبارک کو انتہائی شفاف کہا۔
- کسی نے آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کو بدرِ کامل کہا۔

الغرض...... ہر ایک نے اپنے زاویہ نگاہ اور حسن عقیدت سے سرور کائنات...... کے ’’حسن و جمال‘‘ کو بیان کرنے کی کوشش کی۔ شاعر حقیقت مولانا علی محمد صمصام رحمہ اللہ نے محبان مصطفیٰ ﷺ کے ان جذبات و احساسات کو شعری جامہ پہنایا اور کہا ؎

میں صدقے سوہنا مکھڑا جگ ویکھنے دا بھکھڑا
ویکھاں تے کٹ جائے دکھڑا ہووے ہرا دل سکھڑا
ٹھر جان اکھیاں میریاں جو سفنیاں نے گھیریا
کوئی چہرے نوں تلوار کہے تلوار دی بھی کوئی دھار کہے
کوئی بدر دا چمکار کہے کوئی سورج دا لشکار کہے
میں چند کہاں انصاف نئیں چند دا تے چہرہ صاف نئیں

چند آپ بھکھا دید دا ۔۔۔ بج لاء کے اوندا عید دا
اتھے چند نوں پچھدا کون ایں ۔۔۔ سورج دی نیویں دھون ایں
اتھے یوسفاں دی واہ نئیں ۔۔۔ کوئی اُچی لیندا ساہ نئیں
پچھ جا کے حبشی بلال نوں ۔۔۔ جس ڈٹھا میرے لعل نوں
رنگ گورا چٹا چمکدا ۔۔۔ جیویں چند پورا دمکدا

نبی اکرم ﷺ کے مشہور صحابی سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے سرورِ عالم ﷺ کے حسن و جمال کی بڑی خوبصورت تصویر کشی کی ہے۔ فرماتے ہیں:

''میں نے ایک روشن رات میں سرورِ گرامی ﷺ کو سرخ جبہ زیب تن فرمائے ہوئے دیکھا۔''

اللہ اکبر! وہ کیسا عجب سماں ہوگا جب امام الانبیاء مسجد نبوی کے صحن میں آرام فرما ہوں گے۔ مسجد کی سرزمین، امام الرسل کی چمکدار جبین..... رات کا سہانا موسم..... روشن رات..... آسمان پر چودھویں کا چاند چمک رہا ہے۔ مسجد نبوی کے صحن میں مدینے کا چاند دمک رہا ہے، وہ رات کو نکلتا ہے، دن کو نظر نہیں آتا۔ یہ رات کو بھی چمکتا ہے اور دن کو بھی دمکتا ہے۔ اس کی روشنی چند گھنٹے، اس کی ضیاء پاشیاں قیامت تک، وہ آسمان کا چاند، یہ آمنہ کا لعل، واہ جابر رضی اللہ عنہ! تیری قسمت کے کیا کہنے؟ تیری عظمت کے کیا کہنے؟ تیری رفعت کے کیا کہنے؟ ۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے ۔۔۔ یہ بڑے نصیب کی بات ہے

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ لَیْلَۃٍ أُضْحِیَۃٍ وَعَلَیْہِ حُلَّۃٌ حَمْرَاءُ'' ۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک چمکتی ہوئی چودھویں کی رات میں سرخ جبہ زیب تن کئے ہوئے دیکھا۔ آپ مسجد نبوی کے صحن میں چہرہ آسمان کی طرف کئے لیٹے ہوئے تھے۔ جسد مبارک سرخ چادر سے ڈھانپا ہوا اور چہرۂ انور کھلا ہوا تھا۔''

آسمان پر چودھویں کا چاند چمک رہا تھا ...... مسجد نبوی کے صحن میں مصطفیٰ ...... کا چہرہ دمک رہا تھا۔ جناب جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ **فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهِ وَإِلَى الْقَمَرِ**، میں قریب کھڑا کبھی آسمان کے چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی مصطفیٰ ﷺ کے چہرۂ انور کو دیکھتا تھا۔ کبھی نظریں آسمان پر ...... کبھی نگاہیں امام دوجہان پر ...... میں نے دیکھا وہ بھی چمکدار ...... یہ بھی چمکدار ...... وہ بھی روشنی پھیلانے والا ...... یہ بھی نور چمکانے والا ...... وہ بھی خوبصورت ...... یہ بھی خوبصورت ...... واہ جابر! تیرے تصور اور تیری عقیدت پہ قربان! حضرت جابر رضی اللہ عنہ بار بار اور کئی بار دیکھنے اور دونوں کا موازنہ کرنے کے بعد فیصلہ فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔

((فَهُوَ عِنْدِي أَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ)) [1]

''البتہ مجھے رسول اللہ ﷺ چودھویں کے ''چاند سے زیادہ حسین'' نظر آئے۔''

جناب جابر رضی اللہ عنہ کی اسی روایت کا ترجمہ مولانا محمد ابراہیم خادم رحمہ اللہ نے یوں کیا ہے۔

روایت کریندا ہے جابر سہارا
میں اک راتیں ڈٹھا محمد پیارا
چندوں چودھویں سی کوئی کوئی سی تارا
میں دوواں نوں ویکھاں دوبارہ دوبارہ

خدا دی قسم چند مدھم دسایا
محمد دا چہرہ سوہنا نظریں آیا

حضرات گرامی! رسول مکرم ﷺ کا حسن و جمال اور شرف و کمال اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ سب سے زیادہ محبت آپ ﷺ کی ذات گرامی سے کی جائے اور صرف اور صرف آپ ﷺ ہی کی اتباع اور فرمانبرداری کی جائے۔

---

[1] شمائل ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ: ۱۰؛ صححہ الالبانی فی مختصر الشمائل: ۸۔

جھوٹا نہیں ہو سکتا

شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، امام المتقین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کا چہرۂ مبارک ایسا پُرکشش اور آپ ﷺ کا رُخ انور ایسا پُراثر تھا کہ کئی سلیم الفطرت اور صاحب بصیرت لوگوں نے آپ ﷺ کا چہرۂ پُرانوار دیکھتے ہوئے اعلان کر دیا کہ اِنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ، ایسے خوبصورت اور بے مثال چہرے والا کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی روشن ضمیر اور دانا لوگوں میں ایک عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے امام الرسل ﷺ سے نہ کوئی معجزہ طلب کیا، نہ دلیل مانگی اور نہ قرآن حکیم سنا۔ بس سرور کائنات ﷺ کا رُخ انور دیکھا اور پھر دیکھتے ہی رہ گئے اور چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کی زیارت کے سبب قبول اسلام کی سعادت سے بہرہ ور ہو گئے۔ جناب عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہود کے کبار علماء میں سے تھے۔ بلکہ "سرتاج العلماء" تھے اور اپنے قبیلے کے رئیس تھے۔ بہت دانا، عقل مند، سمجھدار اور تجربہ کار انسان تھے۔ یہودیوں کے بہت بڑے مذہبی رہنما اور لیڈر تھے۔ مدینہ منورہ کے یہودی آپ کو، سَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا أَعْلَمُنَا وَابْنُ أَعْلَمِنَا۔ وہ ہمارا سردار ہے، ہمارے سردار کا بیٹا ہے، وہ ہمارا سب سے بڑا عالم ہے اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہے" کہا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے قبول اسلام کا واقعہ خود بیان فرماتے ہیں:

"جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور نبوت کے بارے میں سنا اور آپ کے اوصاف حمیدہ، اسم مبارک، شکل و صورت اور اخلاق و عادات کے بارے میں علم ہوا تو مجھے بڑی مسرت اور خوشی ہوئی اور مجھے یقین ہو گیا کہ مکہ مکرمہ میں اعلان نبوت کرنے والی ذات وہی ہستی ہے جس کی تشریف آوری کے ہم منتظر اور ان کیلئے چشم براہ ہیں۔ دل چاہا کہ فوراً مکہ مکرمہ حاضری دوں اور سرور کونین ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو جاؤں۔ مگر بعض مصالح کی بناء پر میں نے اپنے جذبات اور احساسات کو ظاہر نہ کیا اور مکمل خاموشی اختیار کئے رکھی۔ تا آنکہ نبی محترم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ

تشریف لے آئے۔ جب میں نے آپ ﷺ کے ورودِ مدینہ منورہ کی خبر سنی تو فرط مسرت سے میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا۔ اور نبی محترم ﷺ کی زیارت اور ملاقات کیلئے دربارِ رسالت میں حاضر ہوگیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اپنے الفاظ ہیں کہ ((لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْجَفَلَ النَّاسُ عَلَيْهِ وَاَنَا فِيْمَنْ انْجَفَلَ)) جب نبی مکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ جوق درجوق آپ ﷺ کی ملاقات کیلئے حاضر ہوئے۔ میں بھی دربار رسالت میں حاضر ہونے والوں میں سے ایک تھا۔ فَلَمَّا اسْتَبَنْتُ وَجْهَهُ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ، جب میں نے امام الانبیاء ﷺ کے چہرہ اقدس کو بغور دیکھا تو میرے دل میں یقین پیدا ہوگیا کہ ایسا خوبصورت اور روشن چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہوسکتا۔ میرے دل نے فوراً تصدیق کردی کہ بے شک یہی نبی آخرالزماں ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کا رُخ انور آپ کی صداقت وحقانیت کی واضح دلیل ہے۔"

جناب عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ابھی چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کی زیارت سے اپنے دل کی پیاس بجھا رہے تھے کہ رسول محترم ﷺ نے حاضرین سے خطاب فرمانا شروع کردیا۔ سرور کائنات ﷺ نے مدینہ منورہ تشریف آوری پر جو پہلا وعظ فرمایا۔ وہ چار مسائل پر مشتمل تھا۔ اور ان احکام اربعہ پر عمل پیرا ہونے والوں کے لئے جنت کی بشارت کا اعلان تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ)) ①

"لوگوں کو کثرت سے سلام کہو، اور بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور صلہ رحمی اختیار کرو اور رات کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو تم نماز (تہجد) ادا کرو۔ تم بسلامت جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔"

① جامع ترمذی، کتاب صفة القیامة والرقائق، باب ٤٢ـ ٢٤٨٥، صححه الالبانی۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ کا حسین وجمیل چہرہ دیکھ کر اور یہ حکیمانہ خطاب سن کر میں نے فوراً کلمہ پڑھا اور اسلام قبول کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں شامل ہوگیا۔ چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کے یہ اثرات وثمرات ظاہر کیوں نہ ہوں کہ خالق کائنات نے پوری کائنات میں سب سے احسن، اجمل واکمل پیدا فرمایا ہے تو جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو پیدا فرمایا ہے۔ بقول مولانا صمصام رحمہ اللہ۔

سوہنا نبی دا چہرہ چودہویں دے چند وانگوں
کالیاں زلفاں لٹکن ریشمی کمند وانگوں

منہ سی مٹھاس والا   عاصیاں دی آس والا
حسن دی پیاس والا   شربت سی کھنڈ وانگوں

سوہنا نبی دا چہرہ چودہویں دے چند وانگوں
کالیاں زلفاں لٹکن ریشمی کمند وانگوں

آنوں تے شانوں سوہنا   سارے جہانوں سوہنا
کس نے ورفعنا پایا   رتبہ بلند وانگوں

سوہنا نبی دا چہرہ چودہویں دے چند وانگوں
کالیاں زلفاں لٹکن ریشمی کمند وانگوں

حسبوں تے نسبوں سوہنا   وہبوں تے کسبوں سوہنا
تائیوں صمصام لبھے!   چیز پسند وانگوں

سوہنا نبی دا چہرہ چودہویں دے، چند وانگوں
کالیاں زلفاں لٹکن ریشمی کمند وانگوں

حلیہ مبارک

نبی اکرم ﷺ کے حسن و جمال کا تذکرہ اہل ایمان کا بڑا محبوب اور پسندیدہ موضوع ہے۔ آپ ﷺ کے ظاہری جمال و جلال کے بیان میں اہل وفا نے زندگیاں صرف فرما دیں مگر کوئی حلیہ مبارک کا کما حقہ وصف بیان نہ کر سکا۔ صحابہ کرام نے حلیہ مصطفیٰ و موضوع

سخن بنایا، اولیاء عظام نے اس عنوان کو اپنایا، علماء کرام نے اسے بیان فرمایا مگر آج تک اس موضوع کا پورا حق ادا نہیں ہوسکا۔ حسن مصطفیٰ ﷺ کے فقید المثال موضوع کا حق ادا کیسے ہوسکتا ہے؟ کہ کائنات ہست و بود میں...... خدا کی ساری خدائی میں...... آسمان کی وسعتوں میں...... زمین کے طول و عرض میں...... شرق و غرب اور شمال و جنوب میں...... بلکہ مافوق السماء اور ماتحت الثریٰ میں اللہ کریم نے آپ جیسا حسین و جمیل کسی کو پیدا ہی نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حسن کی تمام خوبیاں، جمال کی تمام رعنائیاں، نزاکت کی تمام باریکیاں اور خوبصورتی کی تمام ادائیں ''جسم محمد ﷺ'' میں جمع فرما کر رحمت عالم...... کو تخلیق فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ کے حسن و جمال کی ساری اداؤں کا احاطہ تو کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ مگر عرب کی ایک صحرانشیں عورت ''اُمِ معبد'' نے سرورِ کونین ﷺ کے حلیہ مبارک کی جو تصویر کشی کی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

سفر ہجرت کے دوران سرورِ دو جہاں ﷺ ایک خیمہ کے پاس سے گزرے۔ خیمہ کے باہر ایک باوقار، متین اور دانا عورت کو بیٹھے دیکھ کر رفیق نبی جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس نے دریافت فرمایا کہ کیا آپ کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز قابل فروخت ہے۔ بڑھیا نے جواب دیا کہ اگر میرے پاس کوئی چیز ہوتی تو میں از خود آپ کی خدمت میں پیش کردیتی اور میزبانی میں کوتاہی نہ کرتی۔ اس مہمان نواز، سنجیدہ فکر، باحیا اور پُرخلوص عورت کا نام ''عاتکہ'' تھا۔ اور ''اُمِ معبد'' کی کنیت سے مشہور تھیں۔ ان کا خیمہ مسافروں کے لیے آرام گاہ اور سرائے کی حیثیت اختیار کرچکا تھا۔ وہ ہر آنے جانے والے کی خدمت کرکے خوشی محسوس کرتیں اور ڈھیروں دعائیں حاصل کرتی تھیں۔ اسے سوء اتفاق کہیے یا حسن اتفاق کہ جس دن رحمت کائنات ﷺ وہاں تشریف لائے۔ ان دنوں خشک سالی نے اس علاقے کو قحط زدہ کردیا تھا۔ اس لئے اُم معبد نے خدمت سے معذوری ظاہر کرتے ہوئے اپنی مجبوری سے امام الرسل ﷺ کو آگاہ کیا اور بڑے ادب سے عرض کی کہ آج تو میرے گھر میں کوئی چیز دستیاب نہیں ہے۔

غریبوں کے ہمدرد آقا ﷺ نے خیمے کے کونے میں کھڑی بکری کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ اگر اجازت ہوتو ہم اس کا دودھ دوھ لیں۔ بڑھیا نے عرض کی کہ یہ بکری کمزوری اور ضعف کی وجہ سے چرنے کے لئے ریوڑ کے ساتھ نہیں جاسکی۔ یہ بڑی لاغر ہے اور دودھ دینے کے قابل نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آپ ہمیں دوہنے کی اجازت تو دیں۔ بڑھیا نے تعجب انگیز نگاہوں سے آپ ﷺ کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ اگر آپ ضرور ہی تجربہ کرنا چاہتے ہیں تو کوشش کر لیجئے۔ شائد تھنوں کو کھینچنے سے کوئی قطرہ نکل آئے۔ امام الانبیاء، سیدالاتقیاء جناب محمد مصطفی ﷺ نے ''اللہ کا نام'' لے کر جب اپنا دست مبارک لاغر و نحیف بکری کی پشت پر پھیرا تو رب العالمین نے بکری کے تھنوں کو دودھ سے بھر دیا۔

یہ بسم اللہ کی برکت اور رسول اللہ ﷺ کا معجزہ تھا۔ معجزے میں ہاتھ پیغمبر کا ہوتا ہے اور قدرت خدا کی ہوتی ہے۔ کرامت میں ہاتھ اللہ کے نیک اور صالح بندے کا ہوتا ہے۔ مگر قدرت عرش والے کی ہوتی ہے۔ معجزہ مصطفی ظاہر ہوگیا آپ ﷺ نے بڑھیا سے برتن طلب کیا اور خود زمین پر بیٹھ کر بکری کے تھنوں سے دودھ نکالنا شروع کردیا جب برتن لبالب بھر گیا تو آپ ﷺ نے اصرار کرکے پہلے اُمِ معبد کو پلایا پھر جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رجایا اور آخر میں خود نوش فرمایا۔ برتن صاف کرنے کے بعد اسی بکری کو دوبارہ دوہنا شروع کیا اور برتن بھر کر اُمِ معبد کے حوالے کرکے اگلی منزل کی طرف روانہ ہوگئے۔

شاعر اسلام مولانا عبدالستار مرحوم نے سیدہ اُمِ معبد کے خیمہ پر سرورِ کونین ﷺ کے ہاتھوں ظہور پذیر ہونے والے اس فقید المثال معجزے کا تذکرہ شاعرانہ الفاظ میں یوں فرمایا:

منزل کرکے اک جگہ پر پہنچیا نبی حقانی
رستے اوپر تنبو اندر بیٹھی اک زنانی

اُمِ معبد اس نام بتاون بہت غریب بیچاری
امر کیتا اس عورت تائیں خاص حبیب غفاری

ہے کجھ حاضر کھاون کارن چیز تیرے گھر کائی
کجھ نئیں حاضر صدقے جاواں اس نے عرض سنائی
فاقہ لے کر بیٹھی آہی اوہ مسکین نمانی
بھی اک بکری بدھی آہی لا غر درد رنجانی
آکھیا فیر اس عورت تائیں پاک رسول سجاویں
بکری تیری چو، کر پیواں جے توں حکم سنا ویں
ویکھ لوو میں صدقے جاواں کیتا عرض بیچاری
کر برتن سرور عالم کیتی جدوں تیاری!
اتنا دودھ ہویا جھب فضلوں خاطر نبی پیارے
جتنے برتن حاضر ہے سن چو کر بھر لئے سارے
پی کر دودھ حبیب ربانے اوتھوں ہوگئے راہی
گھر مسکیناں برکت بھریا ہوگئی بے پرواہی
چھوڑ گئے سب تنگی فاقے برکت شاہ ابراراں
سارا ٹبر اوہ، دودھ پیون گزرے سال اٹھاراں
کرن روایت اس عورت نوں ہرگز خبر نہ آہی
کوئی نئیں حالا معلم اس نوں کون رسول الٰہی

واہ اُمِ معبد! تو کتنی سعادت منداور نیک بخت ہے کہ تیرے اجڑے ہوئے خیمے کو امام القبلتین، رسول الثقلین جناب محمد کریم ﷺ کے قدوم میمنت لزوم نے بابرکت بنا دیا اور قیامت تک تیرے خیمے کا ذکر خیر بھی ہوتا رہے گا (اللہ تعالیٰ اس عظیم البرکت رسول کا ہم سب کو فرمانبردار بنائے۔ آمین)۔

تھوڑی دیر کے بعد اُمِ معبد کا خاوند ابو معبد بھی بکریوں کو ہانکتے ہوئے خیمہ کی طرف لے آیا اور گھر کے سب سے بڑے برتن کو دودھ سے لبالب بھرا ہوا دیکھ کر حیرانی سے پوچھا۔ اُمِ معبد! یہ دودھ کہاں سے آیا؟ اُمِ معبد نے کہا ''اس لاغر بکری سے'' اس نے

کہا۔ اسکے تھنوں میں تو دودھ کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا۔ اُمِ معبد نے کہا "ہمارے ہاں سے ایک مبارک آدمی گزرا ہے۔" یہ ساری اسی کی برکت ہے۔ ابومعبد نے کہا کہ مجھے اس کا حلیہ بتاؤ۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ ہمارے غریب خانے سے گزرنے والا وہی شخص ہے۔ جس کو قریش مکہ تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ اس بادیہ نشین عورت اُمِ معبد نے سرور کائنات ﷺ کے حسن و جمال کی جو دِل آویز تصویر کشی کی اور آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کا جونقشہ بیان فرمایا۔ وہی ہمارا موضوع ہے۔ اُمِ معبد فرماتی ہیں۔

- رَأَیْتُ رَجُلًا ظَاهِرًا الْوَضَاءَةِ۔ میں نے روشن چہرے والا آدمی دیکھا۔
- اَبْلَجَ الْوَجْهِ۔ حَسَنَ الْخُلُقِ ------ خوبرو، خوش اخلاق۔
- لَمْ تَعِبْهُ ثَجْلَةٌ وَلَمْ تُزْرِبِهٖ صَعْلَةٌ ۔ متوازن پیٹ، سر کے بال بہ تمام و کمال۔
- وَسِیْمٌ قَسِیْمٌ -------------- بہت زیادہ حسین و جمیل۔
- فِیْ عَیْنِهٖ دَعَجٌ، وَفِیْ اَشْفَارِهٖ وَطَفٌ --- چمکدار آنکھیں، گھنی پلکیں۔
- وَفِیْ صَوْتِهٖ صَهَلٌ وَفِیْ عُنُقِهٖ سَطَعٌ --- رعب دار آواز، لمبی گردن۔
- وَفِیْ لِحْیَتِهٖ کَثَاثَةٌ اَزَجُّ اَقْرَنُ --- گھنی ڈاڑھی، باریک اور پیوستہ ابرو۔
- اِنْ صَمَتَ فَعَلَیْهِ الْوَقَارُ ------------ خاموشی پُروقار۔
- وَاِنْ تَکَلَّمَ سَمَاهُ وَعَلَاهُ الْبَهَاءُ -------- گفتگو لولوئے لالہ۔
- اَجْمَلُ النَّاسِ وَاَبْهَاهُ مِنْ بَعِیْدٍ --- دور سے دیکھیں تو خوبصورت اور بارونق۔
- اَحْسَنُهٗ وَاَجْمَلُهٗ مِنْ قَرِیْبٍ --- قریب سے دیکھیں تو اور بھی حسین و جمیل۔
- حُلْوُ الْمَنْطِقِ لَا نَزْرٌ وَلَا هَزْرٌ ------ شیریں کلام، جچے تلے الفاظ۔
- کَاَنَّ مَنْطِقَهٗ، خَرَزَاتٌ یَتَحَدَّرْنَ ------ گفتگو گویا موتیوں کی لڑی۔
- رَبْعَةٌ ------------- میانہ قد۔
- لَا تَشْنَاهُ مِنْ طُوْلٍ ------------ نہ طویل القامت کہ اچھا نہ لگے۔
- وَلَا تَقْتَحِمُهُ الْعَیْنُ مِنْ قِصَرٍ --------- نہ کوتاہ قد کہ معیوب ہو۔
- غُصْنٌ بَیْنَ غُصْنَیْنِ ---------- شگفتہ و تروتازہ شاخ۔

* فَهُوَ أَنْضَرُ الثَّلَاثَةِ مَنْظَرًا وَأَحْسَنُهُمْ قَدْرًا ۔۔۔خوش منظر، قابل قدر۔
* لَا عَابِسٌ وَلَا مُفَنَّدٌ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نہ ترش رو، نہ فضول گو۔①

عرب کی اس بادیہ نشین عورت نے سید البشر ﷺ کے حسن و جمال اور گفتار و اطوار کا ایسا خوبصورت نقشہ پیش فرمایا کہ ان کے خاوند ابو معبد اسی وقت رسول محترم ﷺ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ سے ملاقات کر کے دونوں میاں بیوی فوراً مسلمان ہو گئے۔ سبحان اللہ۔

اللہ رب العالمین نے اسی حسین و جمیل رسول ﷺ کی خوبصورتی اور حسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا﴾

''اور ہم نے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔''

اللہ رب العزت تمام مسلمانوں کو اس حسین و جمیل، خوبصورت و خوب سیرت اور باوصف و باکمال رسول ﷺ کا سچا فرمانبردار اور اطاعت گزار بنائے۔ (آمین)

میں ضامن ہوں

اللہ رب العالمین نے نبی رحمۃ للعالمین ﷺ کو ایسی خوبصورتی، زیبائی اور رعنائی عطا فرمائی تھی کہ جو بھی آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک کی زیارت کرتا وہی آپ کا گرویدہ ہو جاتا اور دیکھتے ہی آپ پر بھرپور اعتماد کا اظہار کر دیتا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص ﷺ کی ذات پر عدم اعتماد ظاہر کرنے کی کوشش کرتا تو آپ کی زیارت سے مشرف ہونے والا انسان غائبانہ طور پر ہی آپ کا ضامن بن جاتا اور آپ ﷺ کے ذمہ واجب الادا رقم کی ادائیگی کی ذاتی ضمانت دینے پر تیار ہو جاتا۔ وہ زیارتِ نبوی ﷺ سے اتنا متاثر ہو جاتا کہ واضح طور پر اعلان کرتا کہ ایسا خوبرو، خوش شکل، خوش اخلاق اور خوش کردار شخص جھوٹا اور دھوکے باز نہیں ہو سکتا۔ حسن مصطفیٰ ﷺ کی تاثیر کے حوالے سے رسول محترم ﷺ کی

---

① المستدرك للحاكم، كتاب الهجرة: ٤٢٧٤؛ صحيح۔

حیات مبارکہ کا صرف ایک واقعہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ طارق بن عبداللہ محاربی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد کی بات ہے کہ:

''ایک مرتبہ ہم مدینہ طیبہ کے قریب قیام پذیر تھے کہ ایک دن سفید کپڑوں میں ملبوس ایک شخص ہمارے پاس آیا۔ اس نے ہمیں سلام کہا۔ ہم نے سلام کا جواب دیا تو آنے والے نے سوال کیا کہ مِنْ اَیْنَ اَقْبَلَ الْقَوْمُ؟ قافلہ کہاں سے آیا ہے؟ ہم نے انہیں بتایا کہ ہم ''ربذہ'' سے آئے ہیں اور اونٹوں کی خرید وفروخت کے سلسلے میں یہاں چند دن کیلئے مقیم ہیں۔ اس آدمی نے ایک سرخ اونٹ کی طرف اشارہ کرکے پوچھا: تَبِیْعُوْنِیْ جَمَلَکُمْ؟ کیا تم یہ اونٹ بیچو گے؟ ہم نے کہا: نَعَمْ، ہاں، یہ اونٹ قابل فروخت ہے۔ اس نے ہم سے قیمت پوچھی، قُلْنَا کَذَا وَکَذَا صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ، ہم نے کہا: اس اونٹ کے بدلے میں ہم اتنے صاع کھجوریں لیں گے۔ اس نے ہم سے اونٹ کی قیمت میں کمی کا مطالبہ کئے بغیر اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور مدینہ منورہ کی طرف چل پڑا۔ (ہم اس کے حسن و جمال، گفتگو میں مٹھاس اور اخلاق سے اتنے متاثر ہوئے کہ ہم میں سے کسی نے اس سے قیمت کا مطالبہ نہ کیا اور اسے جاتے ہوئے پیچھے سے دیکھتے رہے) جب وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہوگیا تو ہمیں فکر دامن گیر ہوئی کہ ہم نے اس شخص سے اونٹ کا سودا کیا ہے۔ قیمت وصول نہیں کی اور اونٹ اس کے حوالے کر دیا ہے۔ اس کے نام کا ہمیں علم نہیں ہے۔ اور پتہ بھی معلوم نہیں ہے۔ ہمارے جیسا بھی کوئی بیوقوف دنیا میں ہوگا کہ ایک اجنبی اور ناواقف شخص کو اونٹ پکڑا دیا اور قیمت وصول نہیں کی۔ ہم نے ایک دوسرے کو ملزم ٹھہرانا اور ملامت کرنا شروع کر دی۔''

جب ہمارے قافلے کی ایک خاتون نے ہمیں پریشان دیکھا تو ہمیں تسلی دیتے ہوئے کہا کہ فکر نہ کرو۔ ''تمہارے اونٹ کی قیمت کی میں ضامن ہوں۔'' ہم نے کہا: تم اسے جانتی اور پہچانتی ہو؟ خاتون نے کہا: ''میں نے اس کے چہرۂ مبارک

کو بغور دیکھا ہے۔ میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ ایسے پُرکشش، دل رُبا اور حسین وجمیل چہرے والا دھوکہ باز نہیں ہوسکتا۔" قافلے والوں نے خاتون سے کہا کہ اس کے حسن و جمال نے تو ہمیں بھی متاثر کیا ہے۔ لیکن تم بتاؤ کہ تم نے اس شخص کے بارے میں اتنی بڑی بات کس طرح کہہ دی۔ خاتون نے جواب دیا: مَارَأَيْتُ وَجْهَ رَجُلٍ اَشْبَهَ بِالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ مِنْ وَجْهِهٖ، میں نے آج تک اس جیسا حسین وجمیل نہیں دیکھا۔ اس کا چہرہ تو چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ اسکے چہرے کی ملاحت، بناوٹ اور سجاوٹ کی بناء پر مجھے پورا یقین ہے کہ وہ تم سے دغا نہیں کرے گا۔ شام تک ہم اسی قسم کی گفتگو میں مصروف اور امید و یاس کی کیفیت سے دوچار رہے۔ جب عشاء کا وقت ہوا تو مدینہ منورہ کی طرف سے ایک شخص ہمیں آتا ہوا دکھائی دیا۔ اس نے ہمارے قریب آ کر سلام کہا اور بتایا کہ۔ ((اَنَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْكُمْ)) میں اللہ تعالیٰ کے رسول جناب محمد مصطفی ﷺ کا قاصد ہوں۔ مجھے آپ ﷺ نے اہل قافلہ کی طرف کھجوریں دے کر بھیجا ہے اور فرمایا ہے: ((اَنْ تَاكُلُوْا مِنْ هٰذَا حَتّٰى تَشْبِعُوْا)) تمام قافلے والے پہلے پیٹ بھر کر کھجوریں کھاؤ، ((وَتَكْتَالُوْا حَتّٰى تَسْتَوْفُوْا)) اور پھر جتنی کھجوروں کے بدلے اونٹ کا سودا ہوا ہے، وہ تول کر پوری کرلو۔

طارق بن عبداللہ محاربی کہتے ہیں کہ پہلے تو ہم نے خوب سیر ہوکر کھجوریں کھائیں اور اونٹ کی قیمت کے برابر تول کر پوری پوری وصول کرلیں۔ (رات ہم سب نے مشورہ کیا کہ صبح ہم ایسے خوبرو، حسین وجمیل اور امانتدار و دیانتدار ہستی کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ جائیں گے) پس جب ہم اگلے دن مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تو۔ ((فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ يَخْطُبُ النَّاسَ)) رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی میں منبر پر کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرمارہے تھے۔ ①

① سنن دارقطنی، کتاب البیوع: ۲۹۷۶۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سرتاج اور اہل ایمان کے غمخوار جناب محمد مصطفی ﷺ کے حسن و جمال اور رعنائی و دلربائی پر کیا خوب کہا ہے کہ ؎

مَتٰی یَبْدُ فِی الدَّاجِی الْبَهِیْمِ جَبِیْنُهُ
یَلُحْ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجَی الْمُتَوَقِّدِ

''اندھیری رات میں ان کی پیشانی نظر آتی ہے تو اس طرح چمکتی ہے جیسے روشن چراغ۔''

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۝ وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ ﴾

''اے نبی ﷺ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا، ڈرانے والا اور اسکے حکم سے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا اور ''روشن چراغ'' بنا کر بھیجا ہے۔''

جمال رسول ﷺ کا جامع تذکرہ

رسول محترم ﷺ کے جانثاروں میں ایک شخص جناب ہند بن ابی ھالہ رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے پہلے خاوند ''ابو ہالہ'' کے صاحبزادے تھے۔ نبی محترم کے سیدہ خدیجہ سے نکاح کے بعد آپ کو رسول مکرم ﷺ کے حسن و جمال کو بہت قریب سے بار بار دیکھنے کا اعزاز و شرف ہوتا رہا۔ حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ ''حسن و جمال مصطفیٰ'' کا تذکرہ بہت کثرت اور وضاحت سے فرمایا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اصحاب رسول کے ہاں آپ کو ''وَصَّافُ النَّبِی ﷺ'' کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ یعنی نبی محترم ﷺ کے اوصاف جمیلہ بیان کرنے والے۔ جب جناب ہند رضی اللہ عنہ اپنے محبوب ﷺ کے حسن و جمال، رنگ، ڈھنگ، جسامت، نزاکت اور قدو قامت کا دل آویز اور خوبصورت تذکرہ فرماتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھیڑ لگ جاتی اور محبان مصطفیٰ، بڑے شوق، عقیدت اور الفت سے ''حسن مصطفیٰ'' کا تذکرہ سماعت فرماتے۔ حبیب خدا کے حسن کا ذکر خیر سن کر خوشی اور مسرت محسوس فرماتے۔ بسا اوقات

بعض اصحابِ رسول آپ سے درخواست کرتے کہ ازراہ کرم ہمیں حسن مصطفیٰ ﷺ کے متعلق بتائیں اور ہمارے قلوب واذہان کو مسرور ومسحور فرمائیں۔ چنانچہ نواسہ رسول، جگر گوشہ بتول سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ ذکر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں جناب ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے درخواست کی آپ میرے سامنے میرے نانا محترم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے حلیہ مبارک کی بناوٹ، سجاوٹ، نفاست اور خوبصورتی کا تذکرہ فرمائیں۔تاکہ ذکر مصطفیٰ سے میرا دل مسرور ومطمئن ہو اور آپ کے بیان کو میں اپنے لئے سند اور حجت بنا سکوں۔ جناب حسن رضی اللہ عنہ کے مطالبے پر جناب ہند رضی اللہ عنہ نے سرور کائنات جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے حلیہ مبارک کا جوشاندار اور جاندار تذکرہ فرمایا۔ وہ آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔صحابی رسول جناب ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ:

”ذاتی اعتبار سے بھی بڑی شان والے تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑا مقام رکھتے تھے، يَتَلَألَوءُ وَجْهُهُ تَلَأْلُوءُ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک چودہویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ آپ ﷺ کا قد مبارک درمیانی قامت والے سے قدرے طویل اور زیادہ لمبے قد والے سے کچھ پست تھا، اَزْهَرُ اللَّوْنِ، آپ ﷺ کا رنگ نہایت چمکدار تھا، وَاسِعُ الْجَبِيْنِ، پیشانی مبارک کشادہ، اَزَجُّ الْحَوَاجِبِ، ابرو خم دار، باریک اور گنجان تھے۔ دونوں ابرو جدا جدا تھے۔ باہم پیوستہ نہیں تھے۔ ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی۔ آپ ﷺ کی ناک مبارک بلندی مائل اور چمکدار تھی۔آپ ﷺ کی ڈاڑھی مبارک بھرپور، رخسار مبارک ہموار، دھن مبارک معتدل، دندان مبارک باریک آبدار، گردن مبارک باریک اور ازحد خوبصورت، تمام اعضاء نہایت معتدل، بدن گٹھا ہوا، پیٹ اور سینہ ہموار، کلائیاں دراز، ہتھیلیاں فراخ اور آپ ﷺ کی چھاتیاں اور پیٹ بالوں سے خالی تھی۔“ [1]

[1] شمائل ترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ:۷۔ضعفہ الالبانی

مولانا نور حسین گرجاکھی رحمۃ اللہ علیہ نے امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے حسن و جمال اور شرف و کمال کو بڑے خوبصورت پنجابی اشعار میں بیان فرمایا ہے:

اعظم پیر محمد سرور رہبر کل جہاناں
سوہنا نام تے سوہنی خصلت نبیاں وچ یگانہ
خیر الناس محمد عربی شہر مدینے والا
جس نے مشرق مغرب تائیں کیتا نور اجالا
لہندے، چڑھدے، دکھن پربت ڈھونڈ لوو جگ سارا
ایسا کدھرے مول نہ دسے سوہنا نبی سوہارا
نہ سنیاں نہ ڈٹھا ہرگز مثل محمد کوئی
اوسے نبی محمد اتے ختم نبوت ہوئی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَدَاعِيًا إِلَى اللهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا﴾

''کہ ہم نے آپ کو داعی الی اللہ اور روشن چراغ بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔''

ہر عیب سے پاک

خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین ﷺ کے مشہور صحابی جناب حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ''شاعر دربار رسالت'' ہونے کا اعزاز وشرف، اور سعادت حاصل ہے۔ نبی محترم ﷺ بعض اوقات ان سے اشعار سنتے اور انہیں دعا دیا کرتے تھے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کیلئے مسجد نبوی میں منبر رکھواتے اور حسان منبر مصطفیٰ پر کھڑے ہوکر اشعار میں اسلام اور صاحب اسلام کی مدح و ثنا کرتے تو آپ ﷺ خوش ہوکر فرماتے:

((إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ مَعَ حَسَّانَ مَا نَافَحَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))[1]

---

[1] سنن ابی داود، کتاب الادب، باب ماء جاء فی الشعر: ۵۰۱۵؛ حَسَّنَهُ الالبانی۔

''جب تک حسان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے ان کی مدد فرماتا ہے۔''

آپ ﷺ کی صورت وسیرت کی تمام باریکیوں اور لطافتوں کو جاننے اور سمجھنے والے شاعر جناب حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے آپ کے حسن و جمال، رعنائی و زیبائی اور خوبصورتی وخوب سیرتی کو اپنے بے مثال اشعار میں یوں بیان فرمایا ہے:۔

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِيْ
وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

''اے اللہ کے رسول! میری آنکھوں نے آج تک آپ سے زیادہ حسین کوئی دیکھا ہی نہیں ہے اور میری آنکھیں دیکھ کیسے سکتی تھیں جبکہ آپ سے زیادہ خوبصورت انسان کسی عورت نے آج تک جنا ہی نہیں ہے۔''

خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَاتَشَاءُ

''اے میرے محبوب! آپ ہر عیب ونقص سے پاک پیدا کئے گئے ہیں گویا آپ نے جیسا پسند فرمایا آپ کو ویسا ہی تخلیق کیا گیا ہے۔''

- مجھے حکم ہے کہ میں عیب کے قریب نہ جاؤں۔
- آپ کو حکم ہے کہ آپ گناہوں کے قریب نہ جائیں۔
- خطیبوں کو حکم ہے کہ عیب کے قریب نہ جاؤ۔
- ادیبوں کو حکم ہے کہ عیب کے قریب نہ جاؤ۔
- اماموں کو حکم ہے کہ عیب کے قریب نہ جاؤ۔
- مفتیوں کو حکم ہے کہ عیب کے قریب نہ جاؤ۔
- واعظوں کو حکم ہے کہ عیب کے قریب نہ جاؤ۔
- مقرروں کو حکم ہے کہ عیب کے قریب نہ جاؤ۔

مفسروں، محدثوں، مصنفوں، مؤلفوں، پیروں، فقیروں، ولیوں، بزرگوں، بڑوں، چھوٹوں، مردوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں، جوانوں، عالموں، جاہلوں، الغرض ہر شخص کو حکم ہے کہ تم نے عیبوں کے قریب نہیں جانا......اور......عیبوں کو حکم ہے کہ تم نے محمد کریم ﷺ کے قریب نہیں جانا۔ کیونکہ ؎

خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

جمال مصطفیٰ، حسن مصطفیٰ اور کمال مصطفیٰ ﷺ کے متعلق جناب حسان رضی اللہ عنہ کے ان خوبصورت اور اثر انگیز عربی اشعار کا ترجمہ شاعر اسلام شیخ محمد سعید القت رحمہ اللہ نے پنجابی زبان میں کیا ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کے حسن و جمال اور شرف و کمال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ؎

روشن چہرہ، قد کاٹھ، بشر بناوٹ
ختم ہوگئی سوہنے اُتے سجاوٹ
سُہپّن نفاست دے پھلاں دا سہرا
واہ سبحان اللہ محمد، دا چہرہ
کسے ماں ایہو جیہا سوہنا نئیں جنیاں
جیویں اپنی مرضی مطابق ہے بنیاں
مصور نے بس انتہا کر گئی
بڑی ریجھ دے نال تصویر کئی
حسیناں جمیلاں دا منہ موڑ دِتا
محمد بنا کے قلم توڑ دِتا

سب سے احسن

کائنات ہست و بود میں ہر اعتبار سے جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات سب سے اکمل، اجمل، افضل، اشرف، اکرم اور اعلیٰ ہے۔ اس لئے صرف اور صرف آپ ہی کی اتباع اور فرمانبرداری کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص حسن و جمال کی بناء پر کسی سے محبت کرتا ہے تو

اسے سب سے حسین و جمیل محمد کریم ﷺ سے پیار کرنا چاہیے۔ اگر کوئی خوش خلقی کی وجہ سے محبت کرتا ہے تو اسے صاحب خلق عظیم ﷺ کو اپنا محبوب بنانا چاہیے..... اگر کوئی زبان کی سچائی کے باعث محبت کرتا ہے تو اسے صادق و امین ﷺ کو محبت کا مرکز بنانا چاہیے..... اگر کوئی کردار کی عظمت کو دیکھ کر الفت کرتا ہے تو اسے بے مثل کردار کے حامل محمد مصطفیٰ ﷺ..... کو عقیدت کا محور بنانا چاہیے..... الغرض، آپ جس لحاظ اور جس اعتبار سے بھی نبی محترم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کریں گے۔ آپ ﷺ کی ذات گرامی اسی اعتبار سے مجموعہ کمالات اور سراپا حسن و جمال نظر آئے گی۔ دنیا کی کوئی خوبی ایسی نہیں جو آپ ﷺ کی ہستی مبارک میں موجود نہ ہو اور کائنات کا کوئی ایسا کمال نہیں جو آپ میں نہ پایا جاتا ہو۔ عربی شاعر نے بڑی خوبصورت بات کہی ہے:

وَلِكُلِّ نَبِيٍّ فِي الْاَنَامِ فَضِيْلَةٌ
وَجُمْلَتُهَا مَجْمُوْعَة لِمُحَمَّدٍ

"اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو فضیلت اور عظمت عطا فرمائی ہے اور جناب محمد ﷺ کی ذات میں تمام فضائل و کمالات کو جمع فرما دیا گیا ہے۔"

اللہ رب العزت نے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کو..... صفی اللہ بنایا..... کسی کو نجی اللہ بنایا..... کسی کو خلیل اللہ بنایا..... کسی کو ذبیح اللہ بنایا..... کسی کو کلیم اللہ بنایا..... کسی کو خلیفۃ اللہ بنایا..... کسی کو روح اللہ بنایا..... مگر محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام کمالات کا مجموعہ بنایا..... اور حبیب اللہ کا شرف عظیم عطا فرمایا تو محمد کریم ﷺ کو عطا فرمایا۔ عربی شاعر کہتا ہے:

مَا اِنْ رَاَيْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِمِثْلِهِ
فِي النَّاسِ كُلِّهِمِ بِمِثْلِ مُحَمَّدٍ

"میں نے دنیا بھر کے انسانوں میں جناب محمد رسول اللہ ﷺ جیسا حسین و جمیل نہ دیکھا ہے اور نہ سنا ہے۔"

لَمْ يَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ
اَبَدًا وَ عِلْمِىْ اَنَّهٗ لَا يَخْلُقُ

''اللہ رحمان نے جناب محمد مصطفیٰ ﷺ جیسا کسی انسان کو بنایا ہی نہیں ہے اور میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ جیسا کسی کو پیدا بھی نہیں فرمائے گا۔''

ان آیات بینات، احادیث مبارکات اور پُراثر واقعات سے یہ بات عیاں ہوگئی ہے کہ سرورِ کونین ﷺ کا ''حسن و جمال'' بھی بے مثال و باکمال ہے۔ جس طرح دوسرے خصائل و خصائص میں کوئی شخص آپ ﷺ کا ہمسر اور برابر نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح ظاہری حسن و جمال اور خوبصورتی میں بھی کوئی انسان آپ کی برابری اور ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ آپ ﷺ کی رعنائی، زیبائی اور نفاست و نجابت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ ﴾

''اے نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا، ڈرانے والا اور اس کے حکم سے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا اور ''روشن چراغ'' بنا کر بھیجا ہے۔''

اللہ رب العالمین کے حضور دلی دعا ہے کہ خالق ارض و سماء ہم سب کو اس حسین و جمیل اور رؤف و کریم نبی ﷺ کا فرمانبردار، اطاعت شعار اور وفادار بننے کی سعادت نصیب فرمائے۔ (آمین)

خالق نے اسے ایسا طرح دار بنایا
یوسف کو بھی طالب دیدار بنایا

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

دعوتِ مصطفیٰ ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ○ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ○﴾①

''اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو (توحید وسنت کا) گواہ بنا کر اور (جنت کی) خوشخبری سنانے والا اور (عذاب جہنم سے) ڈرانے والا بن کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسی کی طرف دعوت دینے والا اور چمکتا ہوا چراغ بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔''

رب العالمین کی حمد وثنا، تعریف وتسبیح، تحمید وتمجید اور پیغمبر اکرم، رسول محترم، سید الکل، ختم الرسل، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، جناب محمد کریم ﷺ کی ذات گرامی پر لاتعداد، ان گنت، بے شمار اور بے حساب درود وسلام کے بعد۔

خالق کائنات نے ہدایت کائنات کیلئے رسول کائنات پر جو کتاب مبین نازل فرمائی ہے۔ اس آخری کتاب کے بائیسویں پارے سے سورۃ الاحزاب کی دو آیات طیبات اس روح پرور محفل میں باترجمہ تلاوت کی گئی ہیں۔

ان بابرکت آیات میں رب العالمین نے رحمۃ للعالمین ﷺ کے سات اوصاف حمیدہ اور خصائص پاکیزہ کو بیان فرمایا ہے۔ جن کی مختصر تفصیل تمہیداً عرض کرنا چاہتا ہوں۔

① الاحزاب:45-46۔

① نبی

ایسا انسان کامل جس پر رب العزت کی طرف سے وحی نازل فرمائی جائے اور اسے تبلیغ کا حکم دیا جائے۔اس حیثیت سے جناب محمد کریم ﷺ کو اس اعلیٰ وصف سے پکارا گیا ہے۔

②۔رسول

ایسا عظیم انسان جس پر وحی کا نزول ہو اور اسے نئی شریعت یا نئی کتاب عطاء فرما کر تبلیغ کرنے کا حکم دیا جائے۔اس لحاظ سے آپ ﷺ منصب رسالت پر فائز ہیں۔

③۔شاھد

گواہی دینے والا۔ امام الانبیاء ﷺ اللہ تعالیٰ کی توحید، اپنی رسالت، قرآن حکیم کی صداقت، جنت اور دوزخ کی حقیقت وغیرہ کے حقیقی اور سچے گواہ ہیں۔

④۔مبشر

فرمانبرداروں، اطاعت گزاروں اور اللہ تعالیٰ کے پرستاروں کو جنت کی خوشخبری سنانیوالے کو کہتے ہیں۔آپ ﷺ کو اس اعزاز عظیم سے بھی نوازا گیا ہے۔

⑤۔نذیر

نافرمانوں، اطاعت سے منہ موڑنے والوں اور شرک و بدعت کا ارتکاب کرنے والوں کو دوزخ کے عذاب سے ڈرانے والے کو کہتے ہیں یہ ذمہ داری بھی نبی آخرالزماں کو تفویض کی گئی ہے۔

⑥۔داعی الی اللہ

اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والا،توحید کا سبق پڑھانے والا، شرک کی آلودگیوں او رنجاستوں سے بچانے والا، غیر اللہ کے پجاریوں کو ایک اللہ کے در پر جھکانے والا بنا کر بھی آپ ﷺ کو بھیجا گیا ہے۔

⑥۔ سراجاً منیرا

''روشن چراغ'' خود سراپا روشنی اور لوگوں کے قلوب و اذھان کو نورِ ایمان سے منور فرمانے والے وصف اعلیٰ و ارفع سے بھی آپ ﷺ کو مشرف فرمایا گیا ہے۔

سرورِ کونین، سید الثقلین، جناب محمد مصطفی ﷺ کے ان سات اوصاف حمیدہ اور خصائص عمیدہ میں سے چھٹا وصف ''دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ'' ہماری گزارشات کا عنوان ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دلی دعا، دردمندانہ التجا، فقیرانہ صدا اور عاجزانہ استدعا ہے کہ خالق ارض وسماء وسیرت طیبہ کے ایک اہم اور ضروری حصے کو کماحقہ عرض کرنے کی۔ آپ کو اس پر پوری توجہ فرمانے کی اور پھر ہم سب کو ''دعوت مصطفی'' قبول کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی سعادت، ہمت اور توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

دعوت کا کام

اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت وتبلیغ کا کام بڑا پر خطر، خاصا مشکل اور بہت دشوار ہے۔ یہ کام کرنے والے کو گالیاں سننا پڑتی، ماریں کھانا پڑتی، اذیتیں برداشت کرنا پڑتی، صدمے سہنے پڑتے اور دکھوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دعوت دین کا فریضہ سرانجام دینے والے کو بے آرام ہونا، بھوکا پیاسا رہنا اور پیٹ پر پتھر باندھنا پڑتے ہیں۔ اکثر اوقات اسے اعتراضات کا سامنا کرنا پڑتا اور الزامات سننے پڑتے ہیں۔ لوگ اسے دیوانہ، پاگل، مجنون اور بیوقوف کہتے اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ مگر داعی کو حکم ہے کہ لوگ اپنا کام کرتے جائیں، تم اپنا کام کرتے جاؤ، لوگ گالیاں دیں، تم قرآن سناؤ، لوگ مذاق اڑائیں، تم احادیث سناؤ، لوگ الزامات لگائیں، تم آیات کی تلاوت کرو۔ لوگ تکلیفیں دیں، تم صبر کرو۔ لوگ پتھر ماریں، تم دعائیں دو اور یاد رکھو:

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾①

''لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان کے ساتھ بہترین طریقے سے گفتگو فرمائیے۔''

① النحل: ١٢٥۔

اس آیت مبارکہ میں واضح کر دیا گیا ہے کہ دعوت دین کا کام کرنے والے کے لئے لازم ہے کہ حکمت، دانائی اور سنجیدگی کے ساتھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلائے۔ حالات وظروف پر گہری نظر رکھے اور مخاطبین وسامعین کی ذہنی سطح اور علمی معیار کا پورا پورا خیال اور لحاظ کرے اور جب عوام الناس کو ''سبیل رب'' کی دعوت دے تو دلوں میں اتر جانے والا انداز گفتگو اپنائے، نرمی، ملائمت اور حسن اخلاق کا اعلیٰ نمونہ پیش کرے اور ناصحانہ، مشفقانہ اور کریمانہ اسلوب اپنانے کی کوشش کرے۔ اگر دعوتی کام میں کسی وقت اسلام کے مخالفوں، دین کے دشمنوں اور قرآن وسنت کے ناقدوں سے بحث و مباحثہ، مجادلہ ومناقشہ اور مذاکرہ ومناظرہ کی نوبت آ جائے تو پھر بھی سختی، تلخی اور درشتی سے دامن بچاتے ہوئے بہترین لب ولہجہ میں ''دین کی بات'' پیش کرے۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے اسے صرف دین سنانے کا حکم دیا ہے لوگوں کو زبردستی منوانے کا حکم نہیں دیا۔ قرآن وسنت سمجھانا اور سنانا ہمارا کام ہے۔ اسے لوگوں کے دلوں میں بٹھانا اور ہدایت عطا فرمانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس امر کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ دین کے داعی اور اسلام کے مبلغ کیلئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو اپنے راستے کی طرف نہ بلائے...... اپنے استاد کے راستے کی طرف نہ بلائے...... اپنے والد کے راستے کی طرف نہ بلائے...... کسی فقیہ کے راستے کی طرف نہ بلائے...... کسی مجتہد کے راستے کی طرف نہ بلائے...... کسی امام کے راستے کی طرف نہ بلائے...... کسی امتی کے راستے کی طرف نہ بلائے...... بلکہ مبلغ کا فرض منصبی ہے کہ لوگوں کو ''رب کے راستے'' کی طرف بلائے۔ سبیل اللہ کی طرف بلائے، صراط مستقیم کی طرف یعنی قرآن وحدیث کی طرف بلائے۔ اللہ کی توحید کی طرف بلائے۔ سرور کونین ﷺ کی سنت کی طرف بلائے۔ رب کی عبادت کی طرف بلائے۔ رسول کی اطاعت کی طرف بلائے۔ ﴿أُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ﴾

عقیدے اور عقیدت کی یہ بات بھی ذہن نشین فرمایئے کہ ''رب کا راستہ'' قرآن و حدیث کا راستہ ہے۔ فرمان خدا اور فرمان مصطفی کا راستہ ہے۔ عرش والے کی عبادت اور

دینے والے کی اطاعت کا راستہ ہے۔ جو شخص اس صراط مستقیم اور راہ قویم کو چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اپنائے گا یا اس کی طرف بلائے گا تو وہ...... راستہ

- کفر کا راستہ تو ہوسکتا ہے۔
- اسلام کا راستہ نہیں ہوسکتا۔
- شرک کا راستہ تو ہوسکتا ہے۔
- توحید کا راستہ نہیں ہوسکتا۔
- نفاق کا راستہ تو ہوسکتا ہے۔
- ایمان کا راستہ نہیں ہوسکتا۔
- نافرمانی کا راستہ تو ہوسکتا ہے۔
- فرمانبرداری کا راستہ نہیں ہوسکتا۔
- جہنم کا راستہ تو ہوسکتا ہے۔
- جنت کا راستہ نہیں ہوسکتا۔
- عذاب کا راستہ تو ہوسکتا ہے۔
- ثواب کا راستہ نہیں ہوسکتا۔
- بدعت کا راستہ تو ہوسکتا ہے۔
- سنت کا راستہ نہیں ہوسکتا۔

رب کعبہ کی قسم! قرآن وحدیث کے علاوہ ہر راستہ۔

- شیطان کا راستہ تو ہوسکتا ہے۔
- رحمان کا راستہ نہیں ہوسکتا۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ﴾ لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف بلاؤ۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ یہ محض اسی ذات کی کرم نوازی اور اسی کا فضل واحسان ہے کہ ہم لوگوں کو۔

- کسی ہستی کی دعوت نہیں دیتے۔
- کسی بستی کی دعوت نہیں دیتے۔
- کسی بڑے کی دعوت نہیں دیتے۔
- کسی چھوٹے کی دعوت نہیں دیتے۔
- کسی امام کی دعوت نہیں دیتے۔
- کسی مقتدی کی دعوت نہیں دیتے۔
- کسی زندہ کی دعوت نہیں دیتے۔
- کسی مردہ کی دعوت نہیں دیتے۔
- کسی فقیہ کی دعوت نہیں دیتے۔
- کسی وجیہ کی دعوت نہیں دیتے۔
- کسی خطیب کی دعوت نہیں دیتے۔
- کسی ادیب کی دعوت نہیں دیتے۔
- کسی بڑے کی دعوت نہیں دیتے۔
- کسی چھوٹے کی دعوت نہیں دیتے۔

❁ کسی اپنے کی دعوت نہیں دیتے۔ ❁ کسی بیگانے کی دعوت نہیں دیتے۔

بلکہ .....ہم دعوت دیتے ہیں تو صرف اور صرف

❁ رب کے قرآن کی دعوت دیتے ہیں اور مصطفی ﷺ کے فرمان کی دعوت دیتے ہیں۔

اور ہم برملا کہتے ہیں، علی الاعلان کہتے ہیں، ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں، بلا خوف کہتے ہیں، برسرِ دار کہتے ہیں اور بار بار کہتے ہیں کہ قرآن وسنت ہی صراط مستقیم ہے۔ قرآن و سنت ہی جنت کی کلید ہے۔ قرآن وسنت ہی نجات کی راہ ہے۔ قرآن وسنت ہی اصل درسگاہ ہے۔ یہی سبیل رسول ﷺ ہے اور یہی راہ رب کو قبول ہے۔

قرآن و سنت کی راہ پر تو چلا چل بے دھڑک
جنت الفردوس کو جاتی ہے سیدھی یہ سڑک

اللہ تعالیٰ ہم سب کو زندگی بھر اسی راہ ہدایت پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

بحیثیت داعی

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ امام الرسل ﷺ کی سیرت مبارکہ طبقۂ انسانی کے ہر فرد و بشر کے لئے اسوۂ حسنہ اور بہترین نمونہ ہے۔

❁ اگر کوئی استاد ہے.....تو۔۔معلم اعظم.....کی سیرت کو اپنائے۔

❁ اگر کوئی خطیب ہے.....تو.....مسجد نبوی کے خطیب کی سیرت کا مطالعہ کرے۔

❁ اگر کوئی بیٹا ہے.....تو.....جناب عبداللہ کے صاحبزادے کی سیرت پر عمل کرے۔

❁ اگر کوئی باپ ہے.....تو.....فاطمہ، رقیہ، زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن۔۔ کے والد کی سیرت کو مشعل راہ بنائے۔

❁ اگر کوئی شوہر ہے.....تو.....سیدہ خدیجہ، سیدہ عائشہ اور دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے خاوند کی سیرت کو پیش نگاہ رکھے۔

❁ اگر کوئی سپہ سالار ہے.....تو.....بدر واحد اور احزاب وحنین کے سالار اعظم کی سیرت کو اختیار کرے۔

❁ اگر کوئی فاتح ہے.....تو فاتح مکہ کے عفو و درگزر کو ملحوظ رکھے۔

● اگر کوئی عابد و زاہد ہے.....تو رات کی تاریکیوں میں رب کے حضور سربسجود ذات کو نمونہ بنائے۔
● اگر کوئی حکمران ہے.....تو ریاست مدینہ کے حاکم کا نظام سلطنت ملاحظہ کرے۔
● اگر کوئی قاضی، جج، منصف یا ثالث ہے.....تو حجرِاسود کی تنصیب کا فیصلہ پڑھے۔
● اگر کوئی سخی ہے.....تو وہ کسی سائل کو خالی نہ لوٹانے والے کی فیاضی دیکھے۔
● اگر کوئی تاجر ہے.....تو خدیجہ کا مال شام لے جانیوالے کی دیانت پر عمل کرے۔
● اگر کوئی طبیب و حکیم ہے.....تو علاج نبوی کے اصول اور ضوابط کا خیال رکھے۔
● اگر کوئی مسافر ہے.....تو وہ راہِ مدینہ کے مسافر کی حیات مبارکہ پڑھے۔
● اگر کوئی داعی حق، مبلغ اسلام اور ناصح عوام ہے.....تو اسے بھی داعی اعظم جناب محمد مصطفی ﷺ کی حیات مقدسہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

مختصر یہ کہ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ اور پہلو ایسا نہیں ہے۔جس کے لئے پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت و تعلیمات میں رہنمائی موجود نہ ہو۔آپ کا اسوہ، اسوۂ کامل اور آپ کی سیرت، سیرت اکمل ہے۔چونکہ ہمارا موضوع سرور کائنات.....کی دعوتی سرگرمیاں اور تبلیغی دلچسپیاں ہے۔اس لئے ہم اپنی معروضات کو اسی عنوان تک محدود رکھنے کی کوشش کریں گے۔اللہ تعالیٰ ہمارے مبلغین، واعظین اور مقررین کو ''دعوت مصطفیٰ'' سنانے، عوام کو سننے اور پھر سب کو عمل کرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔(آمین)

جب ہم امام الانبیاء جناب محمد مصطفی ﷺ کی دعوتی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ توحید الٰہی کی دعوت کی پاداش میں:

❁ آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے۔ ❁ آپ کو مجنون کہا گیا۔
❁ آپ کو جادوگر گردانا گیا۔ ❁ دیوانہ، پاگل اور کذاب کہا گیا
❁ طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں۔ ❁ مصائب سے دوچار کیا گیا۔
❁ مشکلات میں مبتلا کیا گیا۔ ❁ الزام تراشیاں کی گئیں۔
❁ بدنام کرنے کے پروگرام بنائے گئے۔ ❁ بے ہودہ اعتراضات کئے گئے

* گردن میں رسیاں ڈالی گئیں۔ * قتل کے منصوبے بنائے گئے۔
* سجدے کی حالت میں جسم اطہر پر اونٹ کی غلاظت بھری اوجڑی پھینکی گئی۔
* آپ ﷺ کا نام مبارک بگاڑنے کا فیصلہ کیا گیا۔
* آپ ﷺ کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔ آپ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا۔
* آپ کے صاحبزادوں کی اموات پر خوشیاں منائی گئیں۔
* آخر آپ کا جرم کیا تھا؟ صرف یہی کہ ۔

وہ کہتے تھے لوگو پڑھو لَا اِلٰہَ

خدا کے سوا کوئی داتا نہیں ہے

اسی دعوت اور تبلیغ کی وجہ سے ہی آپ ﷺ کو دکھ سہنے اور مصیبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ کبھی کبھی آپ ﷺ اس صورت حال پر پریشان ہو جاتے کہ:

* میں انہیں خدائے واحد کی دعوت دیتا ہوں ... یہ مجھے گالیاں دیتے ہیں۔
* میں انہیں قرآن سناتا ہوں...... یہ مجھے مذاق کرتے ہیں۔
* میں انہیں توحید کی طرف بلاتا ہوں...... یہ مجھے شرک کے فوائد گنواتے ہیں۔

جب آپ ﷺ دشمنان اسلام اور مخالفین توحید کی ان حرکتوں پر رنجیدہ اور ان کے منصوبوں پر کبیدہ خاطر ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آجاتا:

﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ﴾[1]

''(اے رسول ﷺ) آپ صبر کریں جیسا کہ عالی ہمت رسولوں نے صبر کیا۔

اور ان (کافروں) کیلئے عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کریں۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ بات واضح فرما دی کہ جو شخص بھی توحید کی دعوت دے گا۔ شرک کی مذمت کرے گا۔ دین کی طرف بلائے گا۔ اسلام کی طرف رہنمائی کرے گا اور لوگوں کو قرآن وسنت کی تعلیم دے گا۔ اسے اس قسم کے حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لہٰذا دل برداشتہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ دعوت کے میدان میں ''صبر'' کامیابی کا زینہ اور قوت برداشت کامرانی کا خزینہ ہے۔ اے رسول! آپ کا تو منصب اور مقام ہی یہی ہے

[1] الاحقاف:35۔

کہ ﴿دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ﴾ ہم نے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والا بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

دعوت کا حکم

جب سیدہ آمنہ کے دُرِّ یتیم جناب محمد کریم ﷺ کو وحی کے ذریعے منصب نبوت اور مقام رسالت سے آگاہ فرمایا گیا تو کچھ عرصہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلسلۂ وحی منقطع ہوگیا تاکہ پہلی وحی کے وقت آپ ﷺ پر جو خوف طاری ہوگیا تھا وہ زائل ہو جائے اور آپ کے دِل میں وحی الٰہی کا اشتیاق اور انتظار پیدا ہو جائے۔ چنانچہ جب حیرت و پریشانی کے اثرات ختم ہو گئے، حقیقت حال واضح ہوگئی اور آپ ﷺ کو کامل یقین ہوگیا کہ خالق ارض و سماء نے مجھے اپنی خاص رحمت سے نبوت و رسالت کے لئے منتخب فرمالیا ہے اور غار حرا میں آنے والا اجنبی درحقیقت وحی الٰہی کا نمائندہ اور رب العزت کا سفیر تھا تو آپ ﷺ اس قاصد کا شدت سے انتظار فرمانے لگے۔ صحابی رسول جناب جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں چلا جارہا تھا کہ اچانک مجھے آسمان سے ایک آواز سنائی دی۔ میں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی۔ تو میں نے دیکھا کہ وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا۔ آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے۔ میں خوف زدہ ہوکر زمین کی طرف جھک گیا۔ اور اپنے گھر میں آ کر اپنی اہلیہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا: ((دَثِّرُوْنِيْ، دَثِّرُوْنِيْ)) مجھے چادر اوڑھا دو۔ مجھے چادر اوڑھا دو اور میرے اوپر ٹھنڈا پانی ڈالو۔ انہوں نے میرے اوپر ایک کپڑا ڈال دیا اور میرے اوپر ٹھنڈا پانی بہایا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ وحی نازل فرمائی اور اس کے بعد وحی الٰہی کا سلسلہ تسلسل سے جاری رہا۔''①

﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَاَنْذِرْ ○ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ○ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ ○ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ○ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ○﴾②

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، المدثر: ۴۹۲۲۔ ② المدثر:1تا7۔

''اے کپڑا اوڑھنے والے (رسول ﷺ) کھڑے ہوجایئے پس (لوگوں کو) ڈرایئے اور اپنے پروردگار کی کبریائی بیان فرمایئے اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھئے۔ اور ناپاکی کو چھوڑیئے اور زیادہ لینے کیلئے احسان نہ کیجئے اور اپنے رب کے لیے صبر کیجئے۔''

سورۃ المدثر کی ان ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ''دعوت مصطفیٰ'' کا سات نکاتی ایجنڈا بیان فرمادیا ہے۔ اور دعوت وتبلیغ اور وعظ وارشاد کے سات بنیادی اصولوں کا ذکر کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے احترام مصطفیٰ، توقیر مصطفیٰ، اور تعظیم مصطفیٰ ﷺ کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ اے اہل ایمان! جب تم نے میرے پیغمبر اور اپنے آقا ﷺ کو پکارانا، بلانا اور آواز دینا ہو تو ذاتی نام کی بجائے صفاتی نام کے ساتھ ادب واحترام سے صدا دینا ہوگی۔ فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ اے کپڑا اوڑھنے والے! اے چادر لے کر لیٹنے والے اور اے آرام فرمانیوالے ﴿قُمْ﴾ اٹھیئے کہ، اب آرام کا وقت گزر چکا، سونے کے ایام بیت گئے اور فرصت کے لمحات ختم ہوگئے۔ اب آپ نے کھڑے ہوجانا ہے۔ توحید کو سنانے کیلئے...... اللہ تعالیٰ سے ملانے کیلئے...... رب کے حضور جھکانے کیلئے...... محبت کو پھیلانے کیلئے...... نفرتوں کو مٹانے کیلئے...... شرک کو گرانے کیلئے...... خدائی پرچم لہرانے کیلئے...... اے میرے رسول......!

- کفر وشرک کے مقابلے میں ''کھڑے ہوجایئے۔''
- جاہلیت کے رسم ورواج کے مقابلے میں ''کھڑے ہوجایئے۔''
- جھوٹے خداؤں کے مقابلے میں ''کھڑے ہوجایئے۔''
- لات ومنات کے مقابلے میں ''کھڑے ہوجایئے۔''
- عزیٰ وہبل کے مقابلے میں ''کھڑے ہوجایئے۔''
- شیطان کے مقابلے میں ''کھڑے ہوجایئے۔''

......اور......

- رحمان کی حمایت کیلئے ''کھڑے ہوجایئے۔''

بس کھڑے ہونا آپ کا کام ہے اور آپ کو کامیاب و کامران فرمانا میرا کام ہے۔

آپ ﷺ کھڑے ہو جایئے..... نبی اللہ بن کر..... رسول اللہ بن کر..... حبیب اللہ بن کر..... اور..... آپ ﷺ کھڑے ہو جایئے..... امام الانبیاء بن کر..... سید الاتقیاء بن کر..... قدوۃ الصلحاء بن کر..... رسول خدا بن کر..... اور شافع روز جزا بن کر..... آپ ﷺ اٹھ جایئے، کھڑے ہو جایئے..... خاتم النبیین بن کر..... رحمۃ للعالمین بن کر۔

﴿ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَأَنذِرْ ○ ﴾ اے چادر لے کر لیٹنے والے! کھڑے ہو جایئے ..... اور لوگوں کو ڈرایئے۔ عذاب الٰہی سے..... کفر سے..... شرک سے..... نافرمانی سے..... عصیان سے..... گستاخی سے..... جہنم سے..... عذاب قبر سے..... اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے..... رب العالمین کی گرفت سے..... یہ مشرک جو قبر سے ڈرتا ہے..... حجر سے ڈرتا ہے..... شجر سے ڈرتا ہے..... بتوں اور مردوں سے ڈرتا ہے، مگر افسوس کہ اپنے رب سے نہیں ڈرتا۔ انہیں ڈرایئے۔ قیامت کی ہولناکیوں سے اور حشر کی اذیتوں سے..... اور ان کے ذہن میں بٹھا دیجئے۔ کہ جو اللہ رب العزت سے ڈر جاتا ہے، اس کے دل سے غیر اللہ کا خوف اور ڈر نکل جاتا ہے۔

اور اے میرے محبوب! ﴿ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴾ اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے۔ اسکی عظمت، رفعت اور منقبت بیان فرمایئے۔ غیر اللہ کے نعرے لگانے والوں کو اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا نعرہ دیجئے۔ بتوں کے پجاریوں کے سامنے تکبیر کا نعرہ بلند فرمایئے۔ یہ لات و منات کے نام کے نعرے لگاتے ہیں۔ آپ خالق کائنات کے نعرے بلند کیجئے اور دنیا والوں پر واضح فرما دیجئے کہ "اللہ اکبر" اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل میں اللہ کے آخری رسول جناب محمد مصطفیٰ ﷺ ایسے کھڑے ہوئے کہ پھر آپ کو بٹھانے کی۔ راہ توحید سے ہٹانے کی اور تکبیر کا نعرہ چھڑانے کی بڑی کوششیں ہوئیں۔ بڑے منصوبے بنے۔ بڑے پروگرام تشکیل دیئے گئے۔ بڑے اجلاس ہوئے۔ دارالندوہ میں سازشیں ہوئیں۔ نوجوانوں کو آپ کے خلاف بھڑکایا اور

اکسایا گیا۔ مگر آپ توحید کا پرچم لئے میدان میں کھڑے رہے۔ دنیا کا کوئی لالچ اور مشرکوں کی کوئی دھمکی آپ ﷺ کو توحید کے مشن سے ہٹا نہ سکی۔ وہ نبی محترم، رسول مکرم، شفیع معظم، سرور عالم ﷺ۔

کفر کی ظلمت جس نے مٹائی دین کی دولت جس نے لٹائی
لہرایا توحید کا پرچم! صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم
وہم کی ہر زنجیر کو توڑا رشتہ ایک خدا سے جوڑا
شرک کی محفل کر دی برہم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم
راہ میں کانٹے جس نے بچھائے گالی دی پتھر برسائے
اس پہ چھڑکی پیار کی شبنم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم
جس پہ تصدق وحی الٰہی کنکریاں دیں جس کی گواہی
جس کا تفوق سب پہ مسلم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم
جسم مزکی روح مصفیٰ قلب مجلّٰی، ذہن معطر
حسن سراپا، خیر مجسم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم
جس کا نام اچھالے داور آپ ''وَرَفَعْنَا لَكَ'' فرما کر
اللہ اللہ شان معظم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

﴿وَدَاعِيًا إِلَى اللهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا﴾

آغاز دعوت

امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ بعثت کے بعد تین سال تک خفیہ طریقے، راز داری اور خاموشی سے دعوت و تبلیغ کا کام سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران بڑی بڑی جلیل القدر اور عظیم المرتبت ہستیوں نے قبول اسلام کی سعادت حاصل کی اور دعوتی میدان میں سرور کائنات ﷺ کے دست و بازو اور معاون و مددگار بننے کا اعزاز حاصل کیا۔ تین سال کی خفیہ تبلیغ اور دعوتی سرگرمیوں کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوتی کام کو وسیع کرنے، تبلیغ کا دائرہ کار اپنے خاندان تک بڑھانے اور قریبی عزیزوں اور رشتے داروں کو اسلام کی حقانیت سے آگاہ کرنے کا حکم نازل فرمایا گیا۔ ارشاد ہوا:

﴿وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾①

"اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایا کریں۔"

اس حکمِ الٰہی کے بعد اللہ تعالیٰ کے آخری رسول جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے بنی ہاشم اور بنی عبد مناف کے سرکردہ افراد کو دعوتِ طعام میں بلایا۔ ان شرکاءِ دعوت کی تعداد چالیس یا پینتالیس تھی۔ اس خاندانی اجتماع میں کھانے سے فراغت کے بعد آپ ﷺ کے دعوتی بیان سے قبل ہی ابولہب نے گفتگو کا آغاز کر دیا۔ چونکہ اسے سرکارِ دو عالم ﷺ کی دعوتی سرگرمیوں کی اطلاع ہو چکی تھی اور مکہ مکرمہ کے کئی افراد قبولِ اسلام سے سعادت اندوز ہو چکے تھے۔ چنانچہ ابولہب نے رسولِ مکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے بھتیجے!

"یہ حاضرین آپ کے چچے اور چچا زاد بھائی ہیں۔ آپ ان سے جو بات کرنا چاہتے ہیں۔ وہ کرلیں مگر ایک بات یاد رکھیں کہ آپ کا خاندان سارے عرب کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور بہتر تو یہ ہے کہ آپ نے جو کام شروع کر رکھا ہے۔ اسے یہیں ختم کر دیں اور میں سب سے زیادہ حق دار ہوں کہ آپ کو اس کام سے روک دوں۔ آپ کے قبیلے اور قریبی رشتہ داروں کا فرض بنتا ہے کہ وہ آپ کو توحید کی دعوتِ عام کرنے سے منع کر دیں۔ اگر آپ اپنی بات پر قائم رہے تو قریش کے تمام قبائل آپ کے خلاف متحد ہو کر مقابلے کے لئے کھڑے ہو جائیں گے اور عرب کے سارے لوگ ان کی تائید و حمایت کریں گے۔ اے میرے بھتیجے! آپ جس فتنہ اور فساد کا پیغام اپنی قوم کے پاس لائے ہیں۔ اس طرح کے فساد اور تباہی کا پیغام کوئی اپنی قوم کے پاس نہیں لایا۔"

ابولہب کی یہ مخالفانہ اور شاطرانہ گفتگو سن کر نبی معظم نے خاموشی اختیار فرمالی، لہٰذا اس مجلس میں دعوتِ دین کی کوئی بات نہ ہو سکی۔ چند دنوں کی خاموشی کے بعد آپ ﷺ نے دوبارہ ایسی ہی محفل کے انعقاد کا پروگرام بنایا اور اپنے قریبی عزیزوں اور رشتہ داروں کو پیغامات بھیج کر اپنے گھر بلوایا۔ جب مدعوین جمع ہو گئے تو رسولِ رحمت ﷺ نے انکے روبرو ایک فصیح و بلیغ تقریر فرمائی جس کا آغاز یوں فرمایا:

① الشعراء: 214۔

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَحْمَدُهٗ وَاَسْتَعِيْنُهٗ وَاُوْمِنُ بِهٖ وَاَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ))

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں اور اس سے مدد کا طلب گار ہوں اور اس پر ایمان لایا ہوں اور اسی پر میرا بھروسہ ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ اکیلا ہی ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، تعریف و تسبیح اور اس کی یکتائی بیان کرنے کے بعد آپ ﷺ نے نہایت مشفقانہ انداز میں فرمایا:

((اِنَّ الرَّائِدَ لَا يَكْذِبُ اَهْلَهٗ)) کوئی رہنما اپنے گھر والوں سے جھوٹ نہیں بولتا۔ اور اللہ کی قسم! میں بھی آپ کے سامنے غلط بیانی نہیں کرتا ((وَاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ)) مجھے اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ((اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ خَاصَّةً وَاِلَى النَّاسِ كَآفَّةً)) میں تمہاری طرف خاص طور پر اور تمام انسانوں کی طرف عام طور پر رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اللہ کی قسم! جس طرح تمہیں نیند آتی ہے اسی طرح موت ضرور آئے گی۔ پھر جیسے تم خواب سے بیدار ہوتے ہو اسی طرح قبروں سے اٹھائے جاؤ گے۔ پھر تم سے تمہارے اعمال کا حساب لیا جائے گا ((وَاِنَّهَا لِلْجَنَّةِ اَبَدًا اَوِ النَّارِ اَبَدًا)) پھر ہمیشہ کے لئے جنت ہوگی یا دائمی جہنم۔ اے عبدالمطلب کی اولاد! میں کسی ایسے نوجوان کو نہیں جانتا جو اپنی قوم کے پاس مجھ سے بہتر لائحہ عمل لے کے آیا ہو۔ میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی فلاح لے کر آیا ہوں۔''

سرورِ گرامی ﷺ کی یہ پراثر اور پرمغز تقریر سن کر اکثر شرکاء محفل نے معقول جواب دیا مگر ابولہب ظالم پھر بول پڑا اور انتہائی غصے کی حالت میں کہا: اے فرزندانِ عبدالمطلب! یہ شخص تمہاری ذلت و رسوائی کا سبب بنے گا۔ قبل اس کے کہ لوگ اس کی طرف بڑھیں تم خود ہی اس کا ہاتھ پکڑ لو۔ اگر تم نے اسے دوسروں کے حوالے کر دیا تو

تمہاری عزت خاک میں مل جائے گی اور اگر تم نے اس کا دفاع کرنے کی کوشش کی تو عرب کے لوگ تمہیں نیست و نابود کر دیں گے۔

ابولہب کی اس جارحانہ گفتگو کے بعد رسول مکرم کے کفیل اور عمِ محترم ابوطالب نے حاضرین کے سامنے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ اے محمد ﷺ آپ اپنے دین کی دعوت کا سلسلہ جاری رکھیں، ((وَاللّٰهِ لَنَمْنَعَنَّهُ مَابَقِينَا)) ''اللہ کی قسم! جب تک ہمارے جسم میں جان ہے۔ ہم آپ کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں گے۔

آپ غور فرمائیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کن نامساعد حالات میں دین کی دعوت کا آغاز کیا۔ اور پوری قوم، ساری برادری اور خاندان کے افراد کی مخالفت کے باوجود توحید کی دعوت اور دین کی تبلیغ کا کام جاری رکھا۔ اور توحید و رسالت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اپنی تمام صلاحیتوں اور قوتوں کو صرف فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے ہمارے آقا جناب محمد کریم ﷺ پر لاتعداد و بے شمار درود و سلام نازل فرمائے اور اللہ رب العزت ہم سب کو دین کی دعوت اور قرآن و سنت کی اشاعت کا کام کرنے کی سعادت اور ہمت عطاء فرمائے۔ آمین۔

پہاڑی کا وعظ

اللہ رب العالمین کے آخری رسول جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچانے، انہیں اسلام سے روشناس کرانے اور توحید کا سبق پڑھانے کیلئے ہر طریقہ اور ہر انداز اختیار فرمایا تاکہ غیر اللہ کے پجاری ایک اللہ کے پرستار بن جائیں۔ جب ہم پیغمبر زماں ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو آپ ﷺ کبھی خاندان کو...... کبھی اعزہ و اقارب کو...... کبھی دوست احباب کو...... کبھی خلوت میں...... کبھی جلوت میں...... اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دیتے اور اسلام کا پرچم لہراتے نظر آتے ہیں۔

آپ سیرت کی کتابیں پڑھیں تو واضح ہوگا کہ آپ...... طائف کے بازاروں میں...... عکاظ کے میلے میں...... مکے کی گلیوں میں...... فاران کی چوٹیوں پر...... سرزمین بدر میں...... احد کے میدان میں...... حاجیوں کے خیموں میں...... مسافروں کی گزرگاہوں

میں ...... برادری کے اجتماع میں اور ''کوہ صفا کی چوٹی'' پر بھی توحید کا اعلان کرتے اور اسلام کی دعوت دیتے رہے۔

سرور کونین ﷺ کی حیات مبارکہ کا مکی دور ہے۔ اعلان نبوت کے ابتدائی سال ہیں اور مکہ مکرمہ کی مجالس و محافل میں آپ کی دعوت و تبلیغ پر تبصرے جاری ہیں کہ...... ایک دن امام الانبیاء ﷺ مکہ مکرمہ کی مشہور پہاڑی ''صفا'' پر تشریف لے گئے۔ یہ وہ پہاڑی ہے جس کا ذکر قرآن حکیم کی آیت مبارکہ میں کیا گیا ہے۔ ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللَّهِ﴾ بلاشبہ صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ حجاج کرام سعی کا آغاز اسی بابرکت پہاڑی ''صفا'' سے کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان مقدس مقامات کی بار بار زیارت کی سعادت نصیب فرمائے۔ (آمین)

خاتم النبیین ﷺ نے ''کوہ صفا'' پہ کھڑے ہوکر با آواز بلند اعلان فرمایا: ((يَا صَبَاحَاهُ يَا صَبَاحَاهُ)) اے لوگو! میری فریاد سنو! اے لوگو! میری پکار سنو ...... یہ اہل عرب کا طریقہ تھا کہ دشمن کے حملے سے آگاہ کرنے کے لئے کسی بلند مقام پر کھڑے ہوکر یہ آواز دیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی آواز سن کر اہل مکہ دوڑتے ہوئے آئے کہ دیکھیں اور سنیں کہ آمنہ کا لعل ''محمد'' ﷺ کیا کہنے والا، اور عوام کے سامنے کس لائحہ عمل کا اعلان کرنے والا یا کس دشمن سے ڈرانے والا ہے۔

۱ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مجبوری اور لاچاری کی وجہ سے آپ ﷺ کی آواز سن کر خود نہ جاسکا تو اس نے صورت حال معلوم کرنے کے لئے اپنا نمائندہ بھیج دیا۔ جب سب لوگ جمع ہوگئے تو نبی معظم ﷺ نے اپنی دعوت اور تقریر کا آغاز یوں فرمایا۔

''اے اہل مکہ! ((لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا هَلْ وَجَدْتُّمُونِي صَادِقًا أَوْ كَاذِبًا))
میں نے تم میں (چالیس سال کا) طویل عرصہ گزارا ہے۔ میرے دن رات کے معمولات سے تم بخوبی واقف اور میری عادات و اطوار سے پوری طرح آگاہ ہو۔ مجھے بتلاؤ کہ میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ مجھے سچا سمجھتے ہو یا

جھوٹا۔ امام الانبیاء ﷺ کا یہ سوال سن کر تمام حاضرین نے بیک زبان اور با آواز بلند کہا کہ ((جَرَّبْنَاكَ مِرَارًا مَارَأَيْنَاكَ إِلَّا صِدْقًا))(اے محمد ﷺ) ہم نے تجھے بارہا مرتبہ آزمایا۔ کئی دفعہ تجربہ کیا اور متعدد بار امتحان لیا۔ ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا پایا اور ہمیں تو آپ میں سچائی کے سوا کوئی دوسری چیز نظر نہیں آئی۔

آپ ﷺ نے قوم کی طرف سے حسن اعتماد کے اظہار و اعلان کے بعد مزید تائید، تصدیق اور تسلی کیلئے فرمایا:

((أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا بِالْوَادِيْ تُرِيْدُ أَنْ تُغِيْرَ عَلَيْكُمْ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ))

”تمہارا کیا خیال ہے اگر میں تمہیں خبر دوں کہ دشمن کے سواروں کا دستہ اس پہاڑ کے دامن سے نکل کر تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات کی تصدیق کرو گے؟“

محسن انسانیت ﷺ کے اس فرمان اور سوال کو سن کر آپ ﷺ کی چالیس سالہ زندگی کے عینی شاہدوں، آپ کی پاکیزہ جوانی کے گواہوں، آپ کو صادق و امین کا لقب دینے والوں، آپ کی طہارت و نجابت اور دیانت و امانت کا مشاہدہ کرنے والوں اور حجر اسود کی تنصیب کے وقت آپ ﷺ کو فیصل، منصف اور ثالث ماننے والوں نے واشگاف الفاظ میں کہا۔ اے محمد ﷺ! اگر آپ دشمن کے حملہ آور ہونے کی اطلاع دیں، تو ہم تصدیق کریں گے کیونکہ آپ کا فرمان سچ ہے، حق ہے اور صحیح ہے اور ہم اس بھرپور اعتماد کا اظہار اس لئے کر رہے ہیں کہ ہم نے آج تک آپ کی زبان سے کبھی جھوٹ سنا ہی نہیں ہے، مَاجَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا ”ہم نے آپ کو ہر تجربے میں، راست باز، سچا اور صادق ہی پایا ہے۔

اب سرور کائنات ﷺ نے اہل مکہ کے سامنے اپنی حیثیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

((إِنِّيْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ)) ①

”میں تمہیں سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

① صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب وانذر عشيرتك: ٤٩٧١۔

مجھے رسالت کی عظیم نعمت سے نوازا گیا ہے۔ میرے سر پر دستار نبوت سجائی گئی اور مجھے بنی نوع انسان کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے سرزمین مکہ کے سربرآوردہ خاندانوں، قبیلوں اور شخصیتوں کے نام لے کر انہیں خطاب فرمایا اور علی الاعلان کہا:

''اے کعب بن لوی کے بیٹو! اپنے آپ کو آگ کے عذاب سے بچا لو۔ اے مرہ بن کعب کی اولاد! جہنم کی آگ سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرو۔ اے بنی ہاشم! تم بھی آتش جہنم سے بچاؤ کی تدبیر کرو۔ اے بنی عبدمناف! تم بھی اپنے آپ کو آگ سے بچالو۔ اے بنی زہرہ! تم بھی جہنم سے بچاؤ کی جدوجہد کرو۔ اے عبدالمطلب کے بیٹو! اپنے آپ کو عذاب سے بچاؤ۔ اے میری لخت جگر فاطمہ اور اے میری پھوپھی صفیہ! تم بھی اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے بچالو۔ کیونکہ اگر تمہارا عقیدہ اور عمل صحیح نہ ہوا تو ((لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا)) میں تمہارے کسی کام نہیں آسکوں گا۔ اور یاد رکھو۔ عذاب الٰہی سے بچاؤ۔ آتش جہنم سے دوری اور آگ سے محفوظ رہنے کا ایک ہی طریقہ اور سلیقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت کا اقرار کرلو۔''①

دعوت کیا تھی؟

امام الرسل ﷺ نے لوگوں کو توحید الٰہی کی دعوت دی۔ رب کی یکتائی کی دعوت دی۔ عبادت الٰہی کی دعوت اور ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کی دعوت دی۔ آپ ﷺ نے غیر اللہ کی عبادت سے رخ موڑنے اور ایک اللہ سے تعلق جوڑنے کی تلقین کی۔ آپ ﷺ نے واضح فرمایا:

- مشکلات حل کرنیوالا۔ - مصائب دور کرنیوالا۔ - شفاء عطا فرمانیوالا۔
- سورج طلوع کرنے والا۔ - چاند غروب کرنے والا۔ - دن لانے والا۔

---

① صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب هل يدخل النساء والولد في الأقارب: ٢٧٥٣۔

* رات لے جانے والا۔ * بارش برسانے والا۔ * دھوپ چڑھانیوالا۔
* اولاد عطا کرنے والا۔ * رزق نصیب فرمانیوالا۔ * زندہ رکھنے والا۔
* اور موت سے دو چار کرنے والا۔صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

وہ کہتے تھے لوگو پڑھو لَا اِلٰہَ
خدا کے سوا کوئی داتا نہیں ہے

علمبردار توحید ﷺ نے واشگاف الفاظ میں یہ وضاحت فرما دی کہ اے مشرکین مکہ! تمہارے لات و منات، عزیٰ اور ھُبل کسی چیز کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ کائنات ہست و بود میں ہر قسم کے اختیارات کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔لہذا شرک، کفر اور نافرمانی چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار اور مجھ ''محمد'' ﷺ کے فرمانبردار بن جاؤ۔تو دنیا اور آخرت کی کامیابی تمہارا مقدر ہوگی۔ اور تمہیں جہنم کے عذاب سے نجات اور جنت کی نعمتوں سے سرفراز کر دیا جائے گا۔ شاعر اسلام حفیظ جالندھری رحمہ اللہ نے سرور کونین ﷺ کی دعوت کا مفہوم بیان کیا ہے کہ آپ نے ''کوہ صفا'' پہ کھڑے ہو کر اعلان فرمایا: ؎

کہ اے لوگو! میرا کہنا نہایت غور سے سن لو
میں کہتا ہوں کہ باز آ جاؤ ظلم و جور سے، سن لو
بہائم کی صفت چھوڑو، ذرا انسان بن جاؤ
برے اعمال سے توبہ کرو، شرماؤ، شرماؤ
فواحش اور زنا کاری مٹا دو، نیک ہو جاؤ
خدا کو ایک مانو اور تم بھی ایک ہو جاؤ!
وہی خالق وہی سچا خدا معبود ہے سب کا
وہی مطلوب ہے سب کا وہی مسجود ہے سب کا
بتوں کی بندگی کے دام سے آزاد ہو جاؤ
خدا کے دامن توحید میں آباد ہو جاؤ
تمہارے واسطے میں دولتِ اسلام لایا ہوں
جو ابراہیم لائے تھے وہی پیغام لایا ہوں

خدائے قادر و قہار پر ایمان لے آؤ
جہاں کے مالک و مختار پر ایمان لے آؤ
جہالت چھوڑ دو، قرآن پر ایمان لے آؤ
بتوں کو توڑ دو رحمان پر ایمان لے آؤ
اگر ایمان لے آؤ، تو بچ جاؤ گے اے لوگو!
فلاح دنیوی و اخروی پاؤ گے اے لوگو
نہ مانو گے تو بربادی کا بادل چھانے والا ہے
برا وقت آنے والا ہے، برا وقت آنے والا ہے

ابولہب کی گستاخی

اللہ تعالیٰ کی توحید و یکتائی کے اظہار اور اعلان کو مشرک کبھی پسند نہیں کرتے۔ بلکہ توحید کی بات سن کر ان کے دل غمگین ہوتے اور طبیعتیں انقباض محسوس کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اختیارات کی وسعت اور قدرت الٰہی کی منقبت سن کر مشرکین کے چہرے اتر جاتے اور زبانیں دراز ہو جاتی ہیں۔ قرآن حکیم توحید ربانی کی تقریر پر مشرکین کا ردعمل بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ○﴾[1]

''اور جب اکیلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے دل نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور جب اللہ کے سوا (غیروں) کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل خوش ہو جاتے ہیں۔''

آپ سب حضرات اس بات کو جانتے ہیں کہ موجودہ زمانے کے مشرکین، منحرفین اور مبتدعین کی حالت بھی یہی ہے کہ جب ان کے سامنے ایک اللہ کے خالق، مالک، حاکم، رزاق، مشکل کشا اور حاجت روا ہونے کا مسئلہ بیان کیا جائے تو ان کی کیفیت بڑی عجیب

① الزمر:45۔

ہوتی ہے اور اگر کسی محفل میں غیر اللہ کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کا ذکر ہو۔ جھوٹے قصے اور من گھڑت کہانیاں سنائی جا رہی ہوں۔ رب العالمین کے سوا اوروں سے مافوق الاسباب مدد طلب کرنے کی حکایات بیان کی جا رہی ہوں تو بڑے خوش ہوتے اور نعرے لگاتے نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو عقیدۂ توحید اپنانے کی سعادت نصیب فرمائے۔

جب امام المرسلین، خاتم النبیین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے کوہِ صفا پر ایک اللہ کی توحید و یکتائی اور صرف اسی عبادت کے موضوع پر تفصیلی تقریر فرمائی تو رئیس المشرکین اور قائد الکافرین ابولہب لعین کو آپ ﷺ کی یہ تقریر پسند نہ آئی۔ اس ظالم نے بڑے گستاخانہ انداز میں رسول محترم ﷺ کو مخاطب کیا اور کہا: ''تَبًّا لَكَ أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا؟'' (اے محمد ﷺ) تو برباد ہو جائے، کیا تو نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا؟

کیا آپ جانتے ہیں یہ ظالم ابولہب کون تھا؟ نبی مکرم ﷺ کا حقیقی چچا۔ آپ ﷺ کا قریب ترین ہمسایہ کہ سرور گرامی ﷺ کی ذاتی رہائش گاہ اور اس کے مکان کے درمیان صرف ایک دیوار حائل تھی۔ اس کا حق تو یہ تھا کہ وہ یتیم بھتیجے کے سر پر دست شفقت رکھتا۔ آپ کی تائید و حمایت کرتا اور دعوت اسلام کے کام میں آپ ﷺ کا معاون و مددگار ہوتا۔ مگر افسوس اس لعنتی نے نبی معظم ﷺ کی سب سے زیادہ مخالفت کی۔ آپ ﷺ جب گھر میں مصروف عبادت ہوتے تو ابولہب آپ ﷺ پر گندگی پھینک دیتا۔ آپ کو اذیت اور تکلیف میں مبتلا کر کے خوشی اور مسرت کا اظہار کرتا۔ ابولہب کی بیوی، جس کی کنیت اُمِّ جمیل اور نام اَروہ تھا۔ وہ بھی آپ ﷺ سے دشمنی اور عداوت میں اپنے خاوند سے پیچھے نہ تھی۔ یہ ملعونہ جنگل سے خاردار لکڑیاں چن کر لاتی اور رات کے وقت سرکار دو عالم ﷺ کے راستے میں ان کانٹوں کو بچھا دیتی۔ تاکہ آپ جب سحری کے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہونے کے لئے گھر سے نکل کر حرم پاک کی طرف جانے لگیں تو یہ کانٹے آپ کے پاؤں میں چبھ جائیں گے۔

جب ابولہب نے رسول محترم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخانہ الفاظ استعمال کئے۔ بعض روایات میں ہے کہ اس بدبخت نے امام الانبیاء ﷺ کو مارنے کے لئے پتھر بھی اٹھایا تو آپ ﷺ نے اس کی گستاخی کا کوئی جواب نہ دیا اور اعلیٰ اخلاق، بلند حوصلے اور

بے مثال حلم کا مظاہرہ کرتے ہوئے خاموشی اختیار فرمائی۔ مگر اللہ رب العزت نے اس بدبخت اور گستاخ کی مذمت میں قرآن حکیم کی پوری سورۃ نازل فرمادی۔①

اسی وقت جناب جبریل علیہ السلام دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور ''سورۂ لہب'' آپ کو پڑھ کر سنائی۔ جب آپ ﷺ سے وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ فرمان الٰہی اور اعلان الٰہی سنا رہے تھے:

﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ○ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ○ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ○ وَّ امْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ○ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ○﴾

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ و برباد ہوگیا۔ اسے اس کی کمائی اور اس کے مال نے کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔ عنقریب وہ شعلوں والی آگ میں ڈالا جائے گا۔ اور اس کی بیوی بھی۔ (جو) بدبخت ایندھن اٹھانے والی، اس کے گلے میں مونج کی رسی ہوگی۔''

اس سورۃ نے اس امر کی صراحت اور وضاحت کردی کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی گستاخی کرے گا۔ اس کے ہاتھ توڑ دیئے جائیں گے۔ جو مصطفی ﷺ کی توہین کرے گا اسے آگ میں ڈالا جائے گا۔ جو سرور گرامی کی تحقیر کرے گا۔ اسے آتش دوزخ میں جلایا جائے گا۔ جو پیغمبر اکرم ﷺ کی تذلیل کرنے کی کوشش کرے گا۔ اسکے گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹا جائے گا اور جو بدقسمت نبی محترم ﷺ کی دعوت کو ٹھکرائے گا وہ ابدی جہنمی ہوگا اور جو خوش قسمت سرور عالم ﷺ کی دعوت کو قبول کرے گا۔ رب العزت کا عبادت گزار اور رحمت عالم کا فرمانبردار بن جائے گا۔ وہ دائمی جنتی ہوگا۔

اگر جنت میں جانے کا ارادہ ہو تمامی کا
گلے میں پہن لو کرتا محمد کی غلامی کا

---

① صحيح بخاری، کتاب التفسير، سورة الشعراء، باب وانذر عشيرتك الاقربين: ٤٧٧٠۔

رکاوٹیں اور دھمکیاں

جب کفار مکہ نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے دین کی تبلیغ اور اپنی دعوت کی تشہیر کا کام برسرعام شروع کر دیا ہے اور مختلف قبائل، برادریوں اور قوموں کی اہم شخصیات دعوت مصطفی ﷺ سے متاثر ہو کر اس کو قبول کر چکی اور قبول کر رہی ہیں تو انہوں نے توحید کی تبلیغ روکنے اور دعوت کے کام میں رکاوٹیں ڈالنے کا فیصلہ کر لیا۔ انہوں نے سوچا کہ اگر محمد مصطفی ﷺ کی دعوت اسی طرح پھلتی، پھولتی، اور پھیلتی رہی تو پھر۔

- ہمارے معبودوں کے تخت اوندھے ہو جائیں گے۔
- ہمارے نذرانوں کا سلسلہ بند ہو جائے گا۔
- ہماری مذہبی چودہراہٹ کا جنازہ نکل جائے گا۔
- ہمارے آباؤ اجداد کے مذہب کا خاتمہ ہو جائے گا۔
- ہمارے آستانوں سے زائرین کا ہجوم چھٹ جائے گا۔
- ہمارے خداؤں کی پوجا پاٹ بند ہو جائے گی...... اور......

اگر ہم نے دعوت مصطفیٰ ﷺ کو روکنے، اسے بند کرنے بلکہ مٹانے کی کوشش نہ کی تو بہت جلد وہ وقت آئے گا جب ہمارے معبودوں اور خود ہماری عزت خاک میں مل جائے گی اور سرزمین عرب میں پھر مصطفیٰ کا نام ہوگا اور اس کے ''اللہ'' کا نام ہوگا۔ چنانچہ گہرے غور و غوض، از حد سوچ و بچار اور باہمی مشاورت کے بعد طے پایا کہ ''دعوت مصطفیٰ'' کو پھیلنے سے روکنے کے لئے آپ ﷺ کے چچا جناب ابو طالب کو اعتماد میں لینا ضروری ہے۔ اس کام کے لئے رؤسائے قریش کا ایک گیارہ رکنی نمائندہ وفد ابوطالب کے پاس آیا اور بڑی ملائمت، نرمی اور احتیاط کے ساتھ ابو طالب کے سامنے اپنی آمد کا مقصد بیان کرتے ہوئے کہا:

اے ابو طالب! آپ کا بھتیجا محمد ﷺ ہمارے خداؤں کو برا کہتا۔ ہمارے مذہب میں عیب نکالتا، ہمیں بے وقوف کہتا، اور ہمارے آباء اجداد کو گمراہ بتلاتا ہے۔ آپ اسے سمجھائیں کہ وہ ہمارے مذہب کی توہین نہ کرے۔ ہمارے معبودوں کی نفی نہ کرے۔

ہمارے بزرگوں کو جاہل وجہنمی قرار نہ دے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی تبلیغ بند کر دے۔ اگر آپ اسے نہیں روک سکتے تو پھر آپ درمیان سے ہٹ جائیں ہم خود اس سے نمٹ لیں گے۔ سردار ابو طالب نے اس گیارہ رکنی وفد۔ جس میں عتبہ، شیبہ، ابوسفیان، ابوجہل، ولید اور عاص بن وائل جیسے سربرآوردہ لوگ شامل تھے۔ کو بڑی خوبصورتی سے ٹال دیا اور انہیں مطمئن کر کے واپس بھیج دیا۔ ①

کھلا چیلنج

امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے دعوت وتبلیغ کا کام بدستور جاری رکھا اور توحید الٰہی کی اشاعت کے لئے کمربستہ رہے۔ تو مشرکین مکہ نے فیصلہ کیا کہ ہمیں ایک مرتبہ پھر ابوطالب کی وساطت سے آپ ﷺ کو دعوت توحید سے روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ چنانچہ مکہ مکرمہ کے معززین کا ایک وفد دوبارہ ابوطالب کے پاس آیا۔ اور تلخ لہجہ میں گفتگو کرتے ہوئے کہا:

اے سردار ابوطالب! ہم آپ کی عمر، بزرگی اور شرافت کی وجہ سے آپ کا ازحد احترام کرتے ہیں اور ساری قوم میں آپ کی شخصیت کو ممتاز اور محترم گردانتے ہیں۔ مگر آپ نے ہماری درخواست اور مطالبے کے باوجود اپنے بھتیجے پر کنٹرول نہیں کیا۔ وہ اسی طرح ہمارے خداؤں کی توہین کرتا۔ ہمارے آباؤ اجداد کو دوزخی قرار دیتا اور ہمیں احمق اور بے وقوف گردانتا ہے۔ اب ہمارا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا ہے۔ ہم اسے توحید اور رسالت کی تبلیغ واشاعت کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتے۔ آپ یا تو "محمد ﷺ......" کو ان باتوں سے روک لیں ورنہ ہم آپ دونوں کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیں گے اور یاد رکھیں یہ جنگ دونوں فریقوں میں سے ایک کی مکمل تباہی اور بربادی تک جاری رہے گی۔ مشرکین مکہ کے یہ الفاظ بتا رہے تھے وہ معاملات کو سلجھانے کے لئے نہیں بلکہ کھلا چیلنج دینے کے لئے آئے تھے۔ بقول حفیظ جالندھری:۔

① السيرة النبوية لابن هشام، مبادات رسول الله ﷺ قومَهُ وَمَا كَانَ منهم.

کہا ہم کو بھتیجا آپ کا بے دین کہتا ہے
ہمارے دین کو انسان کی توہین کہتا ہے
بس اب برداشت کرسکتے نہیں اس کی جرات کو
کسی دن دیکھ لیں گے اس کو اور اس کی نبوت کو
ہم اپنے دین کی توہین پر چپ رہ نہیں سکتے
تمہارے پاس آئے ہیں کہ بس اب سہہ نہیں سکتے
تم اس کا ساتھ چھوڑو، یا کرو تنبیہ، سمجھاؤ
وگرنہ جنگ کا ساماں کرو، میدان میں آؤ

قریشیوں کے وفد کی اس جارحانہ گفتگو کے بعد نبی معظم ﷺ کے چچا ابو طالب نے آدمی بھیج کر آپ کو بھی اسی مجلس میں بلالیا۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو ابو طالب نے کہا۔ جان پدر! یہ دیکھ آپ کی قوم کے بزرگ اور سردار جمع ہیں۔ ان کا آپ سے صرف یہ مطالبہ ہے کہ آپ ان کے معبودوں کی توہین اور مذمت نہ کریں۔ یہ آپ کو اجازت اور آزادی دیتے ہیں کہ آپ اپنے نظریئے کے مطابق عمل کریں۔ مگر لوگوں میں اس دعوت کو عام نہ کریں۔ اور ایک معبود کی عبادت اور توحید کی بات کو اپنی ذات تک محدود رکھیں۔ چچا کی یہ نصیحت اور قوم کا مطالبہ سننے کے بعد رسول مکرم ﷺ نے فرمایا۔ چچا جان! کیا میں انہیں بہترین چیز اور بہت بڑی بھلائی کی دعوت نہ دوں؟ ابوطالب نے پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا یہ لوگ صرف ایک کلمہ کہہ دیں۔ تو اس ایک کلمہ کی وجہ سے سارا عرب ان کے ماتحت ہو جائے گا اور پورے عجم پر ان کی حکمرانی ہوگی۔ آپ ﷺ کی زبان اقدس سے حکومت اور حکمرانی کی بات سن کر ابوجہل لعین نے کہا کہ اے محمد ﷺ اچھا بتاؤ وہ کون سا کلمہ ہے جس کے کہنے سے عرب وعجم کی سربراہی مل جائے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کلمہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' ہے۔ بس اللہ کی توحید کا اعلان سننا تھا کہ مشرکوں نے شور وغل مچا دیا اور ابوطالب کی بات سنے بغیر اٹھ کر چلے گئے اور جاتے جاتے کہہ گئے کہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کی دعوت کے سوا آپ جو

مانگیں ہم دینے کے لئے تیار ہیں مگر رب العالمین کی یکتائی اور توحید کا عقیدہ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ①

ابوطالب کے گھر سے نکلتے وقت ان کی حالت اور باہمی گفتگو کو قرآن حکیم نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ○ وَ انْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَ اصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِهَتِكُمْ ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ○ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۖ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ○﴾ ②

''(انہوں نے کہا) کیا اس (محمد) نے صرف ایک ہی معبود بنا لیا ہے۔ بے شک یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ ان کے سردار یہ کہتے ہوئے چلے گئے۔ کہ جاؤ اور اپنے معبودوں پر جمے رہو۔ بلاشبہ اس میں کوئی غرض اور مطلب ہے۔ (اور کہنے لگے کہ) ہم نے تو یہ بات پچھلے دین میں نہیں سنی۔ یہ تو محض ایک من گھڑت بات ہے۔''

یہ کہہ کر چل دیئے سب لوگ ابو طالب بھی گھبرائے
انہیں ڈر تھا مبادا قوم ہی سے جنگ چھڑ جائے

سرکار دو عالم ﷺ کے آنسو

دشمنان اسلام کی دعوت مصطفیٰ سے عداوت، بغض اور دشمنی کا انداز فرمائیں کہ وہ توحید کی دعوت دینے والے اور ان کی اخلاقی حمایت کرنے والوں سے لڑنے، جھگڑنے اور جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مگر اپنے غلط اور شرکیہ عقیدے کو چھوڑنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔ حالات دن بدن خراب اور معاملات بگڑتے جا رہے تھے کہ ایک دن آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے سرور کونین ﷺ کو اپنے پاس بلایا اور نہایت

① جامع ترمذی: ابواب التفسیر، باب ومن سورة ص: ٣٢٣٢، قال الترمذی: هٰذا حدیث حسن صحیح وذکر الالبانی فی السلسلة الصحیحه تحت الحدیث: ٩٢۔ ② ص :٥تا٧۔

شفقت، محبت اور الفت سے قریب بٹھا کر انتہائی نرمی سے کہا: اے پیارے بھتیجے محمد ﷺ! آپ کو بخوبی علم ہے کہ میں نے تمہیں پالا، پوسا اور جوان کیا ہے۔ اپنی حقیقی اولاد سے زیادہ آپ کا خیال رکھا ہے۔ تجھ سے بے پناہ محبت کی اور ہر معاملے میں تیری حمایت کی ہے۔ تیری دعوت کے سلسلے میں بھی میں اب تک تیرا دفاع کرتا آیا ہوں۔ اب حالات اس حد تک خراب ہو چکے ہیں کہ پوری قوم ایک طرف ہے اور دوسری طرف صرف تم اور میں ابوطالب۔ ظاہر ہے کہ میں اکیلا تمام لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لہذا اپنے رویّے میں تبدیلی پیدا کریں۔ حالات کی نزاکت کو سمجھیں۔ اپنے آپ پر اور مجھ پر رحم کریں، **وَلَا تُحَمِّلْنِيْ مِنَ الْاَمْرِ مَالَا اُطِيْقُ** ''اور مجھ پر ایسا بوجھ نہ ڈالیں جسے اٹھانے کی مجھ میں ہمت اور طاقت نہیں ہے۔''

آپ ذرا تصورات کی دنیا میں حالات کی سنگینی پر غور فرمائیں۔ آپ ﷺ کے والد گرامی جناب عبداللہ ولادت سے قبل انتقال کر چکے ہیں۔ چھ سال کی عمر میں والدہ محترمہ بھی داغ مفارقت دے گئی ہیں۔ آٹھ سال کی عمر میں شفیق دادا بھی آخرت کو سدھار گئے ہیں۔ برادری، قوم، قبیلہ سب مخالف ہیں۔ ایک ابوطالب ہی تھے جو آج تک حمایت اور دفاع کی ذمہ داری نبھاتے آئے ہیں۔ مگر آج وہ بھی کہہ رہے ہیں بھتیجے! میں تیری حفاظت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ میرے بڑھاپے پر ترس کھاؤ۔ میری عزت کا خیال رکھو اور مجھے مزید آزمائش میں نہ ڈالو۔

تم اپنے دین کی تلقین کو رہنے دو، جانے دو
بڑھاپے میں ہماری شان پر دھبہ نہ آنے دو
میں بوڑھا ہوں اکیلا کل عرب سے لڑ نہیں سکتا
میں اڑ بھی جاؤں تو سارا قبیلہ اڑ نہیں سکتا

چچا ابو طالب کی ان باتوں کو سن کر سرور عالم ﷺ کا دل بھر آیا۔ ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے اور آپ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو چھلک پڑے۔ آپ ﷺ نے خود کو سنبھالا دیا۔ رحمت الٰہی نے سہارا دیا اور آپ ﷺ نے صبر و حوصلے سے کام لیتے ہوئے

اپنی نظروں کو ابوطالب کے چہرے کی طرف اٹھایا اور آبدیدہ نگاہوں مگر پروقار لہجے اور اطمینان اور سکون سے ارشاد فرمایا: عم محترم! میں آپ کی محبت، شفقت، الفت، حمایت اور مدافعت پر آپ کا شکر گزار اور ممنون احسان ہوں۔ مگر میں دعوت توحید کا مشن کسی صورت بھی ترک نہیں کرسکتا اور اسلام کی تبلیغ واشاعت میں ذرہ بھر مداہنت بھی اختیار نہیں کرسکتا۔ اگر آپ میرا ساتھ دیں تو مہربانی۔ اگر پہلی سی محبت نہ دے سکیں تو مجھے آپ سے کوئی گلہ اور شکوہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ ؎

کیا غم ہے جو ساری خدائی ہو مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

باقی رہی مشرکوں کے ظلم وستم، زیادتیوں، مخالفتوں اور دشمنیوں کی بات، تو چچا جان! میں راہ خدا میں اپنی جان قربان تو کرسکتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت سے باز نہیں رہ سکتا۔ حفیظ جالندھری کے الفاظ میں: ؎

چچا کے دامن شفقت کو جب ہٹتا ہوا پایا
تو ہو کر ''آبدیدہ'' ہادیٔ برحق نے فرمایا
جفا و ظلم کی آندھی چلے طوفان آجائیں
مٹانے کو مرے شداد اور ہامان آجائیں
کسی دھمکی، کسی ڈر سے میرا دل گھٹ نہیں سکتا
مجھے یہ فرض ادا کرنا ہے، اس سے ہٹ نہیں سکتا

اور اگر اہل مکہ اور قریشیوں کا خیال یہ ہے کہ میں دعوت وتبلیغ کا یہ کام کسی دنیوی غرض، طمع، حرص یا لالچ کے لئے کررہا ہوں تو۔

((يَاعَمِّ! وَاللّٰهِ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِيْ يَمِيْنِيْ وَالْقَمَرَ فِيْ يَسَارِيْ فِيْ أَنْ أَتْرُكَ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يُظْهِرَهُ اللّٰهُ أَوْ أَهْلِكَ فِيْهِ مَاتَرَكْتُهُ)) ①

① السيرة النبوية لابن هشام، مباداة رسول الله ﷺ قومه.....

"اے چچا جان! اگر وہ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی رکھ دیں اور مجھ سے توقع کریں کہ میں دعوت حق کا کام ترک کر دوں گا۔ تو یہ ناممکن ہے۔ بلکہ میں دین کی دعوت کا کام کرتا رہوں گا۔ اور اسے کسی صورت نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو غلبہ عطا فرما دے یا میں دعوت کا کام کرتا ہوا اللہ تعالیٰ کو پیارا ہو جاؤں۔"

میرے ہاتھوں میں لا کر چاند سورج بھی اگر رکھ دیں
میرے پاؤں تلے روئے زمین کا مال و زر رکھ دیں
خدا کے کام سے میں باز ہرگز رہ نہیں سکتا
یہ بت جھوٹے ہیں، میں جھوٹوں کو سچا کہہ نہیں سکتا

یہ فرما کر رسولِ اکرم ﷺ اشک بار آنکھوں کے ساتھ چچا کے پاس سے اُٹھے اور اپنے گھر کو چل دیے، تو جناب ابوطالب نے آواز دے کر واپس بلایا، آپ تشریف لائے تو چچا نے کہا:

((اِذْهَبْ يَا ابْنَ اَخِيْ فَقُلْ مَا اَحْبَبْتَ فَوَاللّٰهِ لَا اُسْلِمُكَ لِشَيْءٍ اَبَدًا))①

"بھتیجے! جاؤ، جو تمہیں پسند ہے اس کی تبلیغ کرو، اللہ کی قسم! میں تمہیں کبھی کسی کے حوالے نہیں کروں گا۔"

اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم ﷺ کی اسی حیثیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝﴾

"اور ہم نے آپ ﷺ کو "اللہ تعالیٰ" کی طرف دعوت دینے والا بنا کر مبعوث فرمایا۔"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی دعوت کا کام خلوص و محنت سے کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

① السيرة النبوية لابن هشام، مبادأة رسول الله ﷺ قومه...

رحمتِ مصطفیٰ ﷺ (I)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ ﴾①

''اور (اے نبی ﷺ) ہم نے تو آپ کو تمام جہانوں کے لئے ''رحمت'' بنا کر بھیجا ہے۔''

کھا کے اغیار سے پتھر وہ دعا دیتے ہیں
رحمت عام کا پیغام سنا دیتے ہیں
ذکر سرکار چلے جب بھی جہان دل میں
فکر و احساس نئی شمعیں جلا دیتے ہیں
ان کے تذکار کی خوشبو سے مہکتا ہے جہاں
جلتے لمحوں کو جو گلزار بنا دیتے ہیں

اللہ رب العزت کی بے پناہ حمد و ثنا اور رحمت عالم ﷺ کی ذات گرامی پر بے شمار درود و سلام کے بعد، اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب، قرآن مجید فرقان مجید کے سترہویں پارے سورۃ الانبیاء کی آیت 107 با ترجمہ تلاوت کی گئی ہے۔ جس میں خالق کائنات نے

① الانبیاء: 107۔

رحمت کائنات ﷺ کے اوصاف حمیدہ میں سے ایک خاص، اعلیٰ، بے مثال اور باکمال وصف ''رحمۃ للعالمین'' کا ذکر فرمایا ہے۔ اس امر میں قطعاً کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے محبوب محترم ﷺ کو بے شمار ظاہری اور باطنی کمالات وخصوصیات سے مشرف فرمایا۔ اور آپ ﷺ کے کمالات کو قرآنی آیات میں جس انداز سے بیان فرمایا وہ بھی بے مثل وبے مثال ہے مگر ہماری زیر بحث آیت مقدسہ میں سرور گرامی ﷺ کی جو جامعیت، اکملیت اور افضلیت بیان فرمائی گئی ہے۔ اس منقبت نے اس آیت کریمہ کو دوسری تمام آیات سے ممتاز ومنفرد کردیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: اے حبیب ﷺ! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے...... سارے جہان والوں کے لئے...... اپنوں اور بیگانوں کے لئے...... دوستوں اور دشمنوں کے لئے...... کافروں اور مسلمانوں کے لئے...... مردوں اور عورتوں کے لئے...... بچوں اور بوڑھوں کے لئے۔ جوانوں اور بزرگوں کے لئے...... آپ کے واقفوں اور ناواقفوں کے لئے...... عربوں اور عجمیوں کے لئے...... مردوں اور عورتوں کے لئے...... ایرانیوں اور فارسیوں کے لئے...... افغانیوں اور تورانیوں کے لئے...... انسانوں اور حیوانوں کے لئے، فرشتوں اور جنوں کے لئے...... جانوروں اور پرندوں کے لئے...... درختوں اور پتوں کے لئے...... پھولوں اور پھلوں کے لئے، ہاں، ہاں، نباتات وجمادات کے لئے...... فصلات وباغات کے لئے...... پہلوں اور پچھلوں کے لئے۔ الغرض سارے جہانوں کے لئے اور تمام جہانوں کی تمام اشیاء کے لئے ''رحمت'' بنا کر بھیجا ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝﴾

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارہ راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

رحمت کا معنیٰ ومفہوم

عربی لغت میں دو چیزوں کے مجموعے کا نام ''رحمت'' ہے۔ اَلرَّحْمَةُ: اَلرِّقَّةُ وَالتَّعَطُّفُ۔ یعنی رقت اور احسان ومہربانی کو ''رحمت'' کہا جاتا ہے۔ علامہ راغب

اصفہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ''رحمت، اس رقت کو کہتے ہیں جو اس شخص پر احسان کا تقاضا کرے جس پر رحمت کی جارہی ہے۔'' لیکن اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت میں رقت نہیں۔ کیونکہ وہ اس سے پاک ہے۔ بلکہ صرف تعطف اور احسان ہے۔ نبی معظم ﷺ کو رحمت کے ان دونوں مفہوموں ''رقت اور احسان'' سے نوازا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝﴾①

''تحقیق تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول تشریف لائے، تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر گراں گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں۔ مومنوں کے ساتھ مہربانی کرنے والے اور شفقت فرمانے والے ہیں۔''

معروف سیرت نگار قاضی سید محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمہ اللہ اپنی مشہور زمانہ تصنیف ''رحمۃ للعالمین'' میں رحمت کا مفہوم واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''**رحمت کے معنی پیار، ترس، ہمدردی، غمگساری، محبت** اور **خبر گیری** ہیں۔ یہ تمام معانی لفظ رحمت کے اندر پائے جاتے ہیں۔''

رحمت کائنات جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی شفقت و رحمت اور ہمدردی و رافت کا یہ عالم تھا کہ کسی غمزدہ اور پریشان حال کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں اشکبار ہوجاتی تھیں اور آپ اس کے دکھوں کا مداوا کرنے کے لئے کمربستہ ہوجاتے تھے۔ نیز دردمندوں، حاجتمندوں اور ضرورت مندوں کی تسلی، تشفی اور اطمینان کے لئے رب العالمین کی بارگاہ جلیلہ میں پرنم آنکھوں سے التجا اور دعا بھی فرماتے۔ جس کی برکت سے مشکلات آسان ہوجاتیں اور غم و اندوہ کی سیاہ گھٹائیں چھٹ جاتی تھیں۔ بقول مولانا حالی علیہ الرحمہ:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

① التوبہ:128۔

فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی، غریبوں کا مولیٰ

خطا کار سے درگزر کرنے والا
بداندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا
قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

مس خام کو جس نے کندن بنایا
کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا

رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رخ ہوا کا

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾

''اور (اے محبوب!) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

یہ آپ ﷺ کی رحمۃ للعالمین کا بے مثل فیض ہی تھا جس سے۔

- جاہل......علم وحکمت کے چراغ بن گئے۔
- گمراہ......رشد وہدایت کے مینار بن گئے۔
- گنوار......پاکیزہ تہذیب وتمدن کے بانی بن گئے۔
- چور......دوسروں کے مال کے نگران بن گئے۔
- ڈاکو......لوگوں کی دولت کے محافظ بن گئے۔
- لٹیرے......راستوں کے پہرے دار بن گئے۔

- زانی......عزتوں کے رکھوالے بن گئے۔
- بدمعاش......شریف اور عزت دار بن گئے۔
- دشمن......دوست اور ہمدرد بن گئے۔
- بے وفا......وفادار بن گئے۔
- مشرک......توحید پرست بن گئے۔
- بتوں کے پجاری......ایک اللہ کے پرستار بن گئے۔
- فاسق وفاجر......نیک اور فرمانبردار بن گئے۔
- بیٹیوں کو زندہ دفن کرنیوالے۔۔ان کیلئے سراپا شفقت ومحبت بن گئے۔
- اولاد کے قاتل......بچوں کیلئے مہربان بن گئے۔
- محکوم............ملت اسلامیہ کے حکمران بن گئے۔
- ظالم............مظلوموں کے حمائتی بن گئے......اور......
- جہنمی............جنت کے وارث اور مالک بن گئے......سبحان اللہ

سید الاولین والآخرین، شفیع المذنبین جناب محمد کریم ﷺ کی رحمۃ للعالمین کے فیوض و برکات اور اثرات وثمرات کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک ہندو شاعر پنڈت ہری چند اختر کہتا ہے:

کس نے ذرّوں کو اٹھایا اور صحرا کردیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا

زندہ ہوجاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ، موت کو کس نے مسیحا کردیا

کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دُرِّ یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کردیا

کہ دیا "لَا تَقْنَطُوْا" اختر کسی نے کان میں
اور دل کو سر بسر محو تمنا کر دیا

آدمیت کا غرض ساماں مہیا کردیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کردیا

وہ ماہِ عرب، شاہ عجم جس کی برکت سے یہ سب کچھ ہوا، وہی تو ہے، جس کے بارے میں رب العالمین نے فرمایا ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

بے مثال لقب

دنیا میں ہزاروں نامور اشخاص و افراد گزرے ہیں جنہیں ان کی خدمات کے صلے میں حکومتوں اور عوام کی طرف سے القابات اور خطابات سے نوازا گیا۔ کوئی ''سر'' کہلایا، کوئی ''مہاراجہ'' بنا، اور کسی کو ''شمس العلماء'' کہا گیا، انبیاء کرام علیہم السلام کی تاریخ میں آدم ''صفی اللہ'' کہلائے، نوح ''نجی اللہ'' بنے، ابراہیم کو ''خلیل اللہ'' کا لقب ملا، اسماعیل ''ذبیح اللہ'' کے مرتبے پر فائز ہوئے، موسیٰ نے ''کلیم اللہ'' کا اعزاز حاصل کیا، داؤد ''خلیفۃ اللہ'' کے مقام سے سرفراز ہوئے، جناب عیسیٰ کو ''روح اللہ'' کا عظیم لقب نصیب ہوا، مگر جو اعزاز، شرف، خطاب اور لقب ہمارے آقا و مولا، سیّد ولدآدم، اشرف الانبیاء، شافع روز جزا جناب محمد مصطفی ﷺ کے حصے میں آیا، وہ کسی دوسرے نبی، پیغمبر اور رسول کو نصیب نہ ہوسکا۔ نصیب ہوتا کیسے؟ کہ یہ خطاب اور لقب تو اللہ رحیم و کریم نے آمنہ کے دریتیم کے لئے مخصوص کر رکھا تھا اور وہ لقب تھا۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

اسی بات کو دوسرے انداز سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ بعض شخصیات کو القاب عوام کی طرف سے دیئے جاتے ہیں...... بعض افراد کو القاب حکومت کی طرف سے عطا کئے جاتے ہیں...... بعض لوگوں کو مختلف تنظیموں، انجمنوں، جماعتوں اور گروہوں کی طرف سے القاب سے نوازا جاتا ہے۔ مگر رب کعبہ کی قسم! پیغمبر کریم ﷺ کو یہ بے مثل و بے مثال لقب...... کسی حکومت نے نہیں دیا...... کسی جماعت نے نہیں دیا ...... کسی انجمن نے نہیں دیا...... کسی تنظیم نے نہیں دیا...... کسی مذہبی گروہ نے نہیں دیا ...... اور...... سرور

گرامی ﷺ کو یہ لقب ... ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہیں دیا...... عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نہیں دیا ... عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نہیں دیا...... علی حیدر رضی اللہ عنہ نے نہیں دیا...... طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ نے نہیں دیا...... سعد رضی اللہ عنہ اور سعید رضی اللہ عنہ نے نہیں دیا...... عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے نہیں دیا...... عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نہیں دیا...... ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ نے نہیں دیا۔ مہاجرین وانصار نے نہیں دیا۔ اہل بدر اور شرکاء احد نے نہیں دیا...... اہل مکہ اور اہل مدینہ نے نہیں دیا...... طائف کے باشندوں اور خیبر کے رہائشیوں نے نہیں دیا۔ عربوں اور عجمیوں نے نہیں دیا...... فرشتوں اور جنوں نے نہیں...... بلکہ رسول کائنات کو یہ لقب عطا فرمایا تو رب کائنات نے عطا فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

اور رب العالمین نے اپنی لاتعداد، ان گنت، اور بے شمار مخلوقات میں سے یہ عظیم لقب اور اعلیٰ خطاب صرف ایک ہی شخصیت اور ذات کو نصیب فرمایا اور اس ذات کریمہ اور شخصیت مبارکہ کا نام مقدس ''محمد'' ﷺ ہے۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

رحمت کی وسعت

ہماری زیر بحث آیت مقدسہ میں لفظ ''عالمین'' بھی خصوصی توجہ کا متقاضی ہے کہ رب العالمین نے نبی محترم ﷺ کو کسی ایک قوم، قبیلے، شہر، ملک، علاقے، اور جگہ کے لئے رحمت قرار نہیں دیا۔ بلکہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

''اور (اے محبوب ﷺ) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

''عالمین'' عالَم کی جمع ہے۔ اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز پر ہوتا ہے۔ عالمین کی تعداد کے بارے میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض اہل علم نے جہانوں کی تعداد ستر ہزار، بعض نے اٹھارہ ہزار اور بعض نے چودہ ہزار بیان فرمائی ہے۔ امام المفسرین علامہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ جب تک کوئی صحیح دلیل معلوم نہ ہو۔

اس وقت تک جہانوں کی تعداد کے بارے میں یقینی طور پر کچھ نہیں جا سکتا۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ﴾ ①

''اور تیرے رب کے لشکروں کی تعداد اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

بعض بزرگان سلف نے عالم کو تین طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) عالم بالا (۲) عالم متوسط (۳) عالم زیریں۔ انسان کو جن جہانوں سے واسطہ پڑتا ہے یا پڑے گا وہ چار جہان ہیں۔(۱) عالم ارواح (۲) عالم دنیا (۳) عالم برزخ (۴) عالم حشر۔ اللہ رب العزت نے ان تمام جہانوں کے لئے اور ان جہانوں کی تمام اشیاء کے لئے سرور کائنات ﷺ کو ''رحمت'' قرار دیا ہے۔ اگر ہم عالمین یعنی مختلف جہانوں پر غور و خوض کریں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ۔

- ایک انسانوں کا جہان ہے۔
- ایک حیوانوں کا جہان ہے۔
- ایک نباتات کا جہان ہے۔
- ایک جمادات کا جہان ہے۔
- ایک جنات کا جہان ہے۔
- ایک حشرات کا جہان ہے۔
- ایک فصلات کا جہان ہے۔
- ایک باغات کا جہان ہے۔
- ایک ملائکہ کا جہان ہے۔
- ایک ملاء اعلیٰ کا جہان ہے۔
- ایک پرندوں کا جہان ہے۔
- ایک چرندوں کا جہان ہے۔
- ایک درندوں کا جہان ہے۔
- ایک کارندوں کا جہان ہے۔
- ایک مچھلیوں کا جہان ہے۔
- ایک مکھیوں کا جہان ہے۔
- ایک آبی جہان ہے۔
- ایک خشکی کا جہان ہے۔
- ایک زمینی جہان ہے۔
- ایک آسمانی جہان ہے۔
- ایک فضاؤں کا جہان ہے۔
- ایک ہواؤں کا جہان ہے۔
- ایک آفتاب کا جہان ہے۔
- ایک ماہتاب کا جہان ہے۔

① المدثر: ۳۱۔

❁ ایک ستاروں کا جہان ہے۔
❁ ایک سیاروں کا جہان ہے۔
❁ ایک پھلوں کا جہان ہے۔
❁ ایک پھولوں کا جہان ہے۔
❁ ایک درختوں کا جہان ہے۔
❁ ایک کانٹوں کا جہان ہے۔

ان تمام جہانوں کا خالق ومالک ''رب العالمین'' اور ہادی ومقتدا ''رحمۃ للعالمین'' ہے۔ سبحان اللہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اپنی ذات واختیارات کا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾①

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو رب العالمین ہے۔''

اپنی کتاب کا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا:﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِيْنَ﴾②

''یہ (قرآن مجید) عالمین کے لئے نصیحت ہے۔''

کعبۃ اللہ کا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا:

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾③

''بے شک سب سے پہلے (اللہ تعالیٰ کی عبادت کی غرض سے) لوگوں کے لئے جو گھر مقرر کیا گیا وہ مکہ مکرمہ میں (کعبۃ اللہ ہے جو) برکت والا اور تمام جہانوں کے لئے ہدایت ہے۔''

اور اپنے آخری رسول کا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا:

﴿وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ﴾

''اور (اے رسول!) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

❁ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا ''رب'' ہے۔ اس لئے وہ ''رب العالمین'' ہے۔
❁ قرآن مجید تمام جہانوں کیلئے ''نصیحت'' ہے اس لئے وہ ''ذکر للعالمین'' ہے۔
❁ بیت اللہ تمام جہانوں کیلئے ''مرکز ہدایت'' ہے اس لیے وہ ''ھدی للعالمین'' ہے۔

① الفاتحۃ: ١۔ ② یوسف: ١٠٤۔ ③ النساء: 96۔

❁ رسول محترم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ تمام جہانوں کے لئے ''سراپا شفقت'' ہیں۔ اس لئے وہ ''رحمۃ للعالمین'' ہیں۔

اے اللہ کریم! ہماری طرف سے اپنے آخری رسول ﷺ کی ذات مبارکہ پر لاتعداد درود و سلام نازل فرما، اور ہم سب کو ''رحمۃ للعالمین'' ﷺ کا فرمانبردار بننے کی سعادت نصیب فرما۔ آمین

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ رسول معظم ﷺ

❁ جب عالم ارواح میں تھے تو۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔

❁ جب عالم بطن میں تھے تو۔۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔

❁ جب عالم وجود میں آئے تو۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔

❁ جب دنیا میں تشریف لائے تو۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔

❁ جب مکہ معظمہ میں تھے تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔

❁ جب مدینہ طیبہ گئے تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔

❁ جب زمین پر تھے تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔

❁ جب آسمان پر گئے تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔

❁ جب بیت اللہ میں تھے تو۔۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔

❁ جب بیت المقدس گئے تو۔۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔

❁ جب بدر میں تھے تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔

❁ جب احد میں گئے تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔

❁ جب خندق کھود رہے تھے تو۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔

❁ جب تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔

❁ جب حدیبیہ میں تھے تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔

❁ جب خیبر گئے تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔

❁ جب بستر پر آرام فرما تھے تو۔۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔

* جب معراج کیلئے تشریف لے گئے تو۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔
* جب حیات مستعار میں تھے تو۔۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔
* جب راہی عالم بقا ہوئے تو۔۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔
* قبر اطہر میں ہیں تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔
* کل حشر کے دن اٹھیں گے تو۔۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔
* آپ ﷺ حوض کوثر پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔
* مقام شفاعت پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔
* مقام محمود پر بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔
* بہشت کے دروازے پر بھی۔۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔
* جنت الفردوس میں بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''رحمۃ للعالمین''۔

آپ ﷺ

* گنہگاروں کے لئے''رحمت''۔
* سیاہ کاروں کیلئے''رحمت''۔
* خطا کاروں کے لئے''رحمت''۔
* بدکاروں کے لئے''رحمت''۔
* بیماروں کے لئے''رحمت''۔
* عیال داروں کے لئے''رحمت''۔
* وفاداروں کے لئے''رحمت''۔
* فدا کاروں کے لئے''رحمت''۔
* جانثاروں کے لئے''رحمت''۔
* خدمت گاروں کے لئے''رحمت''۔
* فرمانبرداروں کے لئے''رحمت''۔
* اطاعت گزاروں کیلئے''رحمت''۔
* دوستوں کے لئے''رحمت''۔۔۔۔بلکہ
* دشمنوں کیلئے بھی سراپا''رحمت'' ہیں۔

یعنی آپ ﷺ عالم ارواح سے عالم بقاء تک سراپا''رحمۃ للعالمین'' ہیں۔ کیونکہ تمام مخلوقات آپ ﷺ کی رحمۃ للعالمینی سے فیض یاب ہورہے ہیں اور قیامت تک فیض یاب ہوتے رہیں گے۔

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ﴾

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

بن مانگے رحمت

اب ہم امام المرسلین، سیدالاولین والآخرین جناب محمد کریم ﷺ کی صفت رحمت کو تقابلی انداز میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ قرآن مجید فرقان حمید کا مطالعہ فرمائیں تو اس امر کی وضاحت ہوجاتی ہے۔ کہ ابوالبشر جناب آدم علیہ السلام سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک متعدد انبیاء کرام علیہم السلام رب العالمین سے رحمت کا سوال اور رحمت کی درخواست کرتے رہے۔ چند قرآنی آیات بینات پر توجہ فرمائیں۔ سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام میدان عرفات میں رب العالمین کے حضور دامن پھیلا کر ''رحمت'' کی استدعا کر رہے ہیں:

﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○﴾①

''ان دونوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا، اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر ''رحمت'' نہ فرمائی تو ہم ضرور خسارہ پانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔''

آدمِ ثانی جناب نوح علیہ السلام رب العزت کے دربار عالی شان سے ان الفاظ کے ساتھ رحمت طلب کرتے ہیں۔

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَ تَرْحَمْنِیْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾②

''اس (نوح) نے کہا: اے میرے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں تجھ سے ایسی بات کا سوال کروں جس کا مجھے علم نہ ہو اور تو نے مجھے نہ بخشا اور مجھ پر ''رحمت'' نہ فرمائی تو میں نقصان پانے والوں میں سے ہوجاؤں گا۔''

جناب موسیٰ کلیم اللہ کے طلب ''رحمت'' کی دعا کو قرآن حکیم نے یوں بیان فرمایا ہے:

﴿قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ ؗ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○﴾③

① الاعراف:23۔ ② ھود: 47۔ ③ الاعراف: 151۔

''انہوں نے کہا: اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی (ہارون) کو بخش دے اور ہمیں اپنی ''رحمت'' میں داخل فرما اور تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔''

اگر اسی طرح قرآنی آیات طیبات سے انبیاء کرام کی ان دعاؤں کا تذکرہ کیا جائے جن میں انہوں نے رب العزت سے ''رحمت'' کا مطالبہ کیا ہے تو بات خاصی طویل ہو جائے گی۔ مختصر یہ:

- ابوالبشر جناب آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ''رحمت'' طلب گار ہوئے۔
- سیدنا نوح علیہ السلام رب العزت سے ''رحمت'' کی دعا کرتے رہے۔
- سیدنا موسیٰ کلیم اللہ خالق کائنات سے ''رحمت'' کا مطالبہ کرتے رہے۔
- جناب ایوب علیہ السلام اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ''رحمت'' کی استدعا کرتے رہے۔
- جناب زکریا علیہ السلام پروردگار عالم سے ''رحمت'' کی درخواست کرتے رہے۔
- جناب سلیمان علیہ السلام اللہ رحیم وکریم سے ''رحمت'' کی التجا کرتے رہے۔
- جناب عیسیٰ علیہ السلام رب السماوات والارض سے ''رحمت'' مانگتے رہے۔

۔۔۔۔مگر۔۔۔۔ جب ہمارے آقا ومولا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے بن مانگے، بغیر دعا کئے اور بغیر درخواست کے نہ صرف آپ کو رحمت نصیب فرمائی۔ **بلکہ آپ ﷺ کو سراپا ''رحمت'' قرار دے دیا اور فرمایا:**

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

''(اے نبی معظم ﷺ) ''ہم نے تو آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمادیا ہے۔''

ایک ''رحمت'' ہی کیا۔ آپ ﷺ کی اخوت بے مثال۔۔ آپ کی حکمت باکمال۔۔ صداقت لازوال۔۔ عدالت، سخاوت، شجاعت، امانت، غرضیکہ ہر خوبی بے مثال اور ہر بھلائی باکمال ہے۔ بقول سید امین گیلانی: ؎

حضور آئے تو کیا کیا ساتھ نعمت لے کے آئے ہیں
اخوت، علم و حکمت، آدمیت لے کے آئے ہیں
کوئی صدّیق سے پوچھے صداقت کن سے حاصل کی
عمر ہیں اس کے شاہد وہ عدالت لے کر آئے ہیں
کہا عثمان نے میری سخاوت ان کا صدقہ ہے
علی دیں گے شہادت وہ شجاعت لے کے آئے ہیں
رہے گا یہ قیامت تک سلامت معجزہ ان کا
وہ قرآنِ مُبیں نورِ ہدایت لے کے آئے ہیں
خدا نے ''رحمۃ للعالمیں'' خود ان کو فرمایا
قسم اللہ کی وہ رحمت ہی رحمت لے کے آئے ہیں
امیں بن کر امانت اہلِ دُنیا کو وہ پہنچا دی
جو جبریلِ امیں ان تک امانت لے کے آئے ہیں
قناعت، حرّیت، فکر و عمل مہر و وفا، تقویٰ
وہ انساں کیلئے عظمت ہی عظمت لے کے آئے ہیں
خدا نے دین کامل کردیا ہے اے امیں ان پر
محمد ﷺ پرچمِ ختمِ نبوت لے کے آئے ہیں

پیغمبرِ اعظم و اکرم، سرورِ عالم ﷺ نے اپنی زبانِ حق ترجمان اور لسانِ نبوت سے زیرِ بحث آیت مبارکہ کی تشریح وتفسیر یوں فرمائی کہ۔ ﴿إِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً﴾① مجھے کائناتِ ہست و بود میں شفیق، خلیق، رحیم، کریم اور عظیم بنا کر مبعوث فرمایا گیا ہے۔ مجھے محبت، الفت، رافت، شفقت، ہمدردی، خیر خواہی، خبر گیری، غمگساری اور غمخواری کے حسین جذبات اور اعلیٰ و ارفع احساسات سے نوازا گیا ہے۔ اور تمام جہانوں کی

① صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب النهى عن لعن الدّوابِّ وغيرها: ۲۵۹۹۔

تمام اشیاء کے لئے مجھے ''رحمت'' بنایا گیا۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

امت کے لئے رحمت

جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا کہ امام المرسلین، شفیع المذنبین جناب محمد کریم ﷺ تمام جہانوں کے لئے اور تمام جہانوں کی تمام اشیاء اور تمام افراد کیلئے ''رحمت ہی رحمت'' ہیں اس ضمن میں سرکار مدینہ ﷺ کی شانِ رحمۃ للعالمینی اور آپ ﷺ کی رحمت، شفقت، محبت، الفت، ہمدردی اور مہربانی کی چند جھلکیاں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ ﷺ کی رحمت کا سایہ نصیب فرمائے۔ آمین

یہ حقیقت اظہر من الشمس اور روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ سرور کونین ﷺ اپنی امت کے لئے از حد مہربان اور رحیم وکریم ہیں، آپ ﷺ اپنی امت کے ہر فرد و بشر کے لئے، **ماں سے زیادہ مہربان، باپ سے زیادہ شفیق، بھائی** سے زیادہ ہمدرد اور دوست سے **زیادہ خیر خواہ ہیں۔ امت کی تکلیف اور مشقت** آپ کے لئے ناقابل برداشت اور امت **کی خیر خواہی آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔** اللہ تعالیٰ کا فرمان ذی شان ہے کہ:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾[1]

''تحقیق تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول تشریف لائے، تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر گراں گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کے بہت زیادہ خواہش مند ہیں، مومنوں کے ساتھ مہربانی فرمانے والے اور شفقت فرمانے والے ہیں۔''

امام الانبیاء ﷺ کی اپنی امت پر شفقت، محبت اور رحمت کی وسعت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ جسے مشہور صحابی رسول جناب عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا ہے:

[1] التوبہ: 128۔

”نبی مکرم ﷺ نے کتاب الٰہی کی تلاوت کے دوران سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اپنی امت کے متعلق دعائیہ کلمات پڑھے کہ انہوں نے دربار خداوندی میں اپنی قوم کی گمراہی کا شکوہ کرتے اور ان سے اظہار براءت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ ۖ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۖ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [1]

”اے میرے رب! ان معبودان باطلہ نے لوگوں کی اکثریت کو گمراہ کر دیا ہے۔ پس جو میری اتباع کرے وہ میرا ہے۔ اور جو میری نافرمانی کرے تو بے شک تو بہت بخشنے والا، ازحد مہربان ہے۔“

یعنی جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے کسی قسم کی سفارش کرنے کی بجائے معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد فرما دیا کہ اے رب العالمین! تیری مرضی پر منحصر ہے کہ انہیں اپنی رحمت کی بدولت معاف فرما دے یا ان کے گناہوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کر دے۔ میں اپنی قوم کے نافرمانوں کے لئے معافی کی دعا کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہوں۔

دوران تلاوت آپ ﷺ نے قرآن حکیم کی وہ آیت **بھی پڑھی جس میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام** کی زبانی **اپنی قوم سے اظہار بیزاری** کا ذکر کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے کہا:

﴿إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [2]

”(اے اللہ!) اگر تو انہیں سزا سے دوچار کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف فرمادے تو تو غالب، حکمت والا ہے۔“

جناب عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی امت کا معاملہ رب العالمین کی مشیت کے سپرد کر دیا:

[1] ابراھیم: 36۔ [2] المائدہ: 118۔

''جب سید الرسل ﷺ نے ان جلیل القدر انبیائے کرام کے اپنی امتوں کے بارے میں الفاظ تلاوت فرمائے ((فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ أُمَّتِيْ اَللّٰهُمَّ أُمَّتِيْ وَبَكٰى)) ''تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے اور دربار الٰہی میں رورو کر دعا کی کہ اے اللہ! میری امت، اے اللہ! میری امت۔'' یعنی اے رب العالمین پہلے انبیاء علیہم السلام نے تو اپنی امتوں سے براءت کا اعلان فرما دیا۔ مگر میں تو اپنی امت کو فراموش نہیں کرسکتا اور اپنی امت کے افراد سے اظہار لاتعلقی نہیں کرسکتا بلکہ آنسو بہا کر التجا کرتا ہوں کہ میرے اللہ! میری امت کو معاف فرما دے، میری امت کو معاف فرما دے۔''

جب امت کے غمخوار آقا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے دربار الٰہی میں گڑگڑا کر امت کیلئے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے سب کچھ جاننے اور ہر چیز کا علم ہونے کے باوجود **جناب جبریل علیہ السلام کو حکم فرمایا:** اے جبریل ((اِذْهَبْ إِلٰى مُحَمَّدٍ فَاسْئَلْهُ مَا يُبْكِيْكَ؟)) محمد مصطفیٰ ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور ان سے رونے، آنسو بہانے اور گڑگڑانے کا سبب دریافت کرو۔ سید الملائکہ دربار رسالت میں حاضر ہوکر رب العالمین کا پیغام سناتے اور رونے کی وجہ دریافت فرماتے ہیں۔ امام الانبیاء ﷺ نے جناب جبریل علیہ السلام کو اپنے رونے کا سبب بتلایا۔ انہوں نے جاکر دربار الٰہی میں رپورٹ پیش کی۔ حالانکہ اللہ احکم الحاکمین کو آپ ﷺ کے رونے کی وجہ خوب معلوم تھی۔ مگر آپ ﷺ سے اظہار محبت کے لئے اور آپ کی امت پر اپنی خصوصی رحمت کے نزول کے لئے یہ طریقہ اور انداز اختیار فرمایا۔

جناب جبریل علیہ السلام کی زبانی محسن کائنات ﷺ کی فکرمندی اور امت کے لئے رونے کا حال سن کر اللہ رحیم وکریم نے جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم ابھی دوبارہ خدمت نبوی میں حاضری دو۔ اور میرے محبوب ﷺ کو خوشخبری سنا دو کہ اے میرے حبیب! اپنی امت کے بارے میں میری طرف سے **مژدہ جانفزا سن لو کہ** ((إِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِيْ أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ)) ہم آپ کی امت کے بارے

میں آپ کو راضی اور خوش کریں گے۔ اور آپ کی امت کے متعلق آپ کو غمگین نہیں ہونے دیں گے۔‘‘ ①

یہ سرور کونین ﷺ کی اپنی امت پر رحمت، شفقت اور محبت ہی تو ہے کہ آپ ﷺ اپنی امت کی مغفرت اور بخشش کے لئے رب العالمین سے رو رو کر دعائیں کرتے اور اللہ رحمان و رحیم سے امت کے لئے معافی کا وعدہ لے لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے مہربان آقا کی ذات گرامی پر لاتعداد درود و سلام نازل فرمائے۔ (آمین)۔ اسی لئے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

’’اور (اے محبوب!) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔‘‘

امت پر سلام

اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ کی امت پر شفقت اور رحمت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کی خلوتوں میں...... جلوتوں میں...... تنہائی میں...... محفل میں...... گھر میں...... مسجد میں...... دعاؤں میں...... صداؤں میں...... مکہ میں...... مدینہ میں...... زمین پر...... آسمان پر...... ہر جگہ اپنی امت کو یاد رکھا اور امت کی خیر خواہی اور ہمدردی کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ مکی زندگی میں جب سرور گرامی ﷺ کو ’’سفر معراج‘‘ پر لے جایا گیا اور بیت المقدس میں انبیاء کرام کی امامت کے شرف عظیم سے سرفراز فرمانے کے بعد مقام رفیع پر پردوں کی اوٹ میں یعنی مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ اللہ رب العزت سے ہم کلامی کے اعزاز و شرف سے نوازا گیا تو رسول محترم ﷺ نے بارگاہ ربانی میں جو تحفہ عبادت پیش فرمایا، وہ یہ تھا:

’’((اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ)) ساری تعریفیں اور تمام عبادتیں اور ہر قسم کے پاکیزہ کلمات صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ اللہ ارحم الراحمین نے خاتم النبیین ﷺ کی طرف سے اس درجہ تعریف، حمد اور عبادت کے اظہار و اعلان کے بعد جواباً ارشاد فرمایا: ((اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ

① صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب دُعاء النبى لامته......: ۲۰۲.

وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ)) اے نبی (ﷺ) آپ نے میرے لئے تین چیزوں کا اعلان فرمایا۔ میں بھی آپ کے لئے تین اشیاء کا فرمان جاری کرتا ہوں) آپ پر سلامتی، اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت اور اس کی طرف سے برکات نازل ہوں۔

اللہ رب العزت کے رسول امین ﷺ نے جب اپنے لئے سلام، رحمت اور برکات کے اعلان کو سنا۔ تو آپ ﷺ نے فوراً ہی اپنی امت کو یاد فرمایا اور دربار الٰہی میں عرض کی: ((اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ)) اے الہ العالمین! ہم پر سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر بھی سلامتی کا نزول ہو۔''

آپ ان الفاظ مبارکات پر غور فرمائیں کہ نبی مکرم ﷺ نے ساتویں آسمان سے آگے جا کر بھی امت کو یاد رکھا اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کیلئے سلامتی کے نزول کو الگ کر کے ''اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا'' جمع کا صیغہ استعمال فرما کر اللہ تعالیٰ کے خصوصی سلام اور سلامتی کے لئے ساری امت کو اپنے ساتھ شامل فرمالیا۔

''معراج کی رات رب العالمین اور رحمۃ للعالمین کے درمیان یہ محبوبانہ مکالمہ سن کر سید الملائکہ جناب جبریل علیہ السلام نے باآواز بلند شہادت دی کہ: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ محب و محبوب کے درمیان ہونے والی گفتگو اور جبریل علیہ السلام کی شہادت خالق کائنات اور رسول کائنات کو ایسی پسند آئی کہ ان پاکیزہ کلمات کو اسلام کی اہم عبادت ''نماز'' کا حصہ بنا دیا گیا۔''[1]

میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ سرور گرامی ﷺ اپنی امت پر ایسے مہربان اور سراپا رحمت ہیں کہ ساتوں آسمانوں سے آگے جا کر بھی امت کو فراموش نہیں فرمایا۔ بلکہ انہیں سلامتی کی دعا میں اپنے ساتھ شامل فرما کر ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ پر مہر تصدیق ثبت فرمادی۔

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، باب التشہد، الفصل الاول۔

نمازوں میں تخفیف

جب معراج مصطفیٰ ﷺ کی بات شروع ہو گئی ہے تو اس ضمن میں پیغمبر اعظم ﷺ کی رحمۃ للعالمینی اور امت پر شفقت و مہربانی کا مزید حال بھی توجہ سے سماعت فرمالیں اور خلوص دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ حشر کے دن ہم سب کو جناب رحمۃ للعالمین کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین

صحیح بخاری میں جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم ﷺ نے اپنے آسمانی سفر اور نمازوں کی فرضیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"جب میں اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوا تو رب السماوات والارض نے میری امت پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض فرمائیں۔ واپسی پر چھٹے آسمان میں جناب موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا: ((مَافَرَضَ اللّٰهُ عَلٰی أُمَّتِكَ)) اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر کیا فرض فرمایا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض فرمائی ہیں۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا (میں احکام پر عمل کے بارے میں بنی اسرائیل کا کافی تجربہ کر چکا ہوں لہٰذا میرا خیال ہے) کہ ((فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَاتُطِيقُ)) آپ کی امت دن رات میں پچاس نمازیں ادا نہ کر سکے گی۔ میرا مشورہ ہے کہ ((فَارْجِعْ إِلٰی رَبِّكَ)) آپ اپنے پروردگار کی طرف واپس تشریف لے جائیے اور اللہ تعالیٰ سے نمازوں میں تخفیف کی درخواست کیجئے۔ رحمت مجسم ﷺ دربار الٰہی میں حاضر ہوئے اور نمازوں میں کمی کی اپیل کی۔ اللہ رب العزت نے آپ کی درخواست پر پانچ یا دس نمازیں کم فرمادیں۔ جناب موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر دوبارہ واپس گئے تو مزید کمی کر دی گئی۔ مختصر یہ کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے حکیمانہ اور ناصحانہ مشورے پر عمل کرتے ہوئے رحمت عالم ﷺ متعدد بار دربارِ الٰہی میں حاضر ہوئے اور امت کیلئے سہولت اور تخفیف کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ ﷺ کی استدعا اور اپیل پر امت محمدیہ کیلئے پچاس کی بجائے پانچ نمازیں فرض فرمائی گئیں مگر بارگاہ ربانی سے یہ خوشخبری سنائی

گئی کہ اے محمد ﷺ۔ ((ھِیَ خَمْسٌ وَّھِیَ خَمْسُوْنَ لَایُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ)) میری باتیں اٹل ہوتی ہیں لہذا یہ پانچ نمازوں کا حتمی اور آخری فیصلہ ہے۔ البتہ یہ وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی امت کا جو شخص دن اور رات میں پانچ فرض نمازیں ادا کرے گا۔ میں اسے پچاس نمازوں کا ثواب عطاء فرماؤں گا۔''①

رحمت کائنات ﷺ کی رحمت و رافت کا یہ فیض آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری اور ساری رہے گا کہ مسلمان نمازیں پانچ پڑھے گا مگر اسے پچاس نمازوں کا ثواب دیا جائے گا۔ سبحان اللہ

سید عالم شاہِ مدینہ وحی خدا سے روشن سینہ
حکمت و عرفاں کا آئینہ رحمت و شفقت کا گنجینہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رحمت ہی رحمت

نبی اکرم، رسول معظم، سرور عالم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی اپنی امت کیلئے رحمت و شفقت کی مثالوں کا احاطہ ناممکن ہے۔ اور اگر اختصار سے بھی آپ ﷺ کی حیات مبارکہ سے ایسے واقعات بیان کئے جائیں جو امت پر آپ ﷺ کی شفقت و محبت اور رحمت و رافت پر دلالت کرتے ہوں تو یہ موضوع خاصی طوالت اختیار کر جائے گا۔ اس لئے ہم چند ضروری اشارات پر اکتفا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہم سب کو قیامت کے دن پیغمبر اعظم ﷺ کی رحمت کا سایہ نصیب فرمائے۔ آمین

- **نبی محترم ﷺ** نے رمضان المبارک کی تین مقدس راتوں میں قیام اللیل (نماز تراویح) کی جماعت کروانے کے بعد امت پر فرضیت کے خوف سے جماعت کو ترک فرما دیا۔ یہ آپ ﷺ کی امت پر مہربانی اور رحمت کی بیّن دلیل ہے۔②

① صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب کیف فرضت الصلاۃ فی الاسراء:۳۴۹۔ ② **صحیح بخاری**، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب مایکرہ من کثرۃ السوال: ۷۲۹۰۔

● خواہش کے باوجود آپ ﷺ نے امت پر شفقت کی وجہ سے ہر وضو کے ساتھ مسواک کو لازمی قرار نہیں دیا۔ یہ آپ ﷺ کی امت پر رحمت ہے۔①

● بیت المال کی مضبوطی کے بعد مقروض میت کا قرض اپنے ذمہ لے لینا۔ یہ آپ ﷺ کی امت پر رحمت نہیں تو اور کیا ہے۔②

● آپ ﷺ کو دو کاموں میں سے جب ایک کو پسند کرنے کا اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ اپنی امت کیلئے آسان کام کو پسند فرماتے۔ یہ آپ ﷺ کی امت سے محبت اور رحمت ہی تو ہے۔③

● جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ذکر فرماتے ہیں کہ رسول محترم ﷺ ہماری اکتاہٹ کے اندیشہ سے وقفہ وقفہ کے بعد وعظ ونصیحت فرماتے۔ آپ ﷺ کا یہ عمل امت پر رحمت کی وجہ سے ہی تو ہے۔④

درحقیقت آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے ہر واقعہ اور حیات مبارکہ کے ہر معاملہ میں رحمت ہی رحمت نظر آتی ہے اور یہ اعزاز عظیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف ہمارے آقا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہی عطا ہوا ہے۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○﴾

بھیجنے والا خدا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آنے والا مصطفیٰ۔

بھیجنے والا رب العالمین۔۔۔۔۔۔۔۔۔آنے والا رحمۃ للعالمین۔

بھیجنے والا عرش پر یکتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آنے والا فرش پر یکتا۔

بھیجنے والا لا الہ الا اللہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آنے والا محمد رسول اللہ۔

---

① سنن نسائی، کتاب الطھارة، باب الرخصة فی والسواك بالعشی للصائم: ۷، صححه الالبانی۔ ② **صحیح مسلم**، کتاب الفرائض، باب من ترك مالا فلورثته: ۱۶۱۹۔ ③ **صحیح بخاری**، کتاب المناقب، باب صفة النبی: ۳۵۶۰۔ ④ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب ماكان النبی یتخولهم بالموعظة والعلم کی لاینفروا: ۶۸۔

کافروں کیلئے رحمت

یہ امر ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ محسن انسانیت ﷺ اہل ایمان کے لئے...... مومنین کے لئے...... مخلصین کے لئے...... متقین کے لئے...... محبین کے لئے اور مسلمین کے لئے سراپا رحمت ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کا وجود مسعود کافروں، مشرکوں، منکروں اور منافقوں کیلئے بھی باعث رحمت اور وجہ سکون ہے۔ جس طرح مسلمان آپ کے ''چشمۂ رحمت'' سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ اسی طرح کفار بھی آپ ﷺ کے ''درِ رحمت'' سے حصہ حاصل کرتے ہیں۔ مشہور صحابی جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ایک مرتبہ رسول مکرم ﷺ کی خدمت میں اہل ایمان کی طرف سے درخواست کی گئی کہ اے اللہ کے رسول! (مشرکین و کافرین کی طرف سے مخلص مومنین پر ظلم و ستم کی انتہا ہوگئی ہے۔ اس لئے) ''اُدْعُ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ'' مشرکوں کے لئے بددعا فرمایئے۔ (کہ اللہ تعالیٰ ان دشمنان اسلام کو تباہ و برباد کرے) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((اِنِّي لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَ اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً)) میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ میں تو صرف رحمت بنا کر معبوث کیا گیا ہوں۔'' ①

آپ اس حدیث مبارکہ کے الفاظ پر غور فرمائیں کہ وہ لوگ جنہوں نے محسن انسانیت ﷺ کو بے حد تکالیف سے دوچار کیا۔ آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے، آپ کے ساتھ دشمنی کا رویہ اختیار کیا، سجدے کی حالت میں آپ ﷺ کے جسد اطہر پر گندی اوجڑی پھینکی، آپ ﷺ کے قتل کا پروگرام بنایا، آپ اور آپ کے حمائتیوں کا سوشل بائیکاٹ کیا، اور آپ کے رفقاء کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض کو زنجیروں میں جکڑ کر دہکتی ریت اور جلتے ہوئے انگاروں پر لٹایا، لوہے کی سلاخیں گرم کر کے بعض کی آنکھوں میں ڈال کر انہیں اندھا کر دیا گیا، ظلم و ستم کی انتہاء کر دی، آخر کار آپ اور آپ کے جان

---

① صحیح مسلم، کتاب البر والصلة ، باب النهی عن لعن الدواب وغیرها: ۲۵۹۹۔

غاروں کو مکہ مکرمہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا، ان ظالموں، سفاکوں، کافروں اور مشرکوں کے لئے جب بددعا کی درخواست کی گئی تو سرور عالم ﷺ نے فرمایا: مجھے میرے اللہ نے ''رحمت'' بنا کر بھیجا ہے اس لئے میں کافروں اور مشرکوں کے لئے بھی بددعا کرنے کو تیار نہیں ہوں۔

جناب طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کو سعادت اندوز اسلام ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ نے ان کے قبیلہ دوس کی طرف اسلام کا مبلغ اور داعی بنا کر روانہ فرمایا۔ ایک عرصہ تک ان کے قبیلے کے افراد دعوت اسلام کو قبول کرنے کے لئے آمادہ اور تیار نہ ہوئے۔ تو جناب طفیل رضی اللہ عنہ سرور کونین ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور صورت حال عرض کی:

''اے اللہ کے رسول! إِنَّ دَوْسًا قَدْ هَلَكَتْ وَعَصَتْ وَأَبَتْ فَادْعُ اللّٰهَ عَلَيْهِمْ۔ بے شک قبیلہ دوس کے لوگوں نے اطاعت سے انکار کر کے اور نافرمانی کا ارتکاب کر کے خود کو ہلاکت و بربادی کا مستحق بنا لیا ہے۔ لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ سے بددعا کیجئے کہ رب العالمین قبیلہ دوس کو تباہ فرما دے۔''

امام المرسلین ﷺ نے مبلغ اسلام جناب طفیل رضی اللہ عنہ کی زبانی دوسیوں کے انکار، معصیت اور نافرمانی کا حال سن کر دعائیہ انداز اختیار فرمایا تو قریب بیٹھے لوگوں نے سمجھا کہ آپ ﷺ آج قبیلہ دوس کے لئے سخت بددعا فرمائیں گے مگر جب آپ نے اپنی زبان نبوت کو حرکت دی تو فرمایا: ((اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَأْتِ بِهِمْ)) ''اے میرے اللہ! قبیلہ دوس کو ہدایت عطا فرما دے اور انہیں مسلمان بن کر میرے پاس آنے کی توفیق نصیب فرما دے۔''①

رسول مکرم نے قبیلہ دوس کے لئے ہدایت کی دعا فرما کر جناب طفیل رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اب جا کر انہیں دوبارہ اسلام کی دعوت دو۔ چنانچہ طفیل رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلے میں جا کر دوبارہ اسلام کی تبلیغ کی تو ان کی ایک ہی تقریر سے متاثر ہو کر قبیلہ دوس کے اسّی گھرانوں نے

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قصة دوس والطفيل بن عمرو الدوسی: ٤٣٩٢۔

اسلام قبول کرلیا۔ یقیناً یہ امام الرسل ﷺ کی دعا کا اثر اور آپ کی رحمۃ للعالمین کا ثمر تھا اس لئے کہ آپ ﷺ نے جناب طفیل رضی اللہ عنہ کی شکایت پر دوسیوں کے لئے بددعا نہیں کی، بلکہ ان کی ہدایت کے لئے دعا کی تھی، کیونکہ آپ کافروں کے لئے بھی رب العالمین کی رحمت ہیں۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

عذاب نہیں آیا

خاتم المرسلین جناب محمد کریم ﷺ کی حیات مبارکہ کے مکی دور میں کفار ملہ نے رسول امین ﷺ اور آپ کے مخلص رفقاء پر جو ظلم اور زیادتیاں کیں۔ تاریخ انسانیت ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ منکرین خدا اور گستاخان مصطفیٰ ﷺ نے اسلام کے وفاداروں، پیغمبر محترم کے اطاعت گزاروں اور توحید و سنت کے جانثاروں پر جور و ستم کی انتہا کردی۔ مگر اپنی تمام کوششوں اور کاوشوں کے باوجود اسلام کے فدا کاروں کو راہ راست سے بھٹکا اور پھسلا نہ سکے۔ جب تمام حربے ناکام ہوگئے اور سازشیں بے نیل مرام رہ گئیں تو ایک دن رئیس المشرکین ابوجہل اور اس کے حواری حرم کعبہ میں جمع ہوگئے اور غلاف کعبہ کو پکڑ کر اللہ سبحانہ تعالیٰ کے دربار میں دعائیہ کلمات کہے اور قرآن حکیم اور رسول کریم کے بارے میں اپنے خبث باطن کو الفاظ کی شکل میں رب العزت کے سامنے پیش کیا۔ قرآن مجید ان ظالموں کے الفاظ نقل فرماتا ہے کہ:

﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○﴾①

''اور جب انہوں نے کہا: اے اللہ! اگر یہی (قرآن) تیری طرف سے سچ ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا ہم پر دردناک عذاب نازل فرمادے۔''

یعنی ہمیں پتھروں کی بارش سے ہلاک ہوجانا یا تیرے دردناک عذاب میں مبتلا ہوجانا تو قابل برداشت ہے مگر محمد مصطفیٰ ﷺ کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونا گوارا نہیں ہے۔

① الانفال:32۔

آپ ذرا حالات کی سنگینی اور معاملات کی نزاکت کا اندازہ فرمائیں کہ آج اسلام کو مٹانے اور پیغمبر دو جہان کو اذیت پہنچانے والے دشمنان اسلام جمع ہیں اور خود اللہ رب العالمین سے عذاب اور پتھروں کی بارش کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ان عذاب مانگنے والوں میں آپ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں کرنے والے، بلال رضی اللہ عنہ کو صحرائے مکہ کی تپتی ریت پر لٹانے والے، خباب رضی اللہ عنہ کے نیچے دہکتے کوئلے بچھانے والے، سیدہ زنیرہ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں میں گرم سلاخیں چبھونے والے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ظلم کمانے والے اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تکلیفیں پہنچانے والے موجود ہیں۔ یہ اسلام کے دشمن، توحید کے باغی اور رسالت کے منکر ہیں۔ یہ بدبخت تو ویسے ہی اس لائق تھے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا اور آن واحد میں ان بدزبانوں کو تباہ و برباد اور نیست و نابود کر دیا جاتا۔ مگر اب تو انہوں نے رب العزت کو چیلنج بھی دے دیا اور عذاب کے نزول کا مطالبہ بھی کر دیا ہے مگر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ اے میرے حبیب محمد ﷺ! ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ انہیں عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا۔'' اے اللہ! تیرا غضب حرکت میں کیوں نہیں آ رہا۔ ان کو ہلاک کیوں نہیں جا رہا۔ انہیں عبرت کا نشان کیوں نہیں بنایا جا رہا اور ان پر عذاب مسلط کیوں نہیں کیا جا رہا؟ عرش الٰہی سے ان سارے سوالوں کا ایک ہی جواب آتا ہے کہ یہ درست ہے کہ ان مشرکین کے اعمال، افعال، حرکات اور کفر و شرک پر اصرار کا تقاضا تو یہی ہے کہ انکی خواہش اور مطالبے کے مطابق ان پر تباہ کن عذاب نازل کیا جائے۔ ان کے نام و نشان کو مٹا دیا جائے اور مکہ مکرمہ کی پاکیزہ زمین کو ان کے ناپاک وجودوں سے پاک کر دیا جائے۔ مگر اے میرے محبوب کریم ﷺ! آپ کا وجود مبارک بھی تو ان میں موجود ہے۔ آپ ﷺ سراپا رحمت ہیں۔ میں نے آپ ﷺ کے سرِ اقدس پر رحمت للعالمینی کا تاج سجایا اور آپ ﷺ کو تمام جہانوں کی رحمت بنایا ہے۔ جب تک مکہ مکرمہ میں آپ کا ''سایۂ رحمت'' موجود ہے۔ اس وقت تک ان کافروں، مشرکوں، ظالموں، سفاکوں اور نافرمانوں کی دعا اور مطالبے کے باوجود میرا عذاب نازل نہیں ہوگا۔

اگر اس زاویہ نگاہ سے رسول رحمت ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ جب تک رسول صادق ﷺ مکہ مکرمہ میں تشریف فرما رہے۔ مکہ میں اللہ تعالیٰ کا کوئی عذاب نازل نہیں ہوا۔ اور جب آپ ﷺ مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو پھر اہل مکہ کو کئی قسم کے عذابوں میں مبتلا کیا گیا۔ کبھی جنگ بدر کی شکل میں اور کبھی قحط سالی اور بدحالی کی شکل میں......

اس واقعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ آپ ﷺ کی ذات گرامی کافروں کیلئے بھی رحمت ہی رحمت ہے۔

رحمۃ للعالمیں ہیں بس کہ ختم المرسلیں
آپ کا کیا وصف ہے کیا آپ کا اعزاز ہے
یہ بھی آنحضرت کی سچائی کی ہے عاجز دلیل
ہر بشر کے قول سے قول آپ کا ممتاز ہے

رحمت کی انتہا

یوں تو سرور کائنات ﷺ کی رحمت کا دائرہ ازحد وسیع ہے اور آپ ﷺ کی رحمت واسعہ سے مستفیض ہونے والوں میں ہر طبقہ فکر اور ہر قسم کے انسان بلکہ حیوان بھی شامل ہیں۔ مگر سیرت مصطفیٰ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اہل طائف کے لئے تو آپ ﷺ کی رحمت کا دریا ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔

سرزمین عرب میں طائف ایک مشہور شہر ہے۔ آپ ﷺ کے زمانے میں وہاں قبیلہ بنو ثقیف آباد تھا۔ شہر میں ایک ٹیلے پر ''لات'' کا مجسمہ نصب تھا۔ جو مشرکین عرب کے تین اعلیٰ معبودوں میں سے ایک تھا۔ طائف کے باشندے زراعت پیشہ تھے اور گردونواح میں انگوروں اور سیبوں کے خوبصورت باغات کا سلسلہ میلوں تک پھیلا ہوا تھا۔ طائف کی دلکشی اور آب و ہوا کے اعتدال کی وجہ سے مکہ معظمہ کے کئی رؤسا نے بھی وہاں اپنے مکانات بنا رکھے تھے۔ جب مکہ میں گرمی کی شدت ہوتی تو وہ طائف میں آجاتے اور یہاں کئی کئی ماہ قیام کرتے۔ بعض قریشی سرداروں کے طائف میں زرعی رقبے بھی تھے جہاں انہوں نے باغات لگائے ہوئے تھے۔

مکہ معظمہ میں کئی سال تک تبلیغی اور دعوتی کام کے بعد نبی کریم ﷺ نے محسوس فرمایا کہ فی الحال یہاں سے حوصلہ افزا نتائج برآمد ہونا خاصا مشکل ہے۔ تو آپ ﷺ نے تبلیغی سرگرمیوں کے لئے ''طائف'' کا انتخاب فرمایا۔ چنانچہ آپ ﷺ اپنی بعثت کے دسویں سال ماہ شوال میں اپنے خادم خاص **جناب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں طائف کی طرف** روانہ ہوئے۔ یہاں پہنچ کر رحمت عالم ﷺ نے رابطہ مہم شروع فرمائی اور تمام قابل ذکر افراد سے ملاقات کر کے انہیں دعوتِ توحید دی اور اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ فرمایا۔ مگر دس دن یا بقول بعض ایک ماہ کی مسلسل محنت کے باوجود کوئی ایک شخص بھی کلمہ پڑھنے کے لئے تیار نہ ہوا۔ آخر کار پیغمبر اعظم ﷺ طائف کے تین بڑے **سرداروں ''عبد یا لیل، مسعود اور حبیب'' کے پاس تشریف لے گئے** اور انہیں قبول اسلام کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم عقیدۂ توحید قبول کر کے حق کا راستہ اختیار کرلو اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں میرے معاون اور مددگار بن جاؤ تو دونوں جہانوں میں کامیاب و سرخرو ہوجاؤ گے۔ اور ہر میدان میں فتح و کامرانی تمہارا مقدر ہوگی۔

طائف کے ان تینوں سرکردہ لیڈروں، جو آپس میں حقیقی بھائی تھے۔ نے بڑی بداخلاقی، بے مروتی بلکہ بدتمیزی کا مظاہرہ کیا اور آپ ﷺ کی شان اقدس میں بڑے گستاخانہ الفاظ استعمال کئے۔ ایک بدبخت نے کہا۔

''اگر اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، تو میں کعبے کا غلاف نوچ کر اسے ریزہ ریزہ کردوں گا۔''

دوسرے نے بڑی ڈھٹائی اور بے پروائی سے آپ ﷺ کو جواب دیا:

''کیا اللہ کو رسالت کے لئے آپ کے سوا کوئی اور نہیں ملا۔''

تیسرے رئیس طائف نے تو بے ادبی، گستاخی اور بدخلقی کی انتہا کردی اور منہ بسورتے ہوئے کہا: وَاللّٰهِ لَا أُكَلِّمُكَ أَبَدًا ''اللہ کی قسم میں تو آپ سے بات کرنا ہی پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ اگر آپ اپنے دعویٰ کے مطابق واقعی اللہ کے رسول ہیں تو پھر آپ کی شان بڑی بلند ہے۔ مجھ میں آپ کے کلام کا جواب دینے کی طاقت ہی نہیں ہے۔ اور اگر

آپ (نعوذ باللہ) اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں تو مجھے زیب نہیں دیتا کہ آپ سے بات کروں۔''

طائف کے ان بداخلاق و بداعمال سرداروں نے اپنی کمینگی اور رذالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے رسول مکرم ﷺ سے کہا کہ: **اُخْرُجْ مِنْ بَلَدِنَا** ہمارے شہر سے فوراً نکل جاؤ۔ کیونکہ ہمیں خطرہ ہے کہ تم ہمارے نوجوانوں کو اپنی باتوں سے ورغلانے کی کوشش کرو گے۔ انہوں نے شہر کے اوباشوں اور بدمعاشوں کو رحمت مجسم ﷺ کے پیچھے لگا دیا۔ وہ آپ ﷺ کے تعاقب میں نکل پڑے۔ آوازیں کستے، پھبتیاں اڑاتے اور دشنام طرازی کرتے ہوئے اپنے معبودوں کے نام کے نعرے لگاتے اور آپ ﷺ کے جسد اطہر پر پتھر پھینکتے تھے۔

ان ظالموں کی سنگ باری کی وجہ سے سرکار دو عالم ﷺ کے قدم مبارک زخمی ہو گئے اور ان سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ آپ ﷺ درد کی شدت اور تکلیف میں اضافے کے باعث اگر کبھی بیٹھ جاتے تو وہ ظالم و بدبخت آگے بڑھ کر آپ کو بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کر دیتے اور پھر پتھروں کی بارش شروع ہو جاتی۔ (استغفر اللہ)

آپ غور فرمائیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کو کس جرم کی یہ سزا دی جا رہی تھی۔ آپ کا قصور کیا تھا۔ یہی نا کہ: آپ کا اعلان، آپ کا ایمان، آپ کا ایقان اور آپ ﷺ کا فرمان یہ تھا:

در مصطفیٰ پہ جو آتا ہے یارو
وہ در، در پہ سر کو جھکاتا نہیں ہے
نبی کا فرماں، عبادت خدا کی
وہ شیطاں کو اپنا بناتا نہیں ہے
نبیوں نے توحید ہم کو سکھائی
جسم اپنا پتھروں سے زخمی کرا کر
وہ کہتے تھے لوگو، پڑھو لَآ اِلٰہ
خدا کے سوا کوئی داتا نہیں ہے

محسن انسانیت جناب محمد مصطفی ﷺ کے رفیق سفر اور خادم خاص جناب زید رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو طائف کے بدبختوں کے حملوں اور پتھروں سے بچانے کی بڑی کوشش کی۔ مگر وہ خود زخمی اور لہولہان ہو کر بھی اپنے آقا ﷺ کو طائف کے سنگدلوں سے محفوظ نہ رکھ سکے۔ جب امام الرسل ﷺ طائف سے باہر نکلے تو آپ کا دل از حد مغموم اور جسم زخموں سے چور چور تھا۔ پاؤں مبارک سے خون بہہ رہا تھا۔ اور جسم پتھروں سے چھلنی ہو چکا تھا۔ بقول حفیظ جالندھری ۔

ابر لطف جس کے سائے کو گلشن ترستے تھے
یہاں طائف میں اس کے جسم پر پتھر برستے تھے
وہ بازو جو غریبوں کو سہارا دیتے رہتے تھے
پیاپے آنے والے پتھروں کی چوٹ سہتے تھے
سینہ جس کے اندر نورِ حق مستور رہتا تھا
وہی اب شق ہوا جاتا تھا اس سے خون بہتا تھا

دعائے رسول ﷺ

اسی غم، پریشانی، اذیت، تکلیف اور زخمی حالت میں سید الکونین ﷺ طائف سے باہر نکلے تو قریب ہی ایک لہلہاتا ہوا باغ نظر آیا۔ رحمت عالم ﷺ اس میں تشریف لے گئے اور نڈھال ہو کر انگور کی ایک بیل کے نیچے بیٹھ گئے۔ تو طائف کے اوباش نوجوان واپس ہو گئے۔ تھوڑی دیر ستانے اور زخموں سے خون صاف کرنے کے بعد سید الاولین والآخرین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین اور رحمۃ للعالمین جناب محمد کریم ﷺ نے بڑے خشوع وخضوع، عاجزی وانکساری، خلوص وتقویٰ اور بڑی دل سوزی کے ساتھ اپنے محزون دل کی درد بھری داستاں اپنے خالق کے حضور دعائیہ انداز میں پیش فرمائی، رحمۃ للعالمین نے رب العالمین کے حضور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور غمناک آنکھوں اور لرزاں زبان سے بارگاہ ربانی میں عرض کی:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَشْكُوْا اِلَيْكَ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّةَ حِيْلَتِیْ وَهَوَانِیْ عَلَى النَّاسِ)) ''اے میرے اللہ ! میں تیری بارگاہ جلیلہ میں اپنی ناتوانی، بے سروسامانی اور لوگوں کی نگاہوں میں اپنی ناقدری کا شکوہ کرتا ہوں'' ((يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَاَنْتَ رَبِّیْ اِلٰی مَنْ تَكِلُنِیْ)) ''اے ارحم الراحمین ! تو کمزوروں کا رب ہے۔ تو میرا بھی رب ہے۔ تو نے مجھے کس کے حوالے کردیا ہے'' کیا تو نے مجھے ایسے اجنبی کے سپرد کردیا ہے جو میرے ساتھ ترش روئی سے پیش آتا ہے۔ میرے اللہ! کیا تو نے کسی دشمن کو میری قسمت کا مالک بنا دیا ہے۔ الٰہی! اگر یہ مشکلات تیری ناراضگی کی وجہ سے نہیں ہیں تو مجھے ان تکلیفوں کی کوئی پرواہ نہیں۔ پھر بھی میں تجھ سے تیری عافیت اور سلامتی کا طلب گار ہوں۔ اے میرے رب! میں تیری ذات کے نور کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں۔ جس سے تاریکیاں روشن ہو جائیں۔ اور دنیا و آخرت کے کام سنور جائیں۔ اے میرے اللہ! میں تیری رضا طلب کرتا رہوں گا۔ ((حَتّٰى تَرْضٰى)) یہاں تک تو مجھ سے راضی ہو جائے ((وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ)) تیری ذات کے بغیر نہ میرے پاس کوئی قوت ہے، نہ طاقت۔''[1]

یہ باغ جس میں رسول معظم ﷺ نے پناہ لی تھی۔ آپ ﷺ کے بدترین دشمن رئیس مکہ ربیعہ کا تھا۔ اور جب آپ اس باغ میں پناہ گزیں ہوئے اس وقت ربیعہ کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ بھی باغ میں موجود تھے اور انہوں نے آپ کے ساتھ طائف کے اوباشوں کا ناروا سلوک اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ کی دعوت کے دشمن اور آپ کے بدخواہ ہونے کے باوجود اہل طائف کا ظالمانہ سلوک دیکھ کر ان میں صلہ رحمی کا جذبہ ہوا اور انہوں نے اپنے ایک عیسائی غلام ''عداس'' کو حکم دیا کہ انگوروں کا ایک خوشہ (گچھا) طشتری میں رکھ کر اس مسافر کو دے آؤ اور اسے کہو کہ یہ انگور کھالے۔ وہ عیسائی غلام طشتری میں انگوروں کا خوشہ رکھ کر لایا اور آپ ﷺ سے درخواست کی کہ تناول فرمائیے۔

---

[1] سیرت النبی لابن کثیر مترجم، صفحہ ٤٠٤ جلد اول۔

آپ ﷺ نے ''بسم اللہ'' پڑھ کر انگوروں کو ہاتھ لگایا تو اس عیسائی غلام عداس نے آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا کہ: یہاں تو ''بسم اللہ'' پڑھنے کا رواج نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے کمال شفقت سے پوچھا کہ تم کس علاقے کے رہنے والے ہو۔ اس نے عرض کیا۔ میں عیسائی ہوں اور نینویٰ کا باشندہ ہوں تو آپ ﷺ نے پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ وہی نینویٰ تو مرد صالح یونس بن متی کا شہر ہے؟ عیسائی غلام نے پوچھا آپ یونس علیہ السلام کو کیسے جانتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((ذَاكَ اَخِيْ كَانَ نَبِيًّا وَّاَنَا نَبِيٌّ)) وہ میرے بھائی ہیں، وہ بھی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔

آپ ﷺ کا یہ فرمان سن کر اس نے آپ کے سر، پاؤں اور دست مبارک کو (عیسائی مذہب کے مطابق) احتراماً بوسہ دیا اور آپ کی خدمت کو سعادت جانا۔ [1]

عیسائی غلام عداس کو اگرچہ قبول اسلام کی سعادت حاصل نہ ہو سکی مگر وہ آپ ﷺ کی اس ملاقات کے اثرات کو زندگی بھر فراموش نہ کر سکا۔

رحمت بھری دعا

ام المومنین سیدہ عائشہ طاہرہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے سفر طائف میں اپنے غم، دکھ، تکلیف اور پریشانی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

((فَانْطَلَقْتُ وَاَنَا مَهْمُوْمٌ عَلٰى وَجْهِيْ فَلَمْ اَسْتَفِقْ اِلَّا وَاَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ)) میں سخت غمگین و پریشان تھا اور رنجیدہ حال اپنے خیالات و افکار میں کھویا ہوا چل رہا تھا۔ یہاں تک کہ میں قرن الثعالب (اس کا دوسرا نام قرن المنازل ہے) کے مقام پر پہنچا تو مجھے احساس ہوا کہ میں یہاں پہنچ گیا ہوں۔

((فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَاِذَا اَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ اَظَلَّتْنِيْ)) میں نے اچانک اپنا سر اوپر کو اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ کیے ہوئے ہے۔

((فَنَظَرْتُ فَاِذَا فِيْهَا جِبْرَائِيْلُ)) پس میں نے غور سے دیکھا تو مجھے وہاں جبریل علیہ السلام نظر آئے۔ ((فَنَادَانِيْ))۔ انہوں نے بلند آواز سے مجھے پکارا، اور کہا

---

[1] سيرة ابن هشام، قصة عداس النصراني معه ﷺ: ١/ ٤٢١۔

کہ ((اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوْا عَلَيْكَ)) اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی طرف سے آپ کے ساتھ کی گئی گفتگو کو سن لیا ہے اور آپ کی قوم کے سخت اور کرخت جوابات بھی سماعت فرما لیے ہیں۔ ((وَقَدْ بَعَثَ اللّٰهُ اِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَاْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ)) اور اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے نگران فرشتے کو آپ کے پاس بھیجا ہے۔ آپ اہل طائف کے بارے میں جو حکم فرمائیں گے۔ وہ فرشتہ اس حکم پر عمل کرے گا۔ جبریل علیہ السلام کی بات ختم ہوتے ہی۔ ((فَنَادَانِيْ مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ ذَالِكَ فَمَا شِئْتَ اِنْ شِئْتَ اَنْ اُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْاَخْشَبَيْنِ)) پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے سلام عرض کیا۔ پھر کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ جو حکم فرمائیں، میں اس کی تعمیل کروں گا۔ اگر آپ حکم فرمائیں تو طائف کے دونوں طرف کے پہاڑوں کو آپس میں اس طرح ملا دوں کہ طائف کے باشندے دونوں پہاڑوں کے درمیان پس کر راکھ بن جائیں۔"

شاعر اسلام حفیظ جالندھری نے فرشتوں کے الفاظ کی ترجمانی یوں کی ہے:

کہا سرکار! ان لوگوں کے حق میں بددعا کیجیے
شکایت اس جور و جفا کی پیش خدا کیجیے
زمیں کو حکم دیجیے ان لعینوں کو ہڑپ کر لے
اسی کا بوجھ ہیں یہ لوگ ان کو پیٹ میں بھر لے
فلک کو حکم دیجیے پھٹ پڑے ان کینہ کاروں پر
بجائے آب، برسے آگ طائف کی بہاروں پر
جناب رحمۃ للعالمیں نے ہنس کے فرمایا!
کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: اے ملک الجبال! میں تجھے اہل طائف کی تباہی اور بربادی کی اجازت اور حکم نہیں دیتا بلکہ:

((اَرْجُوْ اَنْ یَّخْرِجَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَحْدَهٗ لَا یُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا))①

''میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسی اولاد پیدا فرمائے گا۔ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے۔''

یہ فرما کر نبی نے ہاتھ اٹھا کر اک دعا مانگی
خدا کا فضل مانگا خوئے تسلیم و رضا مانگی
دعا مانگی الٰہی! قوم کو چشم بصیرت دے
الٰہی رحم کر ان پر انہیں نور ہدایت دے
الٰہی! فضل کر کہسار طائف کے مکینوں پر
الٰہی! پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

آپ ﷺ طائف کے ظالموں، سفاکوں، مشرکوں اور کافروں کے لئے رحمت کی دعا کیوں نہ فرمائیں کہ آپ تو ہیں ہی رحمۃ للعالمین۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾

محبت کے یوں جس نے دریا بہائے
دل ان کا بھی چھینا جو سر لینے آئے
یہ بندی نوازی کے جوہر دکھائے
کہ خود کھا کے جو اور جواہر ~~ٹھائے~~ لٹائے
خوشی اپنی غیروں کے غم میں بھلا دی
دیا درد جس نے اسے بھی دعا دی

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

① صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذ قال احدکم آمین والملائکة...... : ۳۲۳۱۔

رحمت مصطفیٰ ﷺ (II)

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾①

''اور (اے محبوب ﷺ) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

ہر زمانے میں پیغمبر بھی نبی بھی آئے
مصلح ملکی و ملی بھی، رشی بھی آئے
حق کے جو بندہ بھی حق کے ولی بھی آئے
واقفِ محرمِ اسرارِ خفی بھی آئے
آئے دنیا میں بہت پاک مکرم بن کر
کوئی آیا نہ مگر ''رحمت عالم'' بن کر

گزشتہ خطبہ جمعۃ المبارک میں ساری اولادِ آدم کے سردار، انبیاء کے امام، سید الاتقیاء، قدوۃ الصلحاء، شافع روز جزا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کی وسعت، برکت اور فضیلت کے بارے میں گفتگو کی گئی تھی اور اس امر کو واضح کیا گیا تھا کہ سرورِ کائنات ﷺ کی شفقت ورحمت اور مہربانی کا دائرہ صرف اہلِ ایمان اور اہلِ اسلام تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ کفار ومشرکین اور مخالفین ومعاندین بھی آپ ﷺ کے ''چشمۂ رحمت'' سے فیض

① الانبیاء: 107

یاب ہوتے رہے اور ہو رہے ہیں۔ اگر کتب سیرت کا بغور مطالعہ کیا جائے، احادیث مبارکات پر نظر ڈالی جائے اور سرورِ گرامی کی حیاتِ مبارکہ کے حالات کو پڑھا جائے تو آپ ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کے فیوض و برکات کی وسعت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے اور یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ نبی محترم ﷺ کی شفقت اور رحمت سے سارا جہان مستفید ہوتا رہا۔ مستفیض ہو رہا اور تا حشر فوائد حاصل کرتا رہے گا۔

آپ ﷺ نے جس ماحول اور معاشرے میں آنکھ کھولی۔ وہاں کے لوگ رحم دلی، نرم دلی، حسن سلوک، شفقت و محبت اور الفت و عقیدت کے الفاظ و معانی سے ناآشنا اور ناواقف تھے۔ وہ اخلاقی قدروں سے نابلد اور معاشرتی رویوں سے بے خبر تھے۔ بُت پرستی، شراب نوشی، قمار بازی، عیش پرستی اور ہوس رانی اُن کی عادت، حقوق کی پامالی، ظلم واستبداد، معاشی استحصال اُن کی فطرت اور سنگ دلی، قساوت قلبی، بے شرمی اور بے حیائی اُن کی جبلت بن چکی تھی۔ قرآن حکیم نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنی بدعقیدگی، بداعمالی اور بدکرداری کی وجہ سے جہنم کی آگ کے کنارے تک پہنچ چکے تھے۔ کہ اللہ تعالی نے اُن ظالموں، کافروں، مشرکوں، سفاکوں، انسانیت کے دشمنوں، شفقت ومحبت کے ویریوں اور ربُ العالمین کے باغیوں کو، توحید کا سبق پڑھانے کیلئے۔۔۔ پیغامِ حق سنانے کیلئے۔۔۔ جہنم سے بچانے کیلئے۔۔۔ پیار ومحبت سکھانے کیلئے۔۔۔ شفقت کے اسرار سمجھانے کیلئے۔۔۔ اور رحمت و الفت کا خوگر بنانے کیلئے ''رحمۃ للعالمین'' جناب محمد کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے اپنے اخلاق کریمانہ اور انداز شفیقانہ سے اُن کے شب و روز، لیل ونہار اور معمولات ومعاملات کو یکسر تبدیل کر کے رکھ دیا۔

قرآن حکیم فرماتا ہے:

﴿ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ ﴾[1]

---

[1] آل عمران:۳:۱۰۳۔

’’اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اُس نے تمھارے دلوں میں الفت ڈال دی۔ تو تم اس کی نعمت کی بدولت بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بچا لیا اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت حاصل کرو۔‘‘

دشمنوں پر رحمت

ہم یہ بات علیٰ وجہ البصیرت، ببانگِ دہل اور علی الاعلان کہہ سکتے اور کہتے ہیں کہ امام الانبیاء جناب محمد مصطفی ﷺ کی شانِ رحمۃ للعالمین سے جس طرح اپنوں نے فائدہ حاصل کیا اسی طرح بیگانے بھی مستفید ہوئے۔ آپ کی شفقت و رحمت سے جس طرح دوستوں نے فیض پایا اسی طرح دشمن بھی مستفیض ہوئے۔ جس طرح مومنین مخلصین پر آپ کی رحمت سایہ فگن رہی۔ اسی طرح مخالفین و معاندین نے بھی آپ کی رحمت کے سائے میں پناہ حاصل کی اور فیض یاب ہوئے۔ کافروں، مشرکوں اور دشمنوں پر آپ کی شفقت ورحمت اور مہربانی کا تذکرہ کرتے ہوئے نبی مکرم ﷺ کی مکی زندگی سے آپ کے سفرِ طائف کے چند ضروری اشارات پچھلے خطبہ جمعہ میں عرض کیے گئے تھے۔ انہیں اہل طائف پر، جنہوں نے آپ کو جھٹلایا، جہاں کے سرداروں نے آپ سے بات کرنا پسند نہ کی۔ جس بستی کے اوباشوں نے آپ کے جسدِ اطہر کو لہولہان کیا، جہاں کے باشندوں نے آپ کی ذات گرامی پر پتھر برسائے ان اہل طائف پر، آپ ﷺ نے مدنی زندگی میں کئی احسانات فرمائے اور ان کیلئے ہدایت کی خصوصی دعاء فرمائی۔

۸ ہجری فتح مکہ کے بعد کی بات ہے کہ معرکہ حنین کے ابتدائی حالات اہل اسلام کیلئے بڑے اذیت ناک اور تکلیف دہ ثابت ہوئے۔ دشمنوں کی اچانک ماہرانہ تیراندازی سے جانثاران مصطفی کے قدم اکھڑ گئے اور میدان جنگ مجاہدینِ اسلام سے خالی نظر آنے لگا۔ سید کائنات جناب محمد مصطفی ﷺ نے مثالی استقامت اور بے نظیر شجاعت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اعلان فرمایا: لوگوں سن لو!

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ... أَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ

''میں اللہ تعالیٰ کا سچا نبی ہوں۔(اس لیے حق وصداقت کیلئے کٹنا گوارہ کرلوں گا مگر میدان سے ہٹنا برداشت نہیں کروں گا اور یاد رکھو۔) میں عبدالمطلب کے خاندان کا بہادر فرزند ہوں۔(میں کسی صورت بھی بزدلی کا مظاہرہ نہیں کروں گا۔'')

سپہ سالار اعظم ﷺ کے اس بہادرانہ اعلان سے مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے قدم جم گئے اور مہاجرین وانصار آناً فاناً اپنے آقا ﷺ کے گرد جمع ہو گئے اور آپ کا اشارہ ملتے ہی ہوازن اور ثقیف کے لشکرِ جرار پر حملہ کر دیا۔ وہ لوگ حواس باختگی کی حالت میں اپنی جانیں بچانے کیلئے میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ کفار کے لشکر کا ایک حصہ نخلہ کی طرف نکل گیا اور دوسرے نے اوطاس کا رُخ کیا۔ لیکن اس کے اکثر لوگ طائف کے مضبوط قلعوں میں مورچہ بند ہو گئے۔ مجاہدین اسلام ان کا تعاقب کرتے ہوئے طائف کی طرف بڑھے۔

طائف دفاعی لحاظ سے بہت مستحکم شہر تھا۔ اس کے چاروں طرف فصیل تھی اور دیواروں کی عمدہ چنائی نے اسے ناقابلِ تسخیر بنا دیا تھا۔ جب طائف کے باشندوں نے دیکھا کہ اسلامی لشکر ان کے شہر پر حملہ آور ہونے والا ہے تو انہوں نے اپنے شہر کی فصیل کے تمام دروازے مضبوطی سے بند کر دیے جب مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا تو انہوں نے فصیل پر کھڑے ہو کر مسلمانوں پر تیر برسانے شروع کر دیے۔ اس تیراندازی سے متعدد مسلمان زخمی ہوئے اور ۱۲ مجاہدین اسلام نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ سرور عالم ﷺ نے اسلامی لشکر کو اپنے خیمے اکھاڑ کر دور ایسی جگہ نصب کرنے کا حکم فرمایا جو تیروں کی رسائی سے باہر تھا......

صحابیِ رسول جناب جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل طائف کی تیراندازی کی وجہ سے مسلمانوں کا خاصہ نقصان ہوا تو بعض اصحاب نے رسول کریم ﷺ سے درخواست کی:

اے اللہ کے رسول! أَحْرَقَتْنَا نِبَالُ ثَقِيفٍ فَادْعُ اللّٰهَ عَلَيْهِمْ۔ قبیلہ ثقیف کے تیروں نے تو ہمیں جلا کے رکھ دیا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے ان

کے خلاف بددعا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے اپنے رفقاء کی اپیل پر اللہ تعالیٰ کے حضور دامن پھیلا دیا۔ مسلمانوں نے دل ہی دل میں خوشی محسوس کی کہ اللہ کے رسول ﷺ اہل طائف کے خلاف بددعا فرمانے والے ہیں۔ مگر جب آپ ﷺ نے لب کشائی فرمائی۔ زبانِ نبوت کو حرکت دی۔ منہ سے الفاظ نکلے تو وہ بددعا کی بجائے دُعائیہ کلمات تھے۔ (سبحانَ اللہ)۔ سرورگرامی ﷺ نے دربار الٰہی میں عرض کی ((اَللّٰهُمَّ اهْدِ ثَقِيفًا)) اے اللہ! طائف میں بسنے والے (مسلمانوں پر تیر اندازی کرنے والے) قبیلہ ثقیف کو اپنی رحمت سے ہدایت نصیب فرما۔'' ①

آپ سردار انبیاء کی دشمنوں پر رحمت، شفقت، مہربانی، ہمدردی اور خیر خواہی پر غور فرمائیں کہ وہ تیر برسا رہے ہے، پتھر پھینک رہے، اور مجاہدین اسلام کو زخمی اور شہید کر رہے ہیں اور رحمت عالم ﷺ ان کے حق میں ہدایت کی دعا فرما رہے ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ آپ ﷺ کی رحمت و مودّت اور شفقت و محبت کا حال تو یہ تھا:

پتھر مارن والیا یارا جے میرے دل آویں
سینے نال میں لاواں تینوں سدھا جنت جاویں

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

''(اے میرے محبوب ﷺ) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر معبوث فرمایا ہے۔''

رحمت کی دُعا

امام المرسلین ﷺ اپنے جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں کی تکلیف، پریشانی اور بھوک برداشت نہ کر سکتے تھے اگر ممکن ہوتا تو خود تعاون فرماتے بصورت دیگران کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور خوش حالی کی دُعا فرما دیتے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی مشہور زمانہ حدیث کی

① جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب فی بنی ثقیف: ۳۹۴۲؛ ضعفہ الالبانی

کتاب ''صحیح بخاری'' میں متعدد مقامات پر اس واقعہ کو بیان فرمایا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ کے کفار کی بدحالی، قحط سالی اور خشک سالی کی بناء پر اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دُعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی التجا کو قبول فرما کر رحمت کی بارش برسائی جس سے کافروں کی خشک سالی کا خاتمہ ہو گیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:

''ایک مرتبہ قریش مکہ پر اسلام کی مخالفت، سرورِ کونین کی دشمنی اور بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خشک سالی کا عذاب مسلّط فرمایا۔ بھوک، پیاس اور افلاس نے ایسی شدت اختیار کی کہ اہل مکہ میں سے کئی لوگ بھوک اور پیاس کی وجہ سے موت کے منہ میں چلے گئے اور جو بچ گئے وہ مردار کا گوشت اور ہڈیاں کھانے پر مجبور ہو گئے۔ (استغفر اللہ) لوگوں کی حالت یہ ہو گئی:

کوئی آدمی اگر آسمان کی طرف منہ اٹھاتا تو اسے بھوک اور افلاس کی وجہ سے آسمان وزمین کے درمیان ایک دھواں سا دکھائی دیتا تھا۔ جب بھوک، غربت، قحط اور بدحالی ختم ہوتی نظر نہ آئی تو آخر کار، ''جَاءَهُ أَبُو سُفْيَانَ'' ابوسفیان رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اے محمد ﷺ! آپ تو ہمیں صلہ رحمی کا حکم فرماتے ہیں، ''وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوا'' اور اب آپ کی قوم تو قحط سالی کی وجہ سے ہلاک اور برباد ہو رہی ہے۔ ''فَادْعُ اللّٰهَ'' آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمایئے کہ مولائے کریم آسمان سے بارش نازل فرمائے، تاکہ خشک سالی ختم ہو اور خوش حالی کا دور آئے۔

اللہ تعالیٰ کے آخری رسول کریم ﷺ نے جب قریش مکہ کی اس حالت کو دیکھا اور سنا تو آپ ﷺ کی شانِ رحمۃ للعالمینی نے جوش مارا اور آپ ﷺ نے فوراً اللہ تعالیٰ سے دُعا فرما دی تو رب العالمین نے رحمۃ للعالمین کی دُعا سے آسمان سے بارش نازل فرما کر قریش مکہ کی خشک سالی اور قحط سالی کا خاتمہ فرما دیا۔''①

---

① صحیح البخاری، کتاب الاستسقاء، باب اذا استشفع المشرکون بالمسلمین عندالقحط: ۱۰۲۰۔

یہ واقعہ اس امر پر شاہد عدل اور بین دلیل ہے کہ سید کائنات جناب محمد مصطفیٰ ﷺ بیگانوں، دشمنوں، کافروں، مشرکوں اور مخالفوں کیلئے بھی سراپا رحمت یعنی ''رحمت مجسم'' تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

حدیث سُراقہ بن مالک

سرور کونین، رسول ثقلین، امام القبلتین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایسے لوگوں پر بھی شفقت اور مہربانی فرمائی اور ایسے دشمنوں کو بھی اپنے دامنِ رحمت میں پناہ دی جنہوں نے آپ کو گرفتار کر کے قتل کروانے اور آپ کے قتل کے عوض انعام حاصل کرنے کیلئے آپ کا تعاقب کیا۔ مگر آپ نے ان پر قدرت حاصل کرنے اور انتقام کی طاقت رکھنے کے باوجود اپنی رحمۃ للعالمینی کی بنا پر معاف فرما دیا۔

جب سرور دو عالم ﷺ اپنے رفیق خاص جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں من جملہ دیگر واقعات اور ظہور معجزات کے سُراقہ کے تعاقب کا حادثہ بھی پیش آیا۔ آیئے سُراقہ پر پیغمبر اکرم ﷺ کی شفقت، رحمت اور عنایت کی حقیقت خود سُراقہ کی زبانی معلوم کرتے ہیں۔ سُراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کا اپنا بیان ہے کہ قریش مکہ کے قاصد ہمارے پاس بھی یہ پیغام لے کر آئے کہ جو رسول اکرم ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو قتل کرے گا یا زندہ گرفتار کر کے لائے گا اسے 100 اونٹنیاں انعام میں ملیں گی۔

''ایک دن میں اپنی قوم بنی مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی ہمارے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔ اے سُراقہ۔ اِنِّيْ قَدْ رَأَيْتُ آنِفًا اَسْوِدَةً بِالسَّاحِلِ اُرَاهَا مُحَمَّدٌ وَ اَصْحَابُهٗ میں نے ابھی چند افراد کو ساحل کی طرف جاتے ہوئے دیکھا ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی ہیں۔ سُراقہ کہتے ہیں کہ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ وہی لوگ

ہیں لیکن میں نے اطلاع دینے والے سے کہا کہ یہ وہ لوگ نہیں ہیں تم نے فلاں فلاں اشخاص کو دیکھا ہوگا جو ہماری آنکھوں کے سامنے سے گزر کر گئے ہیں۔

سُراقہ کا بیان ہے کہ میں تھوڑی دیر اس مجلس میں بیٹھا رہا پھر آہستگی کے ساتھ وہاں سے اٹھا اور اپنے گھر آکر اپنی لونڈی سے کہا کہ وہ میرا گھوڑا لے اور فلاں ٹیلے کے پیچھے لے جا کر میرا انتظار کرے۔ پھر میں نے اپنا نیزا اٹھایا اور مکان کے عقبی دروازے سے نکل کر مقررہ جگہ پر اپنے گھوڑے کے پاس پہنچ گیا اور اس پر سوار ہو کر بڑی تیزی سے اس سمت کو روانہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا۔ اور مجھے اپنے مقصد میں کامیابی نظر آنے لگی۔

جب میں ان لوگوں کے بالکل قریب پہنچا تو **فَعَثَرَتْ بِیْ فَرَسِیْ فَخَرَرْتُ عَنْهَا** اچانک میرے گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور میں چکرا کر گر گیا۔ میں فوراً اٹھا اور اپنے ترکش سے فال کا تیر نکالا۔ تاکہ معلوم کر سکوں کہ میں انہیں نقصان پہنچا سکوں گا یا نہیں۔ تو میرا ناپسندیدہ تیر نکلا۔ مگر میں نے اپنے تیر کی نافرمانی کی اور اپنے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ وہ مجھے لے کر دوڑنے لگا۔ میں ان کے اس قدر قریب ہو گیا **حَتّٰی اِذَا سَمِعْتُ قِرَاءَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** رسول اکرم ﷺ کے قرآن پڑھنے کی آواز مجھے صاف سنائی دے رہی تھی۔ نبی کریم ﷺ بڑے آرام سے قرآن کی تلاوت کرتے رہے اور میری طرف کوئی توجہ نہ دی، **وَ اَبُوْبَكْرٍ يُكْثِرُ الْاِلْتِفَاتَ** اور ابو بکر رضی اللہ عنہ بار بار مڑ مڑ کر میری طرف دیکھتے تھے۔ جب میں مزید قریب ہو گیا تو، **سَاخَتْ يَدَا فَرَسِیْ فِی الْاَرْضِ حَتّٰی بَلَغَتَا الرُّكْبَتَيْنِ فَخَرَرْتُ عَنْهَا**، میرے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں گھٹنوں تک سنگلاخ زمین میں دھنس گئے اور میں قلا بازی کھاتے ہوئے نیچے گر گیا۔ میں نے شدید غصے کی حالت میں گھوڑے کو ڈانٹا تو وہ بڑی مشکل سے اپنے پاؤں باہر نکال سکا۔ جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تو اسکے پاؤں کے نشان سے آسمان کی طرف دھوئیں جیسا غبارہ اڑ رہا

تھا۔ میں نے قسمت معلوم کرنے کیلئے پھر فال کا تیر نکالا۔تو وہی تیر نکلا جو مجھے ناپسند تھا۔جس کا واضح مطلب یہ تھا کہ میں رسول مکرم ﷺ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکوں گا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا اور انہیں گرفتار کر کے انعام حاصل کرنا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔تو میں نے امان کے ساتھ انہیں آواز دی تو وہ لوگ ٹھہر گئے اور میں گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس پہنچ گیا۔"

پکارا اے محمد! بخش دیجے گا خطا میری
میں گمراہی میں تھا بیشک بدی تھی رہنما میری

سُراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور مجھے ان سے روک دیا گیا تو اسی وقت میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ، **اَنْ سَيَظْهَرُ اَمْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**، رسول اللہ ﷺ کا معاملہ غالب ہو کر رہے گا۔ چنانچہ میں نے آپ ﷺ کے سامنے صورت حال کی وضاحت کرتے ہوئے عرض کی کہ: اے اللہ کے رسول ! آپ کی قوم نے آپ کو گرفتار کرنے کیلئے بڑا انعام رکھا ہوا ہے اور آپ کے بارے میں ان کے عزائم بڑے خطرناک ہیں۔ نیز میں نے درخواست کی کہ آپ کا سفر بڑا طویل اور پُر کٹھن ہے۔اس لئے میری طرف سے زادِ راہ کے طور پر کچھ سازوسامان اور سواری قبول فرمایئے مگر آپ نے میری پیش کش کو قبول نہ فرمایا اور نہ مجھ سے کوئی سوال کیا۔ بس یہ حکم دیا کہ، **اَخْفِ عَنَّا**، ہمارا راز فاش نہ کرنا۔ کیونکہ مجھے آپ ﷺ کے غلبے اور کامیابی کا یقین ہو چکا تھا اس لئے عرض کی کہ، **اَنْ يُّكْتَبَ لِيْ كِتَابَ اَمْنٍ**، مجھے ایک نوازش نامہ تحریر فرما دیجئے جس میں لکھا ہو کہ میرا قصور معاف کر دیا گیا ہے اور مجھے امن دے دیا گیا ہے۔سرکار دو عالم ﷺ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا انہوں نے "امان نامہ" لکھ کر سُراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا اور رحمت مجسم ﷺ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ ①

① **صحیح بخاری ، کتاب المناقب،** باب هجرة النبی ﷺ واصحابه الی المدینة: ۳۹۰۶۔

بقول حفیظ جالندھری سُراقہ نے کہا:

تائب ہوں مجھے امن کی اک تحریر مل جائے
تیرے دربار رحمت سے مجھے توقیر مل جائے
انوکھی التجا تھی مسکرایا قوم کا ہادی
پھر اسے بے تامل امن کی تحریر لکھوا دی

واقعہ ہجرت کی تفصیلات اس وقت میرا موضوع نہیں ہے۔ میں اب تک کی گزارشات سے یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہتا ہوں کہ رسول امین ﷺ کو سُراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے انتقام لینے اور اسے تعاقب کی سزا دینے کی پوری قوت اور کامل طاقت تھی مگر آپ ﷺ نے کمال شفقت، اعلیٰ اخلاق اور بے مثال رحمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف اسے معاف فرما دیا بلکہ آئندہ زندگی کیلئے امان نامہ بھی لکھ کر دے دیا۔ کسی شاعر نے بہت خوب کہا ہے ؎

محبت کے یوں جس نے دریا بہائے
دل ان کا بھی چھین جو سر لینے آئے
یوں بندہ نوازی کے جوہر دکھائے
کہ خود کھائے جو اور جواہر لٹائے
خوشی اپنی غیروں کے غم میں بھلا دی
دیا درد جس نے اسے بھی دعا دی

ایسا کیوں نہ ہو؟ کہ آپ ﷺ کا وصف مبارک اور خصوصیت یہی ہے۔

﴿وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

میں دیکھ آیا ہوں

بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ جب سراقہ واپس لوٹا تو اس نے کئی افراد کو دیکھا جو رسول اکرم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تلاش میں سرگرداں تھے اور اسی راستے پر آپ ﷺ کا تعاقب کر رہے تھے۔ سُراقہ نے ان سب کو یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ اس طرف جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ "میں دیکھ آیا ہوں" [1]

[1] سیرۃ النبی لابن کثیر مترجم، ص ٤٦٢ جلد اول۔

سننے والا یہ سمجھتا کہ جناب محمد ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اس راستے پر نہیں ہیں۔ مگر سُراقہ کا مطلب کچھ اور تھا وہ کہتے۔ ''میں دیکھ آیا ہوں''۔ کیا دیکھ آیا ہوں؟

- میں ان کی صداقت دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی رفاقت دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی شرافت دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی امانت دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی نبوت دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی رسالت دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی جلالت دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی دیانت دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی شجاعت دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی وجاہت دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی ذہانت دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی طاقت دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی فصاحت دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی بلاغت دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی حلاوت دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی قراءت دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی قیادت دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی سیاست دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی چال دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی ڈھال دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی چمک دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی دھمک دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی وفائیں دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی ادائیں دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کے خیالات دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کے جمالات دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی کیفیت دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی ماہیت دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کے معجزات دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی کرامات دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کا پیار دیکھ آیا ہوں۔
- صدیق جیسا وفادار دیکھ آیا ہوں۔
- میں ان کی محبت دیکھ آیا ہوں۔
- میں انکی شفقت اور ''رحمت'' دیکھ آیا ہوں۔

اے سُراقہ! تم نے کیسے دیکھا ہے؟ کیا دیکھا ہے۔ کس طرح دیکھا ہے؟ کہ اُسے دیکھنے کے بعد زندگی بھر تمھاری نظروں میں کوئی جچا ہی نہیں ہے۔ تمہیں کوئی اچھا لگا ہی نہیں ہے اور تم نے کسی کی طرف پلٹ کے دیکھا ہی نہیں ہے۔ سُراقہ تم کتنے خوش نصیب ہو، خوش قسمت ہو، سعادت مند ہو، نیک بخت ہو، کہ تم نے اسے دیکھا اس کے چہرہ مقدس

کی زیارت کی۔ تمھارے پاس اس کا ''امان نامہ'' ہے۔ جو ۔

مونسِ آدم، محسنِ عالم، خلق کے ہمدم، زخم کے مرہم
سب پر ہے احسانِ محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم
علم میں اعلم، فہم میں افہم، قول میں احکم،فعل میں اکرم
جاری ہے فیضانِ محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم
اُن کاتکلم، گل کا تبسم، ان کاتبسّم، لُطف و تکرم
ابرِ عطا، دامانِ محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم
خلق میں افضل، خلف میں اول، حسن میں اجمل، عقل میں اکمل
یہ سیرت، یہ شان محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم
اُن کی محبت، وجہِ سعادت اُن کی اطاعت، رُوحِ عبادت
ایماں ہے، عرفانِ محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم
نورِ ہدایت، شمعِ صداقت، ماہِ امانت، مہرِ دیانت
للہ اللہ، شانِ محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم
صدق کے حامل، عدل کی منزل، حلم کے حامل، علم کے عامل
گُل ہائے بُستانِ محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

یہ وہ ذاتِ گرامی ہے جن کے خصائل اور فضائل کو قرآنِ حکیم یوں بیان کرتا ہے۔
﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول رحمت ﷺ کی فرماں برداری کی سعادت نصیب فرمائے۔ (آمین)

رحمت کا اعلان عام

۸ ہجری ماہِ رمضان المبارک میں فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے دشمنوں، مخالفوں، بدعہدوں اور کافروں کو معاف فرما کے اور مشرکوں کیلئے امان کا اعلان کر کے شفقت و رحمت اور عفوو درگزر کی انتہا ء کردی۔ جب سرورِ دو عالم ﷺ دس ہزار فداکارں اور جانثاروں کی قیادت فرماتے ہوئے فاتح کی حیثیت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو

آپ ﷺ نے بلد امین میں قدم رنجہ فرماتے ہی اعلان فرمادیا کہ اے سرفروشانِ اسلام!

- اہل مکہ میں سے جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے اسے کچھ نہ کہا جائے ①
- جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اسے گرفتار نہ کیا جائے۔②
- جو ابوسفیان کے گھر چلا جائے اسے امان دے دی جائے۔
- جو ہتھیار پھینک کر بھاگ جائے اس کا تعاقب نہ کیا جائے۔
- بچوں اور عورتوں پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔
- بوڑھوں کا احترام کیا جائے اور انہیں قتل نہ کیا جائے۔③
- مکہ معظمہ میں خون ریزی سے اجتناب کیا جائے۔④

بدعہدوں، جان کے دشمنوں اور رفقاء کے قاتلوں کے لئے یہ اعلان اور تفصیلی احکام رحمۃ للعالمینی نہیں تو اور کیا ہے؟۔

امام الانبیاء، سید الاتقیاء، احمدِ مجتبیٰ جناب محمد مصطفی ﷺ نے اس موقع پر کعبۃ اللہ کو تین سو ساٹھ بتوں سے پاک کرنے، اللہ کے مقدس گھر کا طواف کرنے، حجر اسود کا استلام کرنے، آبِ زمزم نوش فرمانے اور کعبہ مشرفہ کے اندر دو رکعت نماز ادا فرمانے کے بعد بیت اللہ کے عالی شان دروازے کے پاس جو خطاب فرمایا، اس تقریر دلپذیر کے کلمات طیبات سرور عالم ﷺ کی ''رحمۃ للعالمینی'' کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

محسن انسانیت ﷺ جب اللہ تعالیٰ کی کبریائی، بڑائی اور حمد وثنا کے کلمات ادا فرماتے ہوئے کعبۃ اللہ کے دروازے پر تشریف لائے تو صحن کعبہ میں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجزن تھا۔ اس جم غفیر اور اجتماع عام میں وہ لوگ بھی شامل تھے جنہوں نے:

---

① صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب فتح مكه: ١٨٧٠۔

② سنن ابی داود، کتاب الخراج والامارة والفیء، باب ماجاء فی خبر مکه: ٣٠٢٢، حسنه الالبانی۔

③ سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب فی دعاء المشركين: ٢٦١٣۔ صححه الالبانی

④ صحیح بخاری، باب دُخول النبی من أعلى مكة: ٤٢٩٥۔

* نبی مکرم ﷺ کو شاعر، کذاب، دیوانہ، مجنوں اور ساحر کہا تھا۔
* جن سنگدلوں نے آپ ﷺ کو تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رکھا تھا۔
* جن بدبختوں نے آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے تھے۔
* جنہوں نے آپ ﷺ کی صحابیہ سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کے جسد مبارک کو دولخت کیا تھا۔
* جنہوں نے آلِ یاسر رضی اللہ عنہ پر ظلم وستم کی انتہا کردی تھی۔
* جنہوں نے جناب خباب رضی اللہ عنہ کو دہکتے کوئلوں پر لٹایا تھا۔
* جنہوں نے سیّدہ زنیرہ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں میں گرم سلائیں ڈال کر اندھا کردیا تھا۔
* جنہوں نے سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو تپتی ریت پر لٹایا اور مار مار کر ادموا کردیا تھا۔
* جنہوں نے مظلوم مسلمانوں پر ظلم وستم کا سلسلہ جاری رکھنے کیلئے حبشہ سے واپس لانے کی کوشش کی تھی۔
* جنہوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کے بیٹوں کی موت پر خوشیاں منائی تھیں۔
* جنہوں نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کیلئے آپ کے گھر کا محاصرہ کیا تھا۔
* جنہوں نے سرورِ کونین ﷺ کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کردیا تھا۔
* جنہوں نے آپ ﷺ کو قتل کرنے والوں کیلئے انعامات کا اعلان کیا تھا۔
* جنہوں نے آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جائیدادوں اور مکانات پر غاصبانہ قبضہ کرلیا تھا۔

اس مجمعے اور حاضرین میں ایسے درندہ صفت سفاک بھی تھے۔

* جنہوں نے آپ ﷺ کے چچا محترم ''جناب حمزہ رضی اللہ عنہ'' کو شہید کر کے ان کے کان اور ناک کاٹ کر جسم مبارک کو بدنما بنانے اور سیّد الشہداء کا سینہ چاک کر کے آپ کے کلیجے کو چبانے کی کوشش کی تھی۔
* ان شرکاء مجلس میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ سمیت ستر شہداءِ اُحد کے قاتل بھی موجود تھے۔
* یہاں وہ بھی تھے۔ جنہوں نے مدینہ طیبہ کی چھوٹی سی بستی کو صفحہ ہستی سے مٹانے کیلئے دس ہزار کے لشکر جرار سے حملہ کیا تھا۔

✽ جنہوں نے سرورِ عالم ﷺ اور آپ ﷺ کے چودہ سو جانثاروں کو عمرہ کیلئے مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے دیا تھا اور پھر اپنی من مانی شرائط پر صلح حدیبیہ کا معاہدہ کیا تھا۔

✽ جنہوں نے اپنی من مانی شرائط کی پاسداری کرنے کی بجائے بدعہدی کا ارتکاب کیا تھا اور بنوبکر کو نبی اکرم ﷺ کے حلیف قبیلے بنوخزاعہ پر حملہ کرنے کیلئے بھڑکایا تھا۔

✽ جنہوں نے حدودِ حرم میں حُلفاءِ رسول بنوخزاعہ کا قتل عام کر رکھا تھا اور یہ بدعہدی ہی فتح مکہ کا سبب بنی تھی۔

صاحب خلق عظیم جناب محمد کریم ﷺ نے جب ایمان کے دشمنوں، اسلام کے مخالفوں، دین کے ویریوں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قاتلوں کی متکبرانہ گردنوں کو ڈھلکے ہوئے اور ندامت، پشیمانی اور شرمندگی کی وجہ سے آنکھوں کو جھکے ہوئے اور خوف و دہشت کی وجہ سے جسموں کو لرزتے اور کانپتے ہوئے دیکھا تو ان کو مخاطب کر کے فرمایا:

''اے گروہِ قریش! تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ کفارِ مکہ اپنے تمام مظالم کو یاد کر کے عجیب کشمکش کا شکار ہو کر امید اور خوف کے لہجہ میں لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے عرض کرتے ہیں، **نَظُنُّ خَيْرًا**، ہمیں آپ ﷺ سے خیر اور بہتری کی امید ہے، **نَبِيٌّ كَرِيمٌ**، آپ سخی نبی ہیں، **وَأَخٌ كَرِيمٌ**، اور کریم النفس بھائی ہیں، **وَابْنُ أَخٍ كَرِيمٍ**، اور ہمارے عزیز بھائی کے صاحبزادے ہیں۔ غالب اور فاتح کی حیثیت سے آپ ہمارے بارے میں جو چاہیں فیصلہ کر سکتے ہیں اور اپنے فیصلے کو نافذ اور لاگو کرنے کی قدرت اور طاقت رکھتے ہیں۔ ہم آپ کی رحمۃ للعالمینی سے امید کرتے ہیں کہ آپ عفو و در گزر سے کام لیں گے اور ہمیں ہمارے کرتوتوں کی سزا دینے کی بجائے اپنے دامنِ رحمت میں پناہ دے کر معاف فرما دیں گے۔ اسی دوران ابوسفیان آگے بڑھا اور رحمت مجسم سے مخاطب ہو کر بولا: ہمیں اپنے جرائم اور قصوروں کا اعتراف اور آپ ﷺ کی عظمت اور عزت کا اقرار ہے۔ آج ہم آپ کے سامنے وہی بات کہتے ہیں جو برادرانِ یوسف نے اپنے بھائی یوسف سے معافی

مانگتے ہوئے کہی تھی کہ۔

﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ اِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ﴾

''اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہم پر فضیلت دی ہے اور بیشک ہم خطا کار تھے۔''

رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم برادرانِ یوسف کی طرح اپنی خطاؤں کا اقرار اور میری فضیلت کا اظہار کرتے ہو تو میں بھی جنابِ یوسف علیہ السلام کی طرح تم سب کیلئے ''عام معافی'' کا اعلان کرتا ہوں اور اپنی زبان سے وہی الفاظ ادا کر سکتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کیلئے کہے تھے

﴿قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ؗ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝﴾①

''آج میری طرف سے تم پر کوئی گرفت نہیں ہے اللہ تم سب کو معاف فرمادے اور وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔''②

اس موقع پر رحمت عالم ﷺ نے عفو و درگزر، رحم و کرم اور شفقت و رأفت کا جو بے مثال مظاہرہ فرمایا، تاریخ انسانیت اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ انسانی تاریخ میں کسی بادشاہ، کسی فوجی سپہ سالار اور کسی سیاسی رہنما نے اس قسم کے اعلیٰ اخلاق، حُسن کردار اور بلند حوصلگی کا آج تک مظاہرہ نہیں کیا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا؟ کہ ربّ العالمین خود فرماتے ہیں ﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور (اے محبوب ﷺ) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے''

آپ ﷺ کی اس رحمت و شفقت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل مکہ جوق در جوق اور شوق در شوق محسن انسانیت ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام کی بیعت کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفوں میں شامل و داخل ہو گئے۔ شاعر حقیقت مولانا الطاف حسین حالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے: ۔

① یوسف: ۹۲۔ ② زادالمعاد، فصل فی الفتح الاعظم۔

خطا کار سے درگزر کرنے والا
بداندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا
قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

عورتوں کیلئے رحمت

نبی رحمت ﷺ کی تشریف آوری سے قبل زمانہ جاہلیت میں عورت کو انتہائی حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ وہ مردوں کے جبر و استبداد کا تختۂ مشق بنی ہوئی تھی اور ذلت و رسوائی کی زندگی گزار رہی تھی۔ عورت کو منڈی کا مال سمجھا جاتا تھا اور خواتین کی خرید وفروخت ہوتی تھی۔ نسوانی حقوق کا کوئی تصور نہ تھا۔ جب کوئی شخص فوت ہو جاتا تو اس کا سوتیلا بیٹا اپنی ماں سے خود شادی کر لیتا یا اپنے قریبی عزیزوں میں جسے چاہتا شادی کیلئے دے دیتا کثرت ازواج کی کوئی حد اور تعداد مقرر نہ تھی۔ بچیوں کو زندہ دفن کرنا ان کا معمول اور عورتوں پر ظلم و ستم ان کا وطیرہ بن چکا تھا۔ الغرض رسول رحمت ﷺ کی بعثت سے پہلے عورت کی کوئی حیثیت اور اہمیت نہ تھی اور اسے معاشرے میں کوئی مقام حاصل نہ تھا۔ سرور گرامی جناب محمد ﷺ نے عورتوں پر رحمت فرماتے ہوئے۔

- بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے کی سنگدلانہ رسم کا خاتمہ کیا۔
- عورتوں کو مردوں کے ظلم و ستم سے بچانے کیلئے طلاق کے قواعد وضوابط بیان فرمائے۔
- عورت کو مرد کی زیادتی سے محفوظ رکھنے کیلئے خلع کا حق دیا۔
- ایک عورت کے ساتھ بیک وقت کئی مردوں کے نکاح کو ممنوع اور حرام قرار دیا۔
- مردوں کی طرح عورتوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنا لازمی اور ضروری قرار دیا۔
- عورت کو معاشی تفکرات سے نجات دلائی۔

❁ بیٹی کی پرورش اور دینی تربیت پر جنت کی بشارت عطا فرمائی۔
❁ عورت کو اپنی عزت وآبرو کی حفاظت پر جنت کی ضمانت عطا فرمائی
❁ عورت کی عصمت سے کھیلنے والے مجرموں کیلئے سنگساری کا حکم دیا۔
❁ بیوہ اور مطلقہ عورتوں کو نکاح کی اجازت فرمائی اور خود بیوہ اور طلاق یافتہ خواتین سے نکاح کر کے انہیں عزت وعظمت عطا فرمائی۔
❁ ماں کو باپ کے مقابلے میں تین گناہ زیادہ حسن سلوک کا مستحق قرار دیا۔
❁ عورت کے بڑھاپے کو ماں کی عزت دے کر تحفظ عطا کیا۔
❁ عورتوں کو بے رحم اور جابر جنسی درندوں سے نجات دلائی۔
❁ عورت کے حقوق متعین فرمائے اور ان کی حفاظت کیلئے قوانین بنائے۔

عورتوں کیلئے نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت وشفقت کا اندازہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث مبارکہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي))[1]

''تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کا اپنی بیوی سے سلوک اچھا ہے اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ حسن سلوک کے معاملے میں تم سب سے اچھا میں ہوں۔''

چونکہ اکثر خواتین قدرتی اور طبعی طور حساس، نرم دل اور جلد باز پیدا کی گئی ہیں۔ اس لئے نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کجی اور بے حوصلگی پر مردوں کو صبر کرنے اور ان سے اچھا سلوک کرنے کی تلقین فرمائی۔ جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے حسن سلوک کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

''عورتوں کے بارے میں میری وصیت قبول کرو کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی میں سب سے ٹیڑھی چیز اس کا اوپر والا حصہ ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اسے توڑ دو گے اور اگر اسے اس کی

---

[1] جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب ماجاء فی فصل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۳۸۹۵، صححه الالبانی۔

حالت پر چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ پس تم عورتوں کے معاملے میں میری وصیت قبول کرو۔ ①

بعض لوگ اپنی بیویوں کی معمولی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش میں ناکامی پر قطع تعلقی کر لیتے ہیں اور پھر نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔ رسول رحمت ﷺ نے عورت کی فطری اور طبعی کجی کا ذکر کر کے اپنے امتیوں کو حکم دیا کہ اگر تم اس کجی کو دور کرنے میں لگے رہو گے تو اسے توڑ بیٹھو گے۔ یعنی تمہارے درمیان جدائی ہو جائے گی اور اگر اسی طرح اس سے استفادہ کرتے رہو گے، تو زندگی امن و سکون سے گزرے گی۔ ہاں اگر خدانخواستہ عورت جنسی بے راہروی کا شکار ہو تو کوئی غیرت مند مرد اسے اپنی زوجیت میں رکھنے کیلئے تیار نہیں ہے۔

بہر حال امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے عورتوں سے حسن سلوک نرمی کا برتاؤ اور بہترین رویہ اختیار کرنے کی تلقین کر کے اس امر کو عیاں کر دیا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات گرامی کو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کیلئے خصوصی طور پر ''رحمت'' بنا کر معبوث فرمایا ہے اور آپ ﷺ کی اس خصوصیت کا بطور خاص تذکرہ فرمایا ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾

عورتوں کے مفصل حقوق و فرائض فی الوقت ہمارا موضوع نہیں ہے۔ ہم تو مختلف انسانی طبقات کیلئے رسول مکرم ﷺ کی شان رحمۃ للعالمین کا تذکرہ کر رہے ہیں اور ان چند اشارات میں ہم نے اس امر کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے، کہ جس طرح امام رسولاں ﷺ کے وصف رحمت سے باقی لوگ مستفید ہوئے اور ہو رہے ہیں، اسی طرح عورتوں کے حقوق کا تعین فرما کر آپ ﷺ نے صنف نازک کو بھی اپنے دریائے رحمت سے فیض یاب فرمایا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطالعے سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ عورت اگر بیٹی ہے تو اللہ تعالیٰ کی ''رحمت'' ہے، عورت اگر بہن ہے تو وہ بھائیوں کی ''عزت'' ہے، عورت اگر بیوی ہے تو وہ خاوند کی ''محبت'' ہے، اور عورت اگر ماں ہے تو اس کے پاؤں تلے ''جنت'' ہے۔

① صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الوصاۃ بالنساء: ٥١٨٦۔

یتیموں کا والی

ایسا نابالغ بچہ جس کی ماں یا باپ فوت ہو جائے اسے ''یتیم'' کہا جاتا ہے۔ والدین کی محبت وشفقت سے محرومی بچوں کیلئے بہت بڑا روگ اور تکلیف دہ امر ہے۔ اس محرومی کا اندازہ یتیم بچے کے سوا کوئی دوسرا نہیں کرسکتا۔ سرور کونین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ جب کسی یتیم اور بے سہارا بچے کو کسمپرسی کی حالت میں دیکھتے تو آپ ﷺ کا دل بھر آتا۔ آپ کو اپنی یتیمی یاد آجاتی اور اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ یتیم سے محبت فرماتے۔ اسے پیار کرتے، گود میں اٹھاتے، آپ ﷺ اسے صاف ستھرا لباس پہناتے اور یتیم کو خوش کر کے دلی مسرت محسوس فرماتے۔

آپ امام المرسلین ﷺ کی یتیموں سے محبت اور ان پر رحمت کا اندازہ فرمائیں کہ آپ ﷺ نے یتیم کی پرورش کرنے والے کو بہشت میں اپنا ہمسایہ قرار دیا ہے۔ صحابی رسول جناب سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے مابین معمولی فاصلہ رکھ کر دونوں انگلیوں کو اوپر اٹھا کر فرمایا:

((اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهُ وَلِغَيْرِهٖ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا))①

''میں اور اپنے رشتہ دار یا غیر رشتہ دار یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ان انگلیوں جتنا قریب ہوں گے۔''

یتیم پر شفقت ومحبت اور اس کی خدمت کے بارے میں امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے بعد تو ہم میں سے ہر شخص کی خواہش، دُعا اور تمنا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یتیموں کا خادم بننے کی سعادت نصیب فرمائے۔ (آمین)

یتامیٰ سے محبت اور پیار کرنے کی فضیلت اور اجر وثواب کے بارے میں سرور کائنات ﷺ کا جو فرمان ذی شان میں آپ کی خدمت میں پیش کرنے والا ہوں، اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے آخری رسول جناب محمد کریم ﷺ نے یتیموں پر ''رحمت'' کی انتہا فرما دی ہے۔ جناب ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

① صحيح بخاری، كتاب الادب، باب فضل من يعول يتيما: ٦٠٠٥۔

((مَنْ مَّسَحَ رَأْسَ يَتِيْمٍ لَمْ يَمْسَحْهُ اِلاَّ لِلّٰهِ كَانَ لَهٗ بِكُلِّ شَعْرَةٍ يَمُرُّ عَلَيْهَا يَدُهٗ حَسَنَاتٌ وَمَنْ اَحْسَنَ اِلٰى يَتِيْمَةٍ اَوْ يَتِيْمٍ عِنْدَهٗ، كُنْتُ اَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ وَقَرَنَ بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ))[1]

''جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کسی یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ تلے آنیوالے ہر بال کے بدلے میں اسے نیکیاں عطا فرماتا ہے۔ (سبحان اللہ) اور جو شخص اپنی زیر کفالت یتیم لڑکی یا یتیم لڑکے کے ساتھ نیکی کرتا ہے تو وہ جنت میں میرے اتنا قریب ہوگا جتنی شہادت والی انگلی اور درمیانی انگلی قریب ہیں۔

اس وقت یتیموں کی پرورش، کفالت اور ان سے محبت کے فضائل کا احاطہ اور تفصیل مقصود نہیں ہے، بلکہ مختصر اشارات کے ذریعے صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے آقا جناب محمد ﷺ کی ''رحمت واسعہ'' نے انسانوں کے دوسرے مختلف طبقات کی طرح یتیموں کو بھی اپنے دامن میں جگہ دی ہے اور آپ ﷺ کی ''رحمۃ للعالمینی'' نے یتامی کو خصوصی طور پر اپنی شفقت اور محبت سے نوازا ہے۔

یتامی پر رحمت رسول کا تذکرہ پیش کرتے ہوئے مجھے مولانا الطاف حسین حالی کی مسدس کے وہ خوب صورت اشعار یاد آرہے ہیں۔ جن میں غریبوں، مسکینوں، فقیروں، ضعیفوں، غلاموں، یتیموں اور مصیبت کے ماروں کیلئے جناب رحمۃ للعالمین ﷺ کی وسیع اور بے پایاں رحمت کا تذکرہ کیا ہے۔ موصوف فرماتے ہیں۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

---

[1] مسند احمد، مسند الانصار، حدیث ابی امامۃ ٢٢١٥٣، قال شعیب الارناؤط: صحیح لغیرہ۔

فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی، غریبوں کا مولیٰ

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

غلاموں کا مولیٰ

امام النبیین جناب رحمۃ للعالمین ﷺ نے غلاموں، نوکروں، اور خادموں پر خصوصی شفقت اور رحمت فرمائی اور غلاموں کے حقوق کا خاص لحاظ کرنے اور پورا خیال رکھنے کی تاکید فرمائی۔ آپ ﷺ نے غلاموں کو مارنے، پیٹنے، گالی گلوچ کرنے اور ان کی طاقت سے زیادہ کام لینے سے منع فرمایا۔ چنانچہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غلاموں اور خادموں کے حقوق کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

"((اِنَّ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ)) بے شک تمہارے خدام تمہارے بھائی ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارا ماتحت بنایا ہے۔ ((فَمَنْ كَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهٖ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَاْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ)) پس تمہارا جو بھائی تمہارا ماتحت ہو، اسے وہی کھلاؤ جو تم خود کھاؤ اور اسے اپنے جیسا لباس پہناؤ۔ ((وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ)) اور ان کی ہمت سے زیادہ کام نہ لو۔ اگر سخت کام کی مجبوری ہو تو۔ ((فَاَعِيْنُوْهُمْ)) ان کے ساتھ تعاون کرو یعنی ان کا ہاتھ بٹاؤ۔"[1]

یہ حدیث مبارکہ اس امر پر شاہد عدل ہے کہ آپ ﷺ نوکروں، خادموں، غلاموں اور ملازموں کے لیے سراپا رحمت و محبت ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید میں آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت قرار دیا گیا ہے۔ سرور عالم ﷺ کے ایک صحابی جناب ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ غلاموں اور خادموں پر آپ کی رحمت و مودّت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ:

[1] صحیح البخاری، کتاب العتق، باب قول النبی ﷺ العبید اخوانکم: ۲۵٤۵۔

''كُنْتُ اَضْرِبُ غُلَا مًا لِّيْ، میں (کسی غلطی پر) اپنے غلام کو مار رہا تھا، فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِيْ صَوْتًا، اچانک میں نے اپنے پیچھے سے آواز سنی، کوئی کہہ رہا تھا۔ اے ابومسعود! ((لَلّٰهُ اَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ)) جتنا تمہیں اس غلام پر اختیار ہے اللہ تعالیٰ کو تم پر اس سے زیادہ اختیار ہے۔ فَالْتَفَتُّ فَإِذَاهُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو آواز دینے والے اللہ کے رسول ﷺ تھے۔ (مجھے بڑی شرمندگی ہوئی تو) میں نے رسول ﷺ کی خدمت میں عرض کی۔ اے اللہ کے رسول! هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ (آپ گواہ رہیے) میں نے اسے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کیلئے آزاد کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اسے آزاد نہ کرتے تو (اسے پیٹنے کی وجہ سے) جہنم کی آگ تمہیں جلا کر راکھ کر دیتی۔''①

غلاموں کے بارے میں رحمت مجسم ﷺ کے یہ ارشادات وفرمودات اور خادموں پر آپ ﷺ کی یہ عنایات ونوازشات آپ ﷺ کی ''شان رحمۃ للعالمینؐ'' کو عیاں کرتی ہیں۔ تفصیل میں جائے بغیر غلاموں کے مولیٰ ﷺ کا مزید ایک فرمان پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ:

ایک شخص دربار نبوی میں حاضر ہوا اور (آپ ﷺ کی زبانِ مقدس سے غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے، کام تھوڑا لینے اور معاف کر دینے کے احکام سن کر) دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! كَمْ نَعْفُوْا عَنِ الْخَادِمِ، ہم خادم کو کتنی بار معاف کر دیا کریں؟ آپ ﷺ اس کا سوال سن کر خاموش رہے، ثُمَّ اَعَادَ عَلَيْهِ الْكَلَامَ، اس نے دوبارہ وہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا، فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ، جب اس نے اپنا سوال تیسری مرتبہ دہرایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((اُعْفُوْا عَنْهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً)) (تم اپنے خادم کو) ہر روز ستر دفعہ معاف کر دیا کرو۔②

---

① صحيح مسلم، كتاب الأيمان، باب صحبة المماليك:١٦٥٩۔

② سنن ابى داود، كتاب الادب، باب فى حق المملوك: ٥١٦٤؛ صححه الالبانى۔

رحمتِ عالم ﷺ کی غلاموں سے محبت اور ان کی فلاح و بہبود سے گہری دلچسپی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ رسول مکرم ﷺ نے اپنی مرض الموت میں وفات حسرت آیات سے چند لمحے پہلے جو قیمتی وصیتیں فرمائیں ان میں ایک اہم وصیت غلاموں کے بارے میں تھی۔ نبی محترم ﷺ نے امت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

((اَلصَّلَاةُ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ)) ''نماز اور غلاموں کا خاص خیال رکھنا۔''①

حالی مرحوم نے بالکل سچ فرمایا ہے کہ رحمت عالم ﷺ :

فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی، غلاموں کا مولیٰ

اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے نبی محترم ﷺ کی ذات مبارکہ پر لا تعداد درود و سلام نازل فرمائے۔ (آمین)۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

فقیروں کا ملجا

سیّد الکونین، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو فقیروں سے بڑی ہمدردی، غریبوں سے ازحد محبت، تنگ دستوں سے بہت الفت اور مسکینوں کے ساتھ بڑا پیار تھا۔ دولت کی فراوانی اور مال کی ریل پیل آپ ﷺ کو پسند نہ تھی۔ بلکہ '' قُوْتَ لَا يَمُوْتُ'' یعنی گزارے کی چیزوں پر اکتفا فرماتے اور مسکینوں کی محفل و مجلس میں بیٹھنا پسند فرماتے تھے،

چنانچہ جناب عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

''ایک دن میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اور دوسری طرف فقراء مہاجرین حلقہ بنائے تشریف فرما تھے کہ: ((اِذْ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) نبی مکرم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے اور سیدھا فقراء مہاجرین کے حلقے میں جا کر بیٹھ گئے، میں بھی آپ ﷺ کی قربت حاصل کرنے اور آپ ﷺ کے ارشادات

① سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی ذکر مرض رسول الله ﷺ صححه الالبانی: ١٦٢٥۔

سے مستفید ہونے کیلئے اسی حلقے کی طرف چل دیا۔ تو نبی معظم ﷺ نے فقراء مہاجرین کو خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل فرمائے گا۔ نبی مکرم ﷺ کی یہ بشارت سن کر مساکین اسلام کے رنگ کھل گئے اور چہرے چمک اٹھے۔''①

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِيْنَ يَسْبِقُوْنَ الْاَغْنِيَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَى الْجَنَّةِ بِاَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا))②

''مہاجر فقراء روز قیامت مالِ داروں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔''

آپ ﷺ کی فقیروں سے محبت اور مسکینوں سے الفت کا اندازہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث مبارکہ سے بھی بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک دن دُعا فرمائی:

((اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ)) ''اے اللہ! مجھے مسکینی والی زندگی عطا فرما اور مسکینی کی حالت میں موت دے اور قیامت کے دن مجھے مساکین کے گروہ میں شامل فرما۔''

آپ ﷺ کے یہ دعائیہ الفاظ سن کر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی اے اللہ کے رسول! آپ مساکین کے گروہ میں شمولیت کی دعا کیوں فرما رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: ((اِنَّهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِيَائِهِمْ بِاَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا)) بے شک وہ مساکین، دولت مندوں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ پھر آپ ﷺ نے سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو نصیحت کے

① سنن الدارمی، کتاب الرقائق، باب فی دخول الفقراء الجنة قبل الاغنیا: ۳۰۵۳۔ ② صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب الدنیا سجن المومن وجنة الکافر: ۲۹۷۹۔

انداز میں فرمایا: اے عائشہ! ((اَحِبِّي الْمَسَاكِيْنَ وَقَرِّبِيهِمْ)) مسکینوں سے محبت کرنا اور انہیں اپنے قریب رکھنا۔ اگر تم دنیا میں مساکین کو اپنے قریب کرو گی ((فَإِنَّ اللّٰهَ يُقَرِّبُكِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہیں اپنے قریب کرے گا۔“ ①

مولانا الطاف حسین حالؔی نے اس حدیث کا مفہوم شاعرانہ الفاظ میں یوں سمجھایا ہے: ؎

خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر
نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر
کسی کے گر آفت گزر جائے سر پر
پڑے غم کا سایہ نہ اس بے اثر پر
کرو مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر

انسانوں کو ہمدردی، غم گساری اور غم خواری کا سبق پڑھانے والی ذات وہ ہے جسے رب العالمین نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾

امام المتقین، قائد الموحدین اور ہمدردِ مساکین جناب محمد کریم ﷺ غرباء کی خدمت، فقراء کی معاونت اور مسکینوں کی اعانت کا اتنا خیال فرماتے کہ جونہی آپ کے پاس کہیں سے مال آتا تو آپ اسے فوراً فقراء میں تقسیم فرما دیتے۔ اور جب تک وہ دولت غرباء اور مساکین میں تقسیم نہ ہو جاتی آپ کو اطمینان، سکون اور قرار نصیب نہ ہوتا۔ بلکہ آپ ﷺ اس امر کا اظہار فرمایا کرتے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے احد پہاڑ کے پتھروں کو سونے کی اینٹوں میں تبدیل فرما دے تو میں یہ سارا سونا تین دنوں کے اندر اندر غرباء اور فقراء میں تقسیم کر دوں گا۔ آپ ﷺ کے جانثار صحابی جناب ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

① جامع الترمذي، ابواب الزهد عن رسول الله ﷺ، باب جاء ان فقراء المهاجرين: ٢٣٥٢، صححه الالباني.

''ایک مرتبہ میں عشاء کی نماز کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ منورہ سے باہر احد پہاڑ کی طرف جارہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا:

((یَا اَبَا ذَرٍّ مَا اُحِبُّ اَنَّ اُحُدًا لِیْ ذَھَبًا تَأْتِیْ عَلَیَّ لَیْلَةٌ اَوْ ثَلَاثٌ عِنْدِیْ مِنْهُ دِیْنَارٌ)) اے ابوذر! اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے قطعاً یہ پسند نہیں کہ ایک رات یا تین راتوں سے زیادہ میرے پاس رہے۔ تا آنکہ میں اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دوں۔''①

معروف پنجابی شاعر شیخ محمد سعید الفت رحمہ اللہ نے اس حدیث مبارکہ کا ترجمہ کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فقیروں، غریبوں اور مسکینوں پر ''رحمت'' اور ان سے ''محبت'' کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:؎

بخاری دے اندر ہے واقعہ آیا
ابوذر نوں اک دن نبی نے سنایا
ہے اللہ تعالیٰ کوئی ڈھو ایسا ڈھو دے
جو احد پہاڑ اے، اوہ سونے دا ہو جے
اوہ سونا مناں جو کروڑاں تے لکھاں
اوہدے وچوں اک تولہ نہ کول رکھاں
میں تناں دناں وچ کراں ونڈ ایداں
کہ سارے دا سارا مریداں نوں دے داں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فیاضی، سخاوت اور مساکین وغرباء سے محبت والفت کا تذکرہ کرنے کے بعد شیخ صاحب اپنی عقیدت کا اظہار یوں فرماتے ہیں:؎

مریدی پیری دیاں پے گیاں دُھماں
اپنے پیر دیاں میں جُتیاں نوں چُماں

① صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب مَن اجاب لبیک وسعدیك: ٦٢٦٨۔

آپ ﷺ غریبوں، مسکینوں اور فقیروں کے ساتھ اس طرح محبت ورحمت کیوں نہ فرماتے جبکہ آپ کا عالی شان وصف ہی یہ ہے کہ:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی، غلاموں کا مولیٰ

زبان رسالت سے تعاون کی اپیل

غریبوں اور تنگدستوں کے ساتھ رحمت مجسم، شفیقِ معظم ﷺ کی رحمت وشفقت اور مستحقین کے ساتھ تعاون وخدمت کی کیفیت اور حالت یہ تھی کہ اگر کسی وقت اپنے گھر یا بیت المال میں کوئی چیز موجود نہ ہوتی تو آپ ﷺ مستحقین کیلئے باقاعدہ چندے کی اپیل فرماتے اور لوگوں کو غرباء، فقراء اور مسافروں پر مال خرچ کرنے کی رغبت دلاتے تھے جناب منذر اپنے والد محترم جناب جریر رضی اللہ عنہ سے بیان فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ ہم دوپہر کے وقت (مسجد نبوی میں) نبی مکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے: **فَجَاءَهُ قَوْمٌ حُفَاةٌ عُرَاةٌ** بنومضر کے کچھ لوگ ننگے بدن اور ننگے پاؤں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے چمڑے کے ٹکڑوں سے جسم کو ڈھانپ رکھا تھا اور گردنوں میں تلواریں حمائل کی ہوئی تھیں۔ ان کی غربت، افلاس اور فقروفاقہ کو دیکھ کر آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کی رنگت تبدیل ہوگئی۔ آپ فوراً گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ (مگر گھر میں کوئی چیز موجود نہ ہونے کے باعث) آپ جلدی باہر تشریف لے آئے۔ (اتنے میں نماز ظہر کا وقت ہوگیا تو) آپ ﷺ نے سیدنا بلال کو اذان کہنے کا حکم دیا۔ جناب بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سن کر لوگ نماز ظہر کیلئے مسجد نبوی میں جمع ہوگئے۔ جناب بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور رسول محترم ﷺ نے نماز ظہر کی امامت فرمائی۔ نماز ظہر سے فراغت کے بعد رحمت عالم ﷺ نے تقریر فرمائی اور بنومضر کے ساتھ تعاون کی اپیل کرتے ہوئے آپ نے سورۃ نساء اور سورۃ حشر کی آیات طیبات تلاوت

فرمائیں:

﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ ①

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈر جاؤ، جس نے تمہیں ایک جان (آدم علیہ السلام) سے پیدا فرمایا اور انہیں سے ان کی بیوی (حوا) کو پیدا کیا، اور ان دونوں سے بہت سارے مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے (رشتوں کا) سوال کرتے ہو اور صلہ رحمی کا خیال رکھو، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔''

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ②

''اے اہل ایمان! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھنا (سوچنا) چاہیے کہ اس نے کل (حشر) کیلئے آگے کیا بھیجا ہے؟ اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔''

رحمۃ للعالمین ﷺ کی زبان رسالت سے ان آیات مبارکات کی تلاوت ہونے کی دیر تھی کہ لوگوں نے صدقات و خیرات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ کوئی دینار لایا اور کوئی درہم، کسی نے کھجوریں دیں اور کسی نے گندم، آپ ﷺ نے فرمایا: ہر شخص اس خدمت میں حسب استطاعت حصہ ضرور لے۔ اگر کوئی مسلمان کھجور کا ٹکڑا دے سکتا ہو تو وہ ضرور دے۔ ایک انصاری کھجور کی بھاری گٹھڑی لے آیا جس سے اس کے ہاتھ تھک گئے۔ مختصر یہ کہ آپ ﷺ کی اپیل پر خوراک اور کپڑوں کے دو ڈھیر لگ گئے۔ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبہ خدمت سے بہت خوش ہوئے۔ حَتّٰى رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

① النساء: ۱۔ ② الحشر: ۱۸۔

وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَأَنَّهُ مُذْهَبَةٌ، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے سونے کی طرح چمکنا شروع ہو گیا۔"①

رسول اللہ ﷺ کی اسی مہربانی، ہمدردی، شفقت، محبت، اُلفت، رأفت، نرمی، غمخواری، غمگساری اور رواداری کی بناء پر ہی اللہ رب العالمین نے فرمایا:

﴿وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

بچوں پر رحمت

نبی مکرم ﷺ بزرگوں، جوانوں اور عورتوں کے علاوہ نابالغ بچوں سے بھی بہت پیار کرتے۔ ان پر شفقت فرماتے اور بچوں کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اگر کوئی بچہ آپ ﷺ کی گود میں پیشاب کر کے آپ ﷺ کے کپڑوں کو ناپاک کر دیتا تو آپ اس سے بھی اظہار ناراضگی نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ:

"ایک دن ام قیس رضی اللہ عنہا اپنا شیر خوار بچہ محسن اعظم ﷺ کی خدمت میں لائیں تو آپ ﷺ نے اسے اپنی گود میں بٹھا لیا۔ اس بچے نے امام الرسل ﷺ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ ﷺ نے پانی کا ڈول منگوا کر پیشاب کی جگہ پر بہا دیا اور کسی قسم کی خفگی اور غصے کا اظہار نہ فرمایا۔"②

نبی محترم ﷺ بچوں سے اظہار محبت کیلئے انہیں چومتے اور ان کے رخساروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے اور بچوں کو دیکھ کر چہرے پر مسکراہٹ ظاہر فرماتے تھے۔ آپ ﷺ ایک دن جناب حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو چوم اور ان سے پیار فرما رہے تھے۔ اقرع بن حابس نے آپ ﷺ سے کہا:

"اے اللہ کے رسول! آپ تو اپنے نواسوں کو چوم اور ان سے شفقت و محبت فرما رہے ہیں، جبکہ میرے دس بیٹے ہیں، میں نے ان میں سے کبھی کسی کو نہیں چوما۔

رحمت عالم ﷺ نے اسے بنظر تعجب دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

---

① صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث على الصلاقة ولو بشق تمرة: ١٠١٨ ② صحيح بخاري، كتاب الوضوء، باب بول الصبيان: ٢٢٣۔

((مَنْ لَا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ)) جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔①

اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی شخص نے دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی، تُقَبِّلُوْنَ الصِّبْیَانَ، آپ بچوں کو چومتے ہیں، فَمَا نُقَبِّلُهُمْ، ہم نے تو اپنے بچوں کو آج تک نہیں چوما۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((اَوَاَمْلِكُ لَكَ اِذَا نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ)) جب اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے رحمت کو نکال لیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟''②

نبی معظم ﷺ کی بچوں سے شفقت و محبت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ رسول محترم ﷺ جب بچوں کے قریب سے گزرتے تو انہیں پہلے سلام کہتے۔③

رحمت مجسم ﷺ بچوں پر ایسے مہربان اور شفیق تھے کہ اگر آپ سواری پر سوار جا رہے ہوتے اور راستے میں بچے نظر آ جاتے تو آپ ﷺ پیار سے انہیں اپنے ساتھ سوار کر لیتے اور اظہار محبت کرتے۔ جناب جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ ذکر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ:

''اَنَّهٗ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ، رسول اللہ ﷺ کسی سفر سے واپس تشریف لائے، تو مجھے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے مجھے سواری پر اپنے آگے سوار کر لیا۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دو صاحبزادوں (سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما) میں سے ایک آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں لائے گئے۔ تو آپ ﷺ نے انہیں اپنے پیچھے سوار کر لیا، فَاَدْخَلْنَا الْمَدِیْنَةَ ثَلَاثَةً عَلٰی دَآبَّةٍ، پس ہم تین افراد ایک ہی سواری پر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔''④

ان احادیث و روایات اور اقوال و ارشادات کو بیان کرنے کی غرض یہ ہے کہ رحمت

---

① صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمة الولد وتقبیله ومعانقته: ٥٩٩٧۔ ② صحیح البخاری، کتاب الادب باب رحمته الولد...... :٥٩٩٨۔
③ صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب التسلیم علی الصبیان: ٦٢٤٧۔
④ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عبداللہ بن جعفر: ٢٤٢٨۔

عالم ﷺ جس طرح نوع انسانی کے دوسرے طبقات کیلئے سراپا رحمت اور مجسم شفقت تھے۔ اسی طرح آپ بچوں کے ساتھ بھی انتہائی مہربان، شفیق اور ہمدرد وخلیق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس اعلیٰ وصف اور بے مثال صفت کا تذکرہ قرآن کریم میں اس طرح کیا ہے کہ:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

''(اے محبوب) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔''

بچوں کو جھڑکنے اور مار پیٹ کر مسجدوں سے باہر نکالنے والے بزرگوں کو نبی اکرم ﷺ کے اس اعلیٰ اخلاق اور بچوں سے پیار پر غور فرمانا چاہیےاور اپنی تلخی، شدت اور غصے کی وجہ سے بچوں کو مساجد سے متنفر اور دین سے دور کرنے کی بجائے شفقت ومحبت سے سمجھانا اور ان کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔

حیوانوں کیلئے رحمت

رحمت کونین، سیدالثقلین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے ارشادات، فرمودات اور تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات مبارکہ نہ صرف انسانوں کیلئے بلکہ حیوانوں کیلئے بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ آپ نے جانوروں، پرندوں اور حیوانوں پر شفقت ومہربانی کا حکم دے کر اور خود حیوانات پر رحمت وکرم فرما کر اپنی رحمۃللعالمینی کا ثبوت مہیا فرمایا ہے۔ آیئے احادیث مبارکات سے آپ کی حیوانوں پر رحمت کی چند مثالیں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

① سرور گرامی ﷺ کی حیات مبارکہ کا مدنی دور ہے۔ جناب عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی سواری پر آپ کے پیچھے سوار ہیں، آپ ایک انصاری صحابی کے باغ میں تشریف لے گئے، وہاں ایک اونٹ پہلے سے موجود تھا:

'' فَلَمَّا رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَنَّ وَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ''

اونٹ رحمت کائنات کو دیکھتے ہی رو پڑا اور اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ نبی معظم ﷺ اس اونٹ کے پاس تشریف لے گئے اور، فَمَسَحَ

ذِفْرَاہُ، شفقت ومحبت سے اس کے کان کی پچھلی جانب ہاتھ پھیرا۔ تو اس اونٹ نے رونا بند کر دیا۔ اونٹ کو چپ کروانے کے بعد آپ ﷺ نے وہاں موجود لوگوں سے پوچھا، لِمَنْ هٰذَا الْجَمَلُ؟ یہ کس کا اونٹ ہے؟ آپ کا فرمان سن کر ایک صحابی فوراً دوڑتا ہوا حاضر ہوا اور عرض کی۔ اے اللہ کے رسول! یہ میرا اونٹ ہے۔ آپ ﷺ نے اسے (ڈانٹتے ہوئے) فرمایا: کیا تم ان جانوروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے نہیں ہو، جن کا تمہیں اللہ تعالیٰ نے مالک بنایا ہے۔ اس اونٹ نے میرے سامنے شکایت کی ہے کہ ((اِنَّكَ تُجِيعُهُ وَتُدْئِبُهُ)) تم اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور چارہ کم ڈالتے ہو اور اسے بھوکا رکھ کر تکلیف میں مبتلا کرتے ہو۔'' ①

② جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ پیغمبر رحمت ﷺ نے فرمایا:

((عُذِّبَتِ امْرَاَةٌ فِي هِرَّةٍ)) ایک عورت بلی کی وجہ سے دوزخ کے عذاب میں مبتلا کی گئی۔ وہ عورت بلی کو باندھ کر رکھتی تھی، نہ اسے خوراک ڈالتی اور نہ اسے کھولتی تھی کہ وہ حشرات الارض (یعنی زمین کے کیڑے مکوڑے) کھا کر اپنا پیٹ بھر لے۔ بلی کو اذیت دے کر اور بھوکا پیاسا رکھ کر مارنے کی وجہ سے اس عورت کو جہنم کا ایندھن بنا دیا گیا۔'' ②

③ مشہور صحابی جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ نے زمانہ قدیم کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''ایک شخص کو دوران سفر پیاس کی شدت نے بڑا پریشان کیا ہوا تھا کہ اچانک اسے پانی کا ایک کنواں نظر آیا ((فَنَزَلَ بِئْرًا فَشَرِبَ مِنْهَا)) پیاسا شخص کنویں میں اترا، پیٹ بھر کر پانی پیا اور کنویں سے باہر نکل آیا تو ((فَإِذَا هُوَ بِكَلْبٍ يَأْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ)) اس نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی

① سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب مایؤمر به من القیام علی الدواب والبهائم: ٢٥٤٩، صححه الالبانی۔ ② صحیح بخاری، کتاب المساقات، باب فضل سقی الماء: ٢٣٦٥۔

شدت سے ہانپ رہا اور گیلی مٹی (کیچڑ) چاٹ رہا ہے۔ اس نے سوچا کہ یہ کتا بھی میری طرح پیاس سے نڈھال اور تکلیف میں مبتلا ہے۔ لہٰذا مجھے اس کی پیاس بجھانے اور پانی پلانے کی کوئی تدبیر کرنی چاہیے۔ چنانچہ وہ کنویں میں اترا اور اپنے موزوں میں پانی بھر کر دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اور اپنے ہاتھوں کو کنویں کے کناروں سے چمٹاتا ہوا آہستہ آہستہ باہر آ گیا اور کتے کو پانی پلا دیا، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کے جذبہ رحمت اور شفقت کی قدر کرتے ہوئے اس کے گناہوں کو معاف فرما دیا۔

سرور کائنات جناب محمد کریم ﷺ کی زبان نبوت سے یہ سچا واقعہ سننے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا؟ کیا جانوروں پر رحم کرنے، ان کی خدمت کرنے اور انہیں آرام پہنچانے پر بھی ہمیں اجر سے نوازا جائے گا؟ پیغمبر رحمت ﷺ نے فرمایا: ((فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ)) ہر جان دار پر رحم کرنے اور اس سے حسن سلوک کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب ملے گا۔"①

محسن انسانیت ﷺ کی سیرت طیبہ سے درجنوں ایسے واقعات پیش کیے جا سکتے ہیں جن میں پیغمبر کریم ﷺ کی جانوروں اور حیوانوں پر رحمت و شفقت اور مہربانی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مگر ہم اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے قرآنی آیات، احادیث مبارکات اور مستند واقعات کی روشنی میں اپنا دعوے دہرانا چاہیں گے۔ کہ ہمارے آقا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ:

- انسانوں کیلئے رحمت۔
- حیوانوں کیلئے رحمت۔
- اپنوں کیلئے رحمت۔
- بیگانوں کیلئے رحمت۔
- مسلمانوں کیلئے رحمت۔
- کافروں کیلئے رحمت۔
- غریبوں کیلئے رحمت۔
- امیروں کیلئے رحمت۔
- بڑوں کیلئے رحمت۔
- چھوٹوں کیلئے رحمت۔

① صحيح البخاري، باب فضل سقي الماء كتاب المساقات: ٢٣٦٣۔

❀ بزرگوں کیلئے رحمت۔
❀ بچوں کیلئے رحمت۔
❀ مردوں کیلئے رحمت۔
❀ عورتوں کیلئے رحمت۔
❀ مالکوں کیلئے رحمت۔
❀ مزدوروں کیلئے رحمت۔
❀ افسروں کیلئے رحمت۔
❀ ماتحتوں کیلئے رحمت۔
❀ تاجروں کیلئے رحمت۔
❀ ملازموں کیلئے رحمت۔
❀ پرندوں کیلئے رحمت۔
❀ چرندوں کیلئے رحمت۔
❀ نباتات کیلئے رحمت۔
❀ جمادات کیلئے رحمت۔
❀ اہل ایمان کیلئے رحمت۔
❀ اہل کتاب کیلئے رحمت۔
❀ مومنین کیلئے رحمت۔
❀ کافرین کیلئے رحمت۔
❀ موحدین کیلئے رحمت۔
❀ مشرکین کیلئے رحمت۔
❀ مخلصین کیلئے رحمت۔
❀ منافقین کیلئے رحمت۔
❀ مسلمین کیلئے رحمت، بلکہ
❀ عالمین کیلئے رحمت۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

اللہ رب العالمین ہم سب کو رحمۃ للعالمین ﷺ کا فرمانبردار بنائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

محبت مصطفیٰ ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ!
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾①

"(اے رسول ﷺ) آپ (اعلان) فرما دیں کہ (اے لوگو) اگر تمہارے باپ دادا، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں (اور بیویوں کے خاوند) تمہارے خاندان، تمہارے کمائے ہوئے مال، تمہاری تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہاری پسندیدہ رہائش گاہیں، تمہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول (جناب محمد مصطفیٰ ﷺ) سے اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب (پیاری) ہوں تو پھر اللہ تعالیٰ کے حکم (عذاب) کا انتظار کرو اور اللہ تعالیٰ نافرمان قوم کو ہدایت نصیب نہیں فرماتا۔"

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ))②

① التوبہ: ۲٤۔ ② صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان: ۱۵۔

''جناب انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک اسے میرے ساتھ اپنے ماں باپ، اپنی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ ہو۔''

محمد کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
محمد کی محبت دین و دنیا کا سہارا ہے
محمد جس کو پیارے ہیں خدا کا وہ پیارا ہے
محمد کی محبت ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

ہر قسم کی تعریفات، تحمیدات اور تمجیدات کے لائق صرف اور صرف اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے، جس نے ہادی کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنا محبوب بنایا اور مسلمانوں کو ان سے محبت کرنے کا پابند فرمایا: لاتعداد و بے شمار درود و سلام سیّد الاولین والآخرین، خاتم المرسلین جناب محمد کریم ﷺ کی ذات مقدسہ پر جو محبوبِ رب العالمین، شفیع المذنبین اور رحمۃ للعالمین ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى

ایمان کا حصہ

نبی مکرم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت والفت ایمان کا لازمی حصہ، دین کا اہم جزو اور اسلام کی بنیادی شرط ہے۔ جس شخص کے دل میں محبتِ مصطفیٰ ﷺ کا جذبہ، الفتِ مصطفیٰ کی تڑپ اور عقیدتِ مصطفیٰ ﷺ کی لگن نہیں ہے۔ ایسے دل والا انسان، فاسق تو ہو سکتا ہے، فاجر تو ہو سکتا ہے، منافق تو ہو سکتا ہے [redacted]، مگر محبتِ مصطفیٰ ﷺ سے خالی دل والا انسان، مومن اور مسلمان نہیں ہو سکتا۔ ایمان اور محبتِ رسول ایک دوسرے کا جزوِ لاینفک اور لازمی حصہ ہیں۔ مسلمان آدمی کو نبی محترم ﷺ سے صرف محبت نہیں، بلکہ سب سے زیادہ محبت۔ ہونی چاہیے۔ سیّد کائنات ﷺ کی محبت کے مقابلے میں کائنات

کی کسی چیز کی محبت کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ آپ ﷺ کی محبت پر

- والدین کو قربان کیا جا سکتا ہے۔
- بیوی بچوں کو قربان کیا جا سکتا ہے۔
- بہن بھائیوں کو قربان کیا جا سکتا ہے۔
- اعزّہ اقارب کو قربان کیا جا سکتا ہے۔
- قوم و قبیلے کو قربان کیا جا سکتا ہے۔
- دوست و احباب کو قربان کیا جا سکتا ہے۔
- [redacted] کو قربان کیا جا سکتا ہے۔
- دولت و شہرت کو قربان کیا جا سکتا ہے۔
- عزت و آبرو کو قربان کیا جا سکتا ہے۔
- مکانات و محلّات کو قربان کیا جا سکتا ہے۔
- باغات اور فصلات کو قربان کیا جا سکتا ہے۔
- تجارت و دکانات کو قربان کیا جا سکتا ہے۔

الغرض سارے جہان کو قربان کیا جا سکتا ہے۔ مگر امام دو جہاں جناب محمد ﷺ کی محبت کو قربان نہیں کیا جا سکتا۔ اور [redacted] جسے امام الرسل ﷺ کی زبان حق ترجمان نے یوں بیان فرمایا:

((لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ))[1]

”[redacted] جب تک وہ اپنے والدین، اپنی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ میرے ساتھ محبت نہ رکھے۔“

اللہ تعالیٰ نے زیر بحث آیت کریمہ میں دنیا کی ان آٹھ چیزوں کا تفصیلی تذکرہ فرمایا ہے، جن سے ہر شخص کو محبت ہو سکتی بلکہ ہوتی ہے اور اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ تمہیں نبی

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان: ۱۵۔

مکرم ﷺ کے ساتھ دنیا کی ان ساری رشتہ داریوں اور تمام اشیاء سے زیادہ محبت ہونی چاہیئے۔ اگر تمہیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان چیزوں سے زیادہ محبت نہ ہوئی تو پھر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب مسلط کر دیا جائے گا اور رب العالمین کی طرف سے تمہیں فاسقوں اور نافرمانوں کی صف میں کھڑا کر دیا جائے گا۔ وہ دنیوی اشیاء جن سے انسان کو واسطہ پڑتا ہے اور بندہ ان کے ساتھ کسی نہ کسی طرح محبت کرتا ہے، یہ ہیں:

(۱۔ والدین) جن سے انسان کو فطری محبت ہوتی ہے۔

(۲۔ اولاد) والدین کو اپنی اولاد کے ساتھ قدرتی محبت ہوتی ہے۔

(۳۔ بہن بھائی) ہر شخص کو اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ طبعی پیار ہوتا ہے۔

(۴۔ میاں بیوی) میاں بیوی کے درمیان محبت ازدواجی زندگی کا لازمہ ہے۔

(۵۔ خاندان) اپنے اعزہ واقارب، رشتہ داروں، قوم، قبیلے اور خاندان کے ساتھ خصوصی تعلق اور محبت ہوتی ہے۔

(۶۔ مال ودولت) ہر انسان دولت کے نقصان کو ناپسند کرتا اور مال سے محبت کرتا ہے۔ کوئی شخص اپنے ہاتھ کی کمائی کو ضائع کرنا پسند نہیں کرتا۔

(۷۔ تجارت وکاروبار) ہر شخص کو اپنی دکان، فیکٹری اور کاروبار سے محبت ہوتی ہے۔ کوئی انسان نہیں چاہتا کہ میری دکان بند ہو جائے، میرا کارخانہ مقفل ہو جائے یا میرا کاروباری نقصان ہو جائے۔

(۸۔ رہائش گاہ) ہر فرد اپنے مکان، کوٹھی اور بنگلے سے محبت کرتا ہے۔ گھر سے باہر اسے ہر قسم کی سہولیات مہیا ہونے کے باوجود وہ اپنے گھر آنے کیلئے بیتاب رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس امر کی صراحت اور وضاحت فرمادی ہے کہ ہر مومن کامل کو نبی محترم، پیغمبر اعظم، رسولِ معظم جناب محمد مصطفی ﷺ کے ساتھ ان تمام چیزوں سے زیادہ محبت ہونی چاہیے۔ قرآنی آیتِ مبارکہ اور اس کا ترجمہ بغور سماعت فرمائیں اور محبت مصطفی کی اہمیت کو سمجھنے کی کوشش فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کریم کو حکم فرماتے ہیں:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۣاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۠﴾ ①

''آپ (مومنین سے) فرمائیے: اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ کاروبار جس کے مندے کا تم اندیشہ کرتے ہو اور وہ مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو۔ تمہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے آنے والے حکم (عذاب) کا انتظار کرو اور اللہ تعالیٰ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔''

آپ قرآن حکیم کے انداز بیان پر غور فرمائیں کہ رب العالمین نے یہ حکم نہیں دیا کہ ان [redacted]، ان کی طرف سے اپنی توجہ بالکل ہٹا لی جائے اور ان دنیوی اشیاء سے تعلق منقطع کر لیا جائے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں میں کھو جانے اور ان اشیاء کو سر پر سوار کر لینے سے روکا ہے۔ قرآن مجید کا اسلوب اور سیاق و سباق واضح کرتا ہے کہ ان چیزوں سے اس حد تک محبت کی جائے کہ یہ اشیاء [redacted] اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت واطاعت میں حائل نہ ہوں۔ اگر خدانخواستہ کبھی ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ ایک طرف، والدین، اولاد، بہن بھائی، بیوی بچے، خاندان مال و دولت، تجارت و کاروبار اور مکان و محل ہو، اور دوسری طرف اللہ کریم اور اس کے رسول ﷺ کی محبت، الفت اور پیار ہو، تو ان تمام اشیاء اور تعلقات کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا جائے اور ''محبت مصطفیٰ'' کے عملی جذبے کو سینے سے لگا لیا جائے اور یہ عقیدہ اپنا لیا جائے: ؎

① التوبہ: ۲٤۔

[redacted] دل میں الفت نہ ہوگی
سمجھ لو کہ قسمت میں جنت نہ ہوگی

[redacted] ہے بھٹکتا رہے گا
محمد سے جس کو عقیدت نہ ہوگی

[redacted] اطاعت محمد کی دل سے
اسے پیر و مرشد کی حاجت نہ ہوگی

[redacted]

کامل ایمان کے لیے جہاں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ محبت لازمی اور ضروری ہے، وہاں اس کیلئے یہ امر بھی وجوب اور فرضیت کا درجہ رکھتا ہے کہ وہ امام الانبیاء ﷺ کے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت اور پیار کرے۔ آپ جانتے ہیں کہ جب کسی انسان کی جان کو خطرہ لاحق ہوتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اس کا سارا مال صرف ہوجائے، دکان فروخت ہوجائے، کارخانہ بک جائے، یہاں تک کہ اولاد، بیوی، بھائی اور عزیز و اقارب کام آ جائیں مگر میری جان بچ جائے۔ [redacted] ہوجائے۔ جان اور محبت مصطفیٰ آمنے سامنے آ جائیں تو صاحبِ ایمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ جان قربان کردے مگر ''محبت مصطفیٰ ﷺ'' پر آنچ نہ آنے دے۔ احادیث کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ جب تک کوئی شخص محسن انسانیت ﷺ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز اور محبوب نہ رکھے۔ اس کا ایمان مکمل اور پورا نہیں ہوسکتا۔

جناب عبداللہ بن ھشام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

''ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں جا رہے تھے۔ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اور آپ ﷺ نے (ازراہ محبت و بے تکلفی) جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اپنی محبت، پیار اور الفت کا اظہار کرتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول! لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

اِلَّا نَفْسِیْ، آپ مجھے میری جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ عزیز اور محبوب ہیں۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ سن کر خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ((لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ نَّفْسِهٖ)) تم میں سے کوئی شخص [illegible] مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ مجھے اپنی جان سے زیادہ محبوب اور عزیز نہ رکھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے محبت رسول کی اہمیت اور فضیلت کو سننے کے بعد اعلان فرمایا: ((فَاَنْتَ الْاٰنَ وَاللّٰهِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ)) اے اللہ کے رسول! میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے اور عزیز و محبوب ہیں۔ جنابِ رسالت مآب ﷺ نے سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اس اعلان محبت کے بعد فرمایا: ((اَلْاٰنَ یَا عُمَرُ)) اے عمر! اب تمہارا ایمان مکمل ہو گیا ہے۔''[1]

انجام محبت کیا ہوگا؟

نبی مکرم، رسول معظم، سرور عالم، رحمتِ مجسم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ محبت، الفت، اور عقیدت کی اہمیت وحیثیت کو سمجھنے، جاننے اور ماننے کے بعد ذہن میں اس سوال کا پیدا ہونا قدرتی امر ہے کہ جو شخص سارے جہان اور اپنی جان سے زیادہ رسولِ محترم سے محبت کرے گا اسے اس محبت رسول کے کیا فوائد وثمرات حاصل ہوں گے اور دنیا و آخرت میں اس کا انجام کیا ہوگا؟ اس سوال کے جواب میں علیٰ وجہ البصیرت اور کامل یقین کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے حقیقی محبت کرنے والے اور آپ ﷺ کی سچی اطاعت کرنے والے خوش نصیب کو دنیا میں ہمیشہ کیلئے کامیابیاں اور کامرانیاں حاصل ہوں گی اور آخرت میں اس سعادت مند کو نہ صرف ''جنت کا داخلہ'' نصیب ہوگا بلکہ جنت میں امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی قربت، صُحبت اور معیّت بھی نصیب

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی ﷺ: ٦٦٣٢۔

ہوگی۔ میں یہ بات جوشِ عقیدت میں نہیں بلکہ فرمانِ رسول کی روشنی میں عرض کر رہا ہوں۔

آپ ﷺ کے خادم خاص سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

"[redacted] النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ایک شخص نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ: مَتَى السَّاعَةُ: قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: ((مَا أَعْدَدْتَ لَهَا)) تم نے قیامت کیلئے کیا تیاری کر رکھی ہے، جو قیامت کے وقت کا سوال کر رہے ہو۔ اس نے نہایت ادب و احترام سے جواب دیا کہ: مَا أَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِيرِ صَلَاةٍ وَلَا صَوْمٍ وَلَا صَدَقَةٍ، کہ میں قیامت کی تیاری کیلئے نہ تو زیادہ نمازیں پڑھتا ہوں اور نہ زیادہ روزے رکھتا ہوں اور نہ ہی زیادہ صدقہ کرنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ یعنی صرف فرائض ادا کرتا ہوں۔ البتہ میری ایک تیاری مکمل ہے اور وہ یہ ہے کہ أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ، میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول جناب محمد مصطفیٰ ﷺ سے ازحد محبت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اس سائل کے جذباتِ محبت کی قدر کرتے ہوئے فرمایا: ([redacted]) تم قیامت کے دن جنت میں بھی اپنے محبوب ﷺ کے ساتھ ہی [redacted]"

خاتم النبیین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت اور آپ کی اطاعت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ حشر کے دن ان کے اعمال و افعال کے اعتبار سے انبیاء، اصدقاء، شہداء اور صلحاء کی رفاقت و معیت نصیب فرمائیں گے۔ جیسا کہ سیّدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

"[redacted] رضی اللہ عنہ) دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے تو ان کا چہرہ اُترا ہوا، رنگ اُڑا ہوا اور طبیعت پریشان تھی۔ محسن انسانیت ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: کیوں پریشان ہو؟ جناب ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی جسمانی تکلیف نہیں ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ: إِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَمِنْ أَهْلِي وَمِنْ وَلَدِي، مجھے آپ ﷺ کے

① صحیح بخاری، کتاب الادب۔باب علامة الحبّ فی اللہ: ٦١٧١۔

ساتھ اپنے اہل وعیال، اپنی اولاد اور جان سے زیادہ محبت ہے۔ میری آپ سے محبت و الفت کا حال یہ ہے کہ: اِنِّیْ لَاَکُوْنُ فِی الْبَیْتِ، میں اپنے گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ خوش ہوتا ہوں کہ اچانک مجھے آپ ﷺ کی یاد ستاتی ہے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کے چہرۂ انور کی زیارت کر کے دل کو مطمئن کر لیتا ہوں۔''

حسب معمول میں آج بھی گھر میں خوش وخرم تھا کہ اچانک میرے ذہن میں خیال آیا کہ دنیا میں تو میں آپ کے رُخِ مبارک کی زیارت سے دل کو خوش کر لیتا ہوں۔ وَاِذَا ذَکَرْتُ مَوْتِیْ وَمَوْتَكَ اور آج مجھے اپنی اور آپ کی موت یاد آگئی۔ کیونکہ موت ایسی اٹل حقیقت ہے۔ جس سے کوئی شخص بھی راہ فرار اختیار نہیں کر سکتا۔ اب رہ رہ کر مجھے یہ احساس پریشان کر رہا ہے کہ: اَنَّكَ اِذَا دَخَلْتَ الْجَنَّةَ رُفِعْتَ مَعَ النَّبِيِّيْنَ، جب آپ جنت میں تشریف لے جائیں گے۔ تو آپ ﷺ کا مقام تو بڑا بلند ہوگا۔ آپ تو انبیاء کرام علیہم السلام کے رفیع الشان درجے میں ہوں گے: وَاِنْ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ خَشِيْتُ اَنْ لَّا اَرَاكَ اور اگر اللہ کریم نے اپنی رحمت کے باعث مجھے جنت میں داخل فرما بھی دیا تو نامعلوم مجھے جنت کا کون سا گوشہ نصیب ہوگا اور آپ کی زیارت سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سکون نہ پہنچا سکوں گا۔ (اور اس جنت کو میں کیا کروں گا۔ جس میں آپ کی زیارت نصیب نہ ہوگی)

''ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اپنے صحابی کے یہ حسین جذبات سن کر ابھی خاموش ہی تھے اور کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ سید الملائکہ جناب جبریل علیہ السلام یہ جان فزا مژدہ لے کر تشریف لائے کہ: اے مصطفیٰ ﷺ سے محبت کرنے والے فرمانبردار! خوش ہوجاؤ کہ رب العالمین تمہیں جنت میں اپنے محبوب کی جدائی کے صدمے سے دو چار نہیں کرے گا، بلکہ

وہ تمہیں جنت الفردوس میں سرور کائنات ﷺ کی رفاقت اور معیت نصیب فرمائے گا۔''①

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؁﴾

''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہیں۔تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔ یعنی جنت میں وہ نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور ولیوں کے ساتھ ہونگے اور یہ ساتھی تو بہت ہی اچھے ہیں۔''

کتب تفاسیر میں ہے کہ یہ ایک ثوبان رضی اللہ عنہ ہی کی بات نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہی حالت اور کیفیت تھی کہ وہ فراق رسول کا صدمہ برداشت نہ کر سکتے تھے تو رب العزت نے ان کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ بشارت اور خوشخبری نازل فرمائی کہ اے اصحاب رسول! تمہیں گھبرانے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور ان سے محبت کرنا تمہارا کام ہے اور تمہیں امام الانبیاء کے سایۂ عاطفت میں جنت کا داخلہ نصیب فرمانا میرا کام ہے۔ نیز رب العالمین نے یہ صراحت بھی فرما دی کہ یہ خصوصی انعام صرف اصحاب رسول کیلئے ہی نہیں ہے بلکہ، ﴿مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ﴾ جو بھی اللہ اور اس کے رسول کا محب اور فرمانبردار ہوگا، وہ جنت کا حق دار ہوگا اور اپنے اعمال، افعال اور کردار کے مطابق اسے اعلیٰ رفقاء اور عظیم ساتھی نصیب فرمائے جائیں گے۔ کوئی انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ہوگا...... کوئی صدیقین کے ہمراہ ہوگا...... کوئی شہداء کے قریب ہوگا اور کوئی اولیاء کے ساتھ جنت میں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان نیک لوگوں کا ساتھ نصیب فرمائے (آمین) مگر اس کیلئے بنیادی شرط ہے۔ محبت واطاعتِ مصطفیٰ۔

خادم رسول جناب انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جتنی خوشی اس فرمان رسول کو سن کر ہوئی۔ اتنی خوشی کبھی نہیں ہوئی کیونکہ وہ جنت میں بھی رسول اللہ ﷺ کی [redacted]

① المعجم الأوسط للطبرانی: ۱/ ۱۵۲، ۴۷۷۔② احسن البیان، النساء: ۶۹۔

باپ سے زیادہ پیار

اب تک کی گفتگو میں یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق "محبت مصطفیٰ" ایمان کیلئے بنیادی شرط اور اسلام کا اہم حصہ ہے اور ہر مومن کامل کو اپنے ماں باپ، اولاد، بیوی، خاندان، مال، تجارت، مکان بلکہ سارے جہان سے زیادہ نبی مکرم ﷺ کے ساتھ محبت ہونی چاہیئے اور اگر زندگی میں کسی مرحلے پر ان چیزوں کی محبت اور رسولِ محترم ﷺ کی محبت میں مقابلہ ہو جائے تو مسلمان دنیا کی ہر چیز کو قربان کر دے مگر محبت مصطفیٰ سے سرمو انحراف نہ کرے۔ اسلام کی تاریخ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت میں متعدد ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ آپ ﷺ کے جانثاروں نے محبت مصطفیٰ کی راہ میں رکاوٹ بننے والی ہر چیز کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ یہاں تک کہ اگر حُبِ رسول ﷺ کی راہ میں حقیقی باپ حائل ہوا تو اسے تہہ تیغ کرنے سے بھی اجتناب نہیں کیا بلکہ محبت رسول ﷺ میں اپنے والد کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر کے محبت رسول ﷺ کا حق ادا کر دیا۔

ایسے ہی مخلصین اور محبین میں سے ایک سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام: عامر، کنیت: ابوعبیدہ، والد کا نام: عبداللہ اور دادا کا نام: جراح ہے۔ آپ نے والد کی بجائے دادا کی طرف نسبت کے حوالے سے "ابوعبیدہ بن جراح" کے نام سے شہرت حاصل کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں سرورِ کونین ﷺ سے مل جاتا ہے۔ رسول محترم ﷺ نے آپ کو "اَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ" امت میں سب سے زیادہ امانت دار کے بے مثال لقب سے سرفراز فرمایا اور ان کے بارے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت کے وقت فرمایا:

"اگر آج ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو میں انہیں بلا تامل خلیفہ نامزد کر دیتا۔"

اسلام کے معرکہ اول غزوہ بدر میں جناب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے رسول مکرم ﷺ کی زیر کمان بڑی شجاعت، جانبازی اور بہادری کا مظاہرہ فرمایا۔ آپ کے والد کفار کی طرف سے لڑنے آئے تھے اور آبائی دین کی حمایت میں اپنے لختِ جگر کو تاک تاک کر نشانہ بنا رہے تھے۔ میدان جنگ میں باپ اور بیٹا آمنے سامنے ہوئے تو والد نے باپ دادا کے

مذہب کی طرف واپس آنے کا مطالبہ کیا جب کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں توحید الٰہی اور حب رسول کی طرف بلایا۔ باپ بار بار اپنی محبت، پیار اور پرورش کا واسطہ دے کر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اسلام سے برگشتہ کرنیکی کوشش کرتا رہا اور سیّدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ انہیں توحید وسنت کی طرف مائل اور قائل کرنے کی جدوجہد کرتے رہے اور اپنے والد کے سامنے برملا اعلان کر دیا کہ میں آپ سمیت سارے جہان کو چھوڑ سکتا ہوں مگر محبت مصطفی ﷺ سے انحراف نہیں کر سکتا۔ باپ نے بیٹے کی زبان سے حب رسول کا نعرہ مستانہ سن کر تلوار نکالی اور نور نظر پر حملہ آور ہو کر انہیں قتل کرنا چاہا۔ جناب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ طرح دے کر والد کے حملے سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہر چند یہ کوشش کی کہ والد محترم میرے اور سرور کائنات کی محبت کے درمیان حائل نہ ہوں۔ مگر جب باپ کی محبت اور مصطفی کی محبت کا مقابلہ ہوا تو سیّدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فضاء میں تلوار لہرا کر اپنے باپ کی گردن پر ماری اور اسے تن سے جدا کر کے زمین پر پھینکتے ہوئے فرمایا: [redacted]

سرزمین بدر پر یہ عجیب وغریب منظر دیکھ کر فرشتے دم بخود اور حیران وپریشان۔ کہ اے اللہ! تیرے نبی ﷺ کی محبت میں بیٹے نے اپنا باپ قربان کر دیا ہے۔ اس کی گردن کو تن سے جدا کر دیا اور والد کی زندگی کا خاتمہ کر دیا ہے۔ وہ دیکھ، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے اس فعل پر نادم وپشیمان نہیں بلکہ فرحاں اور شاداں ہے۔ کہ اس نے محبت رسول ﷺ کا حق ادا کر دیا۔ عرش سے آواز آئی: اے جبرائیل! عرض کی کیا حکم ہے، رب جلیل، فرمایا: جاؤ میری طرف سے میرے رسول کو آگاہ فرما دو کہ [redacted] اور یہ ثابت کر دیا کہ جو میرا اور تمہارا دشمن ہو وہ آپ ﷺ کے فدا کاروں کا دوست نہیں ہو سکتا۔ چاہے وہ ان کا باپ، بیٹا، بھائی یا خاندان کا فرد ہی کیوں نہ ہو۔ قرآنی الفاظ سماعت فرمایئے اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمات پر اللہ تعالیٰ کے خراج تحسین پر غور فرمایئے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ

لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾①

”(اے محبوب ﷺ) آپ ایسی قوم نہیں پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو (پھر) وہ اُن سے محبت کرے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں۔ وہ (مخالفین) اُن کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے، اُن کے بھائی ہوں یا قبیلہ کے افراد، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے ایمان کو نقش فرمادیا ہے اور اپنے فیض خاص سے انہیں تقویت عطاء فرمائی ہے اور انہیں ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا، جن کے نیچے نہریں رواں ہوں گی، وہ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوگئے، یہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی کامیاب و کامران ہے۔“②

اس آیت مبارکہ میں خالق ارض وسماء نے سیّدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم کی رسول مکرم ﷺ کے ساتھ محبت وعقیدت اور تعلق واُلفت کی داد دیتے ہوئے ان کے رفیع الشان مراتب اور ان سعادت مندوں پر اپنی خصوصی نوازشات کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان قلوبِ مطہرہ پر ایمان کو نقش فرمادیا ہے کہ وہ نقش نہ مٹ سکتا ہے نہ دھند لاسکتا ہے۔ رب العزت نے اصحابِ رسول کی فیضِ خاص سے مدد اور تائید فرمائی ہے۔ اللہ العالمین نے ان پاکبازوں کو یقیناً جنت کا داخلہ نصیب فرمادیا ہے۔ ان محبّین کی جیبوں میں رضائے الٰہی کے سرٹیفکیٹ ڈال دیے گئے ہیں۔ ان پاکیزہ نفوس کو اللہ تعالیٰ کی جماعت کے ارکان بنالیا گیا ہے، اور ان خوش نصیبوں کے ہاتھوں میں کامیابی اور کامرانی کی سندیں تھما کر ان کے سینوں پر اعزازات سجادیے گئے ہیں: ؎

① المجادلہ: ۲۲۔ ② المعجم الکبیر للطبرانی: ۱/ ۱۵۴: ۳۶۰۔

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

یہ سب کچھ اس لیے ہوا ہے کہ ان کی نظروں میں محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کچھ جچتا ہی نہیں ہے۔ اور محبت، خلوص، فرمانبرداری اور اطاعت گزاری کے لئے صرف اور صرف ان کے سامنے ایک ہی نام اور ایک ہی شخصیت جسے وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے مقدس نام سے جانتے، پہچانتے اور مانتے ہیں۔

والدین سے جدائی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سرور کائنات ﷺ کی ذاتِ گرامی سے کتنی محبت اور کتنا پیار تھا۔ اس کا اندازہ آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام جناب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی بے مثال قربانی سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کی محبت والفت کی بنا پر اپنے باپ اور چچا کے ہمراہ اپنی والدہ، بہن، بھائیوں، قوم، قبیلے اور خاندان میں جانے سے انکار کر دیا تھا اور آزادی پر غلامی کو ترجیح دے کر محبت مصطفیٰ کی ایسی عمدہ مثال پیش فرمائی کی دنیا ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

[redacted] قبیلے کے چشم وچراغ تھے ایک مرتبہ بچپن میں آپ کی والدہ محترمہ آپ کو ساتھ لے کر میکے گئیں تو بنوقین کے ڈاکوؤں نے خیمے کے باہر سے کھیلتے ہوئے نونہال زید کو اٹھایا اور عکاظ کے بازار میں حکیم بن حزام کو چار سو درھم کے عوض فروخت کر دیا۔ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی محترمہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کیا۔ ان کی وساطت سے زید کو سرور عالم ﷺ کی غلامی کا شرف حاصل ہوا۔

آپ کی والدہ اور والد کو اپنے لختِ جگر کی گمشدگی پر سخت صدمہ ہوا۔ کئی دن تک آنسو بہاتے اور بیٹے کی جدائی کے غم میں نڈھال رہے۔ آپ کے والد حارثہ نے بیٹے کے فراق میں بڑے درد انگیز اشعار کہے جن میں اپنے صاحبزادے کے گم ہونے پر رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

بَكَيْتُ عَلَى زَيْدٍ وَلَمْ اَدْرِ مَا فَعَل
اَحَيٌّ فَيُرْجٰى اَمْ اَتٰى دُوْنَهٗ اَجَل

"میر زید پر بہت رویا لیکن یہ معلوم نہ کر سکا کہ اسے کیا ہو گیا ہے۔ کیا وہ زندہ ہے جس کی واپسی کی امید کی جائے یا اسے موت آ گئی ہے۔"

فَوَاللّٰهِ مَا اَدْرِیْ وَ اِنْ کُنْتُ سَائِلًا
اَغَالَكَ سَهْلُ الْاَرْضِ اَمْ غَالَكَ الْجَبَل

"اللہ کی قسم میں نہیں جانتا اگرچہ میں پوچھتا پھرتا ہوں کہ کیا تجھے زمین نگل گئی یا پہاڑ کھا گیا۔"

فَیَا لَیْتَ شَعْرِیْ هَلْ لَكَ الدَّهْرُ رَجْعَةٌ
فَحَسْبِیْ مِنَ الدُّنْیَا رُجُوْعُكَ لِیْ بِحَل

"کاش مجھے معلوم ہو جائے کہ کیا تیرا آنا ممکن ہے۔ پس تیرا واپس آنا ہی میرے لیے دنیا میں کافی ہے۔"

زید کے والد حارثہ کے غم واندوہ اور رنج والم کو وہی سمجھ سکتا ہے جسے اس اذیت ناک صورتحال کا سامنا کرنا پڑا ہو، جس بوڑھے باپ کا بیٹا کئی سال سے لاپتہ ہو، اس کی زندگی اور موت کے بارے میں کوئی خبر نہ ہو اور اس کی خیریت کا کہیں سے علم نہ ہو سکتا ہو، تو ان بوڑھے ضعیف اور نحیف والدین پر جو گزرتی ہے۔ اس کا اندازہ شاید میں اور آپ نہ کر سکتے ہوں۔ دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کسی کے ماں باپ کو ایسے صدمے سے دوچار نہ کرے اور جو والدین ایسے صدمہ میں مبتلا ہیں اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو عافیت کے ساتھ ان تک پہنچا دے اور غم زدہ ماں باپ کو ان جاں کاہ صدمات سے نجات عطا فرما دے (آمین)

لاپتہ بیٹے کی جدائی کے صدمے کی شدت کوئی یوسف علیہ السلام کے باپ یعقوب علیہ السلام سے پوچھے جنہوں نے اپنے فرزند کی جدائی میں رو رو کر اپنی آنکھوں کی بینائی کھو دی۔

﴿وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ کَظِیْمٌ﴾[1]

یا پھر زید کے والد حارثہ کی زبانی سن لیں۔ جو اپنے نورِ نظر کی تلاش میں دردر کی خاک چھاننے اور گھر گھر کی ٹھوکریں کھانے کے بعد کہتا ہے: اے زید!

[1] یوسف: ۸۴۔ (تفصیل کے لئے ہماری کتاب خطبات سورۃ یوسف کا مطالعہ فرمائیں)

تُذَكِّرُنِيهِ الشَّمْسُ عِنْدَ طُلُوعِهَا
وَتَعْرِضُ ذِكْرَاهُ إِذَا قَارَبَ الطِّفْلُ

''ہر روز سورج اپنے طلوع کے وقت تیری ہی یاد دلاتا ہے اور جب غروب کا وقت قریب ہوتا ہے تو تیری یاد کو پھر تازہ کر دیتا ہے۔''

سَأَعْمَلُ نَصَّ الْعِيْسِ فِي الْأَرْضِ جَاهِدًا
وَلَا أَسْأَمُ التَّطْوَافَ أَوْ تَسْأَمُ الْإِبِلُ

''میں اونٹ کی طرح چل کر تیری تلاش میں ساری دنیا چھان ماروں گا۔ اور زندگی بھر اس آوارگی سے نہیں تھکوں گا۔ یہاں تک کہ اونٹ تھک جائے۔''

حَيَاتِيَ أَوْ تَأْتِيَ عَلَيَّ مَنِيَّتِي
وَكُلُّ امْرِءٍ فَانٍ وَإِنْ غَرَّهُ الْأَمَلُ

''یا میری زندگی ختم ہو جائے یعنی مجھے موت آ جائے اور ہر شخص فانی ہے اگرچہ اُمید اسے دھوکے میں مبتلا کیے رکھے۔''

أُوصِي بِهِ قَيْسًا وَعَمْرًا كِلَيْهِمَا
وَأُوصِي يَزِيْدًا ثُمَّ مِنْ بَعْدِهِمْ جَبَلُ

''میں زید کے بھائیوں قیس، عمر، یزید اور جبل کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ میرے مرنے کے بعد بھی اس کی تلاش جاری رکھیں۔''

جناب زید کی گمشدگی کے کئی سال بعد بنو کلب کے چند افراد حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے مکہ مکرمہ آئے تو جناب زید رضی اللہ عنہ سے ان کی اچانک ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے زید کو پہچان لیا اور انہیں ان کے یعقوب صفت باپ کا ماجرائے غم سنایا۔ اپنے والد کی بے قراری، بے تابی اور غم کا حال سن کر جناب زید رضی اللہ عنہ کا دل بھی بھر آیا۔ انہوں نے کہا:

یقیناً میرے والد نے میری جدائی میں نوحہ خوانی کی ہوگی۔ آپ میرے والد محترم اور خاندان والوں کو میری طرف سے سلام اور یہ پیغام پہنچا دیں کہ میں اگرچہ اپنی قوم سے

دور مشعر حرام کے قریب رہتا ہوں مگر اپنی قوم سے ملاقات کا خواہش مند ہوں۔ (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ) میں زندہ اور بخیریت ہوں اس لئے تم میری وجہ سے غم والم کا اظہار نہ کرو اور اونٹوں کی طرح دنیا کی خاک نہ چھانوں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں مکہ معظمہ کے ایک معزز خاندان کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہوں۔ اس لئے میرے متعلق فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

ہمارا بیٹا لوٹا دیں

بنو کلب کے حجاج کرام نے واپس جا کر جناب زید رضی اللہ عنہ کے والد کو صورتحال کی اطلاع دی تو خوشی سے ان کی آنکھیں چمک اٹھیں اور انہوں نے ازراہ تعجب پوچھا کہ کیا وہ میرا ہی نورِ نظر تھا؟ حاجیوں نے تفصیل کے ساتھ حلیہ، جائے قیام اور سرور کائنات ﷺ کے حالات سے آگاہ فرمایا تو انہیں یقین آ گیا اور وہ اسی وقت اپنے بھائی کعب کو ہمراہ لے کر مکہ مکرمہ کی طرف چل پڑے اور سرور کونین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بصد ادب و احترام عرض کی: اے عبدُ اللہ کے صاحبزادے! عبد المطلب کے پوتے اور اپنی قوم کے رئیس محمد ﷺ، آپ اہل حرم اور بیت اللہ کے محافظ ہیں، مصیبت زدگان کے ہمدرد و معاون اور قیدیوں کے غم خوار و غمگسار ہیں۔ ہم آپ کی خدمت میں اپنے لخت جگر اور نورِ نظر کی آزادی کی درخواست لے کر حاضر ہوئے ہیں۔ آپ جس قدر فدیہ چاہیں ہم ادا کرنے کیلئے تیار ہیں۔ ہم منہ مانگا معاوضہ دیں گے۔ آپ خدا کیلئے ہمارا "بیٹا" ہمیں لوٹا دیں۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم کس کی آزادی کی بات کر رہے ہو۔ وہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: "زید بن حارثہ۔"

سرور کائنات ﷺ نے جناب زید کا نام سن کر لمحہ بھر توقف کے بعد فرمایا۔ زید تمہارا بیٹا ہے؟ حارثہ نے عرض کی: حضور! میرا نام حارثہ ہے، یہ میرا بھائی کعب ہے، زید ہمارا فرزند ہے۔ اسے بچپن میں ڈاکوؤں نے اٹھا لیا اور وہ خوش قسمتی سے کسی طرح آپ کی کفالت اور حفاظت میں آ گیا ہے۔ ہماری درخواست ہے کہ اسے ہمارے ساتھ جانے کی اجازت فرمائی جائے۔ ہم آپ کی حسبِ خواہش فدیا اور معاوضہ دینے کو تیار ہیں۔ ادھار نہیں بلکہ نقد سونا چاندی حاضر ہے۔ آپ حکم فرمائیں کہ ہم کیا اور کتنا پیش کریں۔

آپ ﷺ نے زید کے والد اور چچا سے پوچھا کہ زید کی واپسی کے علاوہ تمہارا کوئی اور مطالبہ بھی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں سرکار! ہمیں ہمارا فرزند لوٹا دیں۔ ہم کوئی اور اپیل نہیں کریں گے۔ رحمت مجسم ﷺ نے فرمایا: اب آپ فدیہ، معاوضہ اور رقم کی بات بالکل نہیں کریں گے اور نہ میں اس کا تقاضا کروں گا۔ جہاں تک زید کی آپ کے ساتھ روانگی کا تعلق ہے۔ اگر زید جانے پر رضا مند ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں اور میری طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ زید کو آپ کے سامنے بُلا کر اختیار دے دیتے ہیں۔ اگر وہ آپ کے ساتھ جانا پسند کرے تو وہ آپ کا بیٹا ہے۔ لے جائیں اور اگر وہ آپ پر مجھے ترجیح دے تو اللہ کی قسم میں ایسا نہیں ہوں جو اپنے ترجیح دینے والے پر کسی کو ترجیح دوں۔ حارثہ اور کعب نے شکریہ کیساتھ اس فیصلے پر رضا مندی ظاہر کر دی۔ ان کا خیال ہوگا کہ ہمارا بیٹا ہم پر کسی دوسرے کو اور آزادی پر غلامی کو ترجیح کیسے دے سکتا ہے۔

جناب زید رضی اللہ عنہ کو مجلس میں بُلایا گیا تو سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: اے زید! ان دو آدمیوں کو پہچانتے ہو؟ عرض کی: اچھی طرح جانتا ہوں، یہ میرے والد محترم اور دوسرے میرے چچا جان ہیں فرمایا: کیا تمہیں پتہ ہے یہ کس لیے آئے ہیں۔ عرض کی: نہیں آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔ ان کا مطالبہ ہے کہ آپ مجھے چھوڑ کر اپنے ماں باپ کے گھر چلے جائیں۔ زید نے عرض کی، حضور! آپ ﷺ نے کیا فیصلہ فرمایا ہے۔ ارشاد ہوا: اے زید! میں نے قرعۂ انتخاب تمہارے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ میں کون ہوں؟ تمہیں بخوبی علم ہے، میری ہم نشینی اور قربت کے حال سے بھی تم پوری طرح واقف ہو۔ اب تمہیں اختیار ہے کہ اپنے باپ اور چچا کے ساتھ جانا پسند کرو یا میرے پاس رہنا پسند کرو۔ تم جو بھی فیصلہ کرو گے اسی پر عمل ہوگا اور تمہاری رائے کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا جائے گا۔''

ساتھ نہیں جاؤں گا

آپ ذرا تصور کیجئے ایک طرف ماں، باپ، چچا، بھائی، خاندان، قوم اور قبیلے کی محبت ہے اور دوسری طرف اکیلے مصطفیٰ ﷺ کا پیار ہے۔۔۔ ایک طرف آزادی ہے اور

دوسری طرف غلامی ..... ایک طرف نوکری ہے اور دوسری طرف حکمرانی ..... ایک طرف اپنا گھر ہے اور دوسری طرف بیگانہ در..... ایک طرف اپنا دیس ہے اور دوسری طرف پردیس ..... جناب زید رضی اللہ عنہ نے ایک نگاہ الفت اپنے باپ اور چچا کے چہروں کی طرف ڈالی دوسری نگاہ محبت سے سرکار دو عالم ﷺ کے روخِ انور کی زیارت کی اور اعلان کر دیا کہ میں "محمد مصطفیٰ ﷺ" پر کسی دوسرے کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ آپ ہی میرے ماں باپ ہیں، میں آپ ﷺ کا درِ رحمت چھوڑ کر والدین کے گھر نہیں جاؤں گا اور آپ ﷺ کی غلامی پر ہزاروں آزادیاں قربان کر سکتا ہوں مگر آپ ﷺ کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔

سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے اس اعلان محبت نے باپ اور چچا کو حیرت اور پریشانی میں ڈال دیا۔ انہوں نے تعجب سے پوچھا: زید! افسوس تم نے غلامی کو آزادی پر، پردیس کو وطن پر، اور ماں، باپ اور چچا کی محبت کو غیر کی الفت پر ترجیح دی اور سالوں کی جدائی کے بعد بھی تم نے ہمارے ساتھ چلنا پسند نہیں کیا۔ آخر ماجرا کیا ہے؟ جناب زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"مجھے اس ذات اقدس میں ایسے محاسن نظر آتے ہیں کہ میں ان کی محبت پر کسی دوسرے کو ترجیح نہیں دے سکتا۔"

نبی مکرم، شفیق مجسم ﷺ نے جناب زید رضی اللہ عنہ کے اس خلوص اور محبت کی اس قدر عزت افزائی فرمائی کہ اسی وقت دہلیز کعبہ کے قریب حجر اسود کے پاس لے کر اعلان عام فرمادیا "آج کے بعد زید، محمد ﷺ کا بیٹا ہے"۔ آپ ﷺ کے اس اعلان مبارک سے جناب زید رضی اللہ عنہ کے والد اور چچا کے پریشان دلوں کو قرار نصیب ہوا اور وہ اپنے لختِ جگر کو ایک شفیق اور معزز باپ کی آغوش عاطفت میں دے کر اطمینان کے ساتھ واپس یمن چلے گئے۔

نبی محترم ﷺ کے جنابِ زید رضی اللہ عنہ کو منہ بولا بیٹا بنا لینے کے بعد آپ کو زید بن محمد ہی کہا جانے لگا۔ جب قرآن حکیم میں متبنّٰی کی نسبت حقیقی باپ کی طرف کرنے کا حکم نازل ہوا تو پھر آپ زید بن حارثہ کے نام سے مشہور ہوئے۔①

① ماخوذ از: سیر الصحابہ، جلد دوم۔ حصہ مہاجرین۔

میں جناب زید رضی اللہ عنہ کے اس عجیب واقعہ سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ اصحاب رسول کو اپنے آقا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ اپنے ماں، باپ، عزیز واقارب اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت والفت اور انس وعقیدت تھی۔ یہی قرآن مجید کا حکم، اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور سرورِ کونین ﷺ کا فرمان ہے: بقول شاعر ۔

محمد کی محبت دین حق کی شرطِ اول ہے
اسی میں اگر خامی ہے تو سب کچھ نامکمل ہے

ماں کی بھوک ہڑتال

نبی معظم رحمت عالم ﷺ کے فدا کاروں اور جانثاروں میں کئی ایسے محب مخلص بھی تھے جنہوں نے جنم دینے والی ماں اور محمد ﷺ کی محبت کے تقابل میں آقا علیہ الصلاۃ والسلام کی محبت کا انتخاب کیا اور پیارے پیغمبر ﷺ کی محبت پر ماں کی ممتا کو قربان کر دیا۔ ایسے وفا شعاروں میں ایک جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے زبان رسالت سے جنت کی بشارت پائی آپ رضی اللہ عنہ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے، آپ کو دربار رسالت سے ''رجلِ صالح'' کا عظیم لقبِ مرحمت فرمایا گیا اور غزوہ احد کے موقع پر نبی مکرم ﷺ نے آپ کی شجاعت اور بہادری اور تیر اندازی کی داد دیتے ہوئے فرمایا:

((یَا سَعْدُ اِرْمِ فِدَاكَ اَبِيْ وَ اُمِّيْ)) ①

''اے سعد تیر چلاتے جاؤ، میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔''

دامادِ رسول سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں نے سعد رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کے حق میں ایسے الفاظ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نہیں سنے۔ ②

آپ رضی اللہ عنہ کے صحیفۂ اخلاق میں اتباع سنت، زہد وتقوی اور ''حبِّ رسول'' خاص اوصاف ہیں۔

---

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب اذهمت طائفتان منكم:٤٠٥٩۔
② صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب اذهمت طائفتان......: ٤٠٥٨۔

خاتم الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے اعلان نبوت کے وقت آپ اُنیس سال کے صحت مند اور خوبصورت نوجوان تھے اور مکہ معظمہ کے نوجوانوں میں نہایت شریف النفس اور سلیم الفطرت سمجھے جاتے تھے۔زبان نبوت سے توحید الٰہی کی آواز سنتے ہی اسلام قبول کرلیا اور بالغ مردوں میں تیسرے یا ساتویں مسلمان ہونے کا شرف عظیم حاصل فرمایا۔

جناب سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ ''حمنہ'' کو اپنے آبائی مذہب سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا۔ اس لیے اپنے گھر کے کسی فرد کا مسلمان ہو جانا اس کے لئے بڑی تکلیف اور پریشانی کا سبب تھا۔ جناب سعد رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے بڑے فرماں بردار، اطاعت شعار اور خدمت گزار بیٹے تھے وہ ہمہ وقت اپنی ماں کی خدمت اور دلجوئی میں لگے رہتے، انہیں معلوم تھا کہ جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔وہ ماں کی قدر و قیمت اور اہمیت وفضیلت سے پوری طرح باخبر تھے۔

اے جوانانِ ملت! مکہ مکرمہ کا اُنیس سالہ نوجوان اس بات پر کامل یقین رکھتا تھا کہ:

ماں اک باغ بہشت دا بوٹا، ٹھنڈیاں جس دیاں چھاواں
ماں دی قدر پچھ اونہاں نوں، مر جان جنہاں دیاں ماواں

اور

ماواں باجھ یتیم نمانے در در دھکے کھاون
کتھوں آون پیاریاں ماواں جو پھڑ سینے نال لاون

افسوس صد افسوس، کہ آج کا نوجوان ماں کی قدر سے ناواقف،ماں کی خدمت سے ناآشنا اور ماں کی فضیلت سے بے خبر ہے، جبکہ ہمارے آقا جناب محمد ﷺ نے ماں کے خدمت گزار کو جنت کی بشارت اور ماں کے نافرمان، گستاخ اور بے ادب کو دوزخ کی وعید سنائی ہے، ماں کون اور کیا ہے؟

ماں زندگی ہے مرکز صبر و قرار ہے
ماں اک چمن ہے جس میں مسلسل بہار ہے

ماں لطف ہے، سکون ہے، شفقت ہے، پیار ہے
ماں اک عظیم نعمتِ پروردگار ہے
ماں جنت کی ہوا، جنت کا پھول ہے
ماں کے بغیر زندگی بالکل فضول ہے

میری ملت کے نوجوانوں! اپنی ماؤں کی خدمت، عزت، تعظیم، تکریم، احترام اور توقیر کیا کرو۔ اس ماں نے بڑی اذیتوں، تکلیفوں اور دشواریوں کے بعد ہمیں پالا، پوسا اور جوان کیا ہے۔ اس عظیم ہستی کے وجود کو غنیمت سمجھیے۔ اس کی خدمت میں سعادت ہے۔ اس کی عزت میں عظمت ہے اور اس کے پاؤں تلے جنت ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو اپنے والدین کی خدمت اور عزت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور میرے والدین سمیت تمام فوت شدگان کی مغفرت فرما کر انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطاء فرمائے۔ آمین

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ جناب سعد رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے بڑے خدمت گزار اور فرماں بردار تھے اور ان کی والدہ ''حمنہ'' کو اپنے آبائی دین سے گہری وابستگی تھی اور وہ خاندانی رسوم پر بڑی سختی سے کاربند تھیں۔ جب انہیں علم ہوا کہ ان کے فرزند سعد نے محمد ﷺ کا کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا ہے تو از حد غمگین اور پریشان ہوئیں اور جناب سعد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم محمد ﷺ کے دین کا انکار کر کے واپس آباء و اجداد کے مذہب کی طرف آ جاؤ۔ جناب سعد رضی اللہ عنہ نے بڑے ادب و احترام اور نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی مگر والدہ نے دین محمدی کو چھوڑنے پر اصرار کیا اور دھمکی دی کہ اگر تم نے محمد مصطفیٰ ﷺ سے اپنا تعلق نہ توڑا تو میں کھانا پینا بند یعنی بھوک ہڑتال کر دوں گی اور موت آنے تک پیٹ میں کوئی چیز نہیں اتاروں گی۔

ماں اور محمد ﷺ

جناب سعد رضی اللہ عنہ کا اپنا بیان ہے کہ میں نے اپنی والدہ کی بڑی منت سماجت کی، بار بار سمجھایا اور درخواست کی کہ سرور کونین ﷺ کا دین قبول کرنے کے باوجود آپ کا ادب و احترام کروں گا اور آپ کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کروں گا۔ مگر

میری تمام تر کوششوں اور سمجھانے کے باوجود میری ماں نے کھانا پینا ترک کر دیا اور شام تک کوئی چیز حلق سے نیچے نہ اُتاری۔ میں نے پھر بارہا مرتبہ درخواست کی کہ امّاں جان! ضد کو چھوڑ دیں، اپنی جان کو تکلیف میں مبتلا نہ کریں میرے سر الزام نہ دیں، میں آپ کی اُسی طرح خدمت کرتا رہوں گا، مگر میری والدہ نے میری ایک نہ مانی اور اپنی ضد پر قائم رہیں۔ تا آنکہ دوسرا دن بھی اسی پریشانی میں گزر گیا اور میری ماں نے بھوک ہڑتال قائم رکھی۔ میں بھی اپنے مؤقف پر ڈٹا رہا کہ چاہے کچھ ہو جائے میں سرورِ کائنات ﷺ کا دین نہیں چھوڑوں گا۔

جب میری ماں کی بھوک ہڑتال کا تیسرا دن شروع ہوا تو ان کی حالت بگڑنی شروع ہوگئی، میں نے پھر عاجزانہ درخواست کی کہ امّاں جان! پورے خاندان کی عزت و آبرو کو داؤ پر نہ لگائیں یہ کھانا کھائیں، پانی پئیں، ہوش کریں۔ میں آپ کا بیٹا ہوں آپ کی خدمت میرا فرض ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں اپنے اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی اور سستی نہیں کروں گا۔ مگر میری امّاں کا ایک ہی مطالبہ کہ **لَا آكُلُ وَلَا أَشْرَبُ حَتّٰى أَمُوْتَ،** میں مر جاؤں گی مگر نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی۔ ہاں اگر تم مجھے کھلانا، پلانا اور زندہ دیکھنا چاہتے ہو، **لَتَدَعُنَّ دِيْنَكَ هٰذَا،** پھر تمہیں اپنے اس دین کو چھوڑنا ہوگا۔ اب تمہاری مرضی ہے کہ ماں کے قاتل کہلاؤ یا میرا مطالبہ پورا کر کے میری زندگی بچا لو۔

جناب سعد رضی اللہ عنہ حالات کی نزاکت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ **فَتَعَيَّرَ بِيْ فَقَالَ يَا قَاتِلَ أُمِّهِ،** لوگوں نے میری عیب جوئی شروع کر دی اور مجھے ''ماں کا قاتل'' کہا جانے لگا، آخر کار جناب سعد رضی اللہ عنہ دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ رنگ اُڑا ہوا، آنکھیں متورّم اور چہرے پر افسردگی، اپنے صحابی کی یہ حالت دیکھ کر غم خوار اور ہمدرد آقا نے پوچھا: سعد کیا ہوا؟ جناب سعد رضی اللہ عنہ نے تین روزہ کاروائی بیان فرمائی۔ تو اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ بھی پریشان ہو گئے اور لمحہ بھر کیلئے خاموشی اختیار فرمائی۔ آپ ذرا تصور فرمائیے۔

- مرید بھی خاموش
- پیر بھی خاموش۔
- سائل بھی خاموش
- مسؤل بھی خاموش۔
- نبی ﷺ بھی خاموش
- امتی بھی خاموش۔
- رسول اللہ ﷺ بھی خاموش
- صحابی بھی خاموش۔
- آقا بھی خاموش
- غلام بھی خاموش ---آخر کیوں؟

قرآن حکیم اس کا جواب یوں دیتا ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○﴾ ①

نبی مکرم ﷺ اپنی مرضی اور خواہش سے اپنی زبان مبارک کو حرکت نہیں دیتے وہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق گفتگو فرماتے ہیں۔ ابھی چند لمحات ہی گزارے تھے آسمان سے جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور جناب سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں قرآنی آیت کو سرور کونین ﷺ کے قلب اطہر پر نازل فرما دیا، حکم ہوا:

﴿وَ إِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى أَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا﴾ ②

اور اگر تمہارے ماں باپ تم پر دباؤ ڈالیں کہ تم میرے ساتھ اس شئ کو شریک ٹھہراؤ جس کا تمہیں علم تک نہیں تو پھر ان کی اطاعت و فرماں برداری نہ کرو۔ البتہ دنیا میں ان کے ساتھ اچھے طریقے سے گزارا کرو۔

جناب سعد رضی اللہ عنہ زبان نبوت سے یہ قرآنی الفاظ سن کر فوراً گھر تشریف لائے تو والدہ کو اُسی حالت میں پایا، سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے والدہ کو پھر سمجھانے کی کوشش کی، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا اور سعد رضی اللہ عنہ کی ماں نے اپنا وہی مطالبہ دہرایا تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے اعلان کے انداز میں فرمایا:

((يَا أُمَّهْ تَعْلَمِيْنَ وَاللّٰهِ لَوْ كَانَتْ لَكِ مِائَةُ نَفْسٍ فَخَرَجَتْ نَفْسًا نَفْسًا مَا تَرَكْتُ دِيْنِيْ هٰذَا لِشَيْءٍ إِنْ شِئْتِ فَكُلِيْ وَإِنْ شِئْتِ لَا تَأْكُلِيْ))

① النجم: ۳، ۴۔ ② لقمان: ۱۵۔

"اے میری ماں ! تو خوب اچھی طرح جان لے کہ اب تو تیری ایک جان ہے جسے میرے سر چڑھ کر ضائع کرنے کی دھمکی دے رہی ہو اور تین دن سے بھوک ہڑتال کر رکھی ہے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر یہ اعلان کر رہا ہوں کہ اگر تیرے قالب میں سو جانیں بھی ہوں اور سب ایک ایک کر کے نکل جائیں باالفاظ دیگر اگر تیرے جیسی میری سو مائیں بھی ہوں تو میں ایک ایک کر کے قربان تو کر سکتا ہوں مگر مصطفیٰ ﷺ کا کلمہ نہیں چھوڑ سکتا"۔ آقا کی محبت نہیں چھوڑ سکتا، پیغمبر ﷺ کا پیار نہیں چھوڑ سکتا، اب تمہاری مرضی پر منحصر ہے کہ دل چاہے تو کھالو اور اگر دل نہ چاہے تو بے شک نہ کھاؤ۔ میں تمہاری جان بچانے کیلئے اپنا دین نہیں چھوڑ سکتا، فَاَكَلَتْ، جناب سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا عزم مصمم دیکھ کر میری ماں نے بھوک ہڑتال ختم کر دی اور خود ہی کھانا پینا [redacted]

بقول شاعر: ؎

سعد کہیا سُن اماں میری تُوں سو واری مر جاویں
سو واری پھر زندہ ہو ویں مینوں کلمہ پڑھ دیاں پاویں
جادو گر توں جس نوں آکھیں اوہ جنت راہ دکھلاوے
جیہڑا اُس دا کلمہ پڑھ دا اونہوں وی نال لے جاوے

سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ کا عقیدہ یہ تھا کہ جب ماں اور محمد ﷺ کی محبت کا مقابلہ ہو جائے تو ماں کو چھوڑا جا سکتا ہے۔ مگر مصطفیٰ ﷺ کی محبت اور پیار کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔ یہی تقاضا ہے "محبت مصطفیٰ" کا اور یہی مطالبہ ہے "اطاعتِ رسول ﷺ" کا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول محترم ﷺ کی حقیقی محبت واطاعت نصیب فرمائے۔ آمین

مسلمانوں کا حال

رسول اللہ ﷺ کی حقیقی اور سچی محبت کا تقاضا یہی ہے کہ آپ ﷺ کی اتباع اور فرماں برداری کی جائے اور زندگی کے جمیع معاملات و معمولات میں نبی رحمت ﷺ کی سیرت طیبہ سے راہنمائی حاصل کی جائے اور عبادات سمیت ہر کام آپ ﷺ کے اسوۂ

① صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضل سعد بن ابی [redacted]

حسنہ کے مطابق انجام دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اتباعِ سنت کو اپنی محبت کا معیار اور پیار کی کسوٹی قرار دیتے ہوئے فرمایا:

((مَنْ اَحْيَا سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَ مَنْ اَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ))[1]

''جس شخص نے میری سنت کو زندہ کیا، اُس سے محبت کی اور اُس پر عمل کیا تو پس تحقیق اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے پیار کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔''

اس روایت نے یہ امر واضح کر دیا کہ محبت مصطفیٰ کی نشانی آپ ﷺ کی سنت سے پیار اور اس پر عمل ہے اگر کوئی شخص نبی مکرم ﷺ کے طریقے اور سنت پر تو عمل نہیں کرتا ہے مگر زبان سے دعوائے محبت کرتا ہے تو ایسا انسان اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اور اسے آپ سے سچی اور حقیقی محبت نہیں ہے۔ اگر آج مسلمانوں کی مجموعی حالت کو دیکھا جائے تو ہم محبت رسول کے زبانی نعرے بہت لگاتے ہیں مگر آپ ﷺ کی سنتوں اور احادیث پر عمل کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ اگر بدعت سے روکا جائے۔ رسومات سے منع کیا جائے اور حدیث پر عمل کرنے کی رغبت دلائی جائے۔ تو اکثر لوگ بڑی ڈھٹائی اور جرأت سے یہ کہہ دیتے ہیں۔ جی، حدیث تو ایسے ہی ہو گی مگر ہمارے امام صاحب، بزرگ صاحب، مولوی صاحب، پیر صاحب، اور حضرت صاحب نے اس پر عمل نہیں کیا۔ لہٰذا ہم بھی اس طریقہ رسول ﷺ کو اپنانے کیلئے تیار نہیں ہیں اس کے باوجود ہمیں رسول اللہ ﷺ سے بڑی محبت اور آپ سے بڑا پیار ہے۔ استغفر اللہ

آپ غور فرمائیں کہ آج کے اکثر مسلمانوں کا عقیدہ، قرآن و سنت کے مطابق نہیں ہے...... عمل، حدیثِ رسول کے موافق نہیں ہے...... لباس اور حجامت...... چال اور ڈھال...... دکانداری اور کارو بار...... تجارت اور سیاست...... معیشت اور معاشرت

[1] جامع ترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی الاخذ بالسنة واجتناب البدع: ٢٦٧٨؛ قال الترمذی، هٰذا حديث حسن غريب۔

.....طرزِ زندگی اور آدابِ رہن سہن.....غمی اور خوشی کے معمولات.....تعلق داری اور رشتہ داری کے معاملات.....غرض کوئی چیز بھی سنتِ رسول ﷺ کے مطابق نہیں ہے۔ مگر دعویٰ ہر ایک کا یہی ہے کہ کائنات میں سب سے زیادہ مجھے رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے۔ عربی شاعر نے ہماری اس حالت زار پر اظہار افسوس کرتے ہوئے سچ کہا ہے کہ ؎

تَعْصِ الرَّسُوْلَ وَاَنْتَ تَظْهَرُ حُبَّهٗ
هٰذَا لَعَمْرِیْ فِی الزَّمَانِ بَدِیْعٗ

''میرے لیے تو زمانے میں بڑی عجیب بات یہ ہے کہ تم عملاً تو رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرتے ہو مگر زبانی ان سے محبت کا اظہار کرتے ہو۔''

لَوْ کَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَاَ طَعْتَهٗ
اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُحِبُّ مُطِیْعٗ

''اگر تمہیں رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت ہوتی تو تم انکی فرماں برداری اور اطاعت کرتے کیونکہ محب تو ہمیشہ اپنے محبوب کا فرماں بردار اور اطاعت گزار ہوتا ہے۔''

ہم میں سے ہر شخص کو اپنے اعمال و افعال اور قول و کردار کا خود محاسبہ کرنا چاہیے کہ کیا ہمارے شب و روز، لیل و نہار، صبح و مساء اور دن رات رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق گزر رہے ہیں اگر ایسا ہے تو ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس ذاتِ کریم نے ہمیں اتباعِ رسول اور محبت مصطفیٰ کی عظیم سعادت سے نواز رکھا ہے اور اگر ہمارے خیالات و نظریات اور معاملات و معمولات نبی محترم ﷺ کی سنت اور طریقے کے مطابق نہیں ہیں تو پھر ہمیں فکر کرنی چاہیے اور سوچ لینا چاہیے: ؎

خلاف پیغمبر کسے راہ گزید.....کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

''جو شخص بھی پیغمبر ﷺ کی مخالفت کا راستہ اختیار کرے گا وہ اپنی منزل (جنت) تک ہرگز نہیں پہنچ سکے گا۔''

اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ امت مسلمہ غیروں سے محبت کا رشتہ توڑ کر رسول مکرم ﷺ سے الفت کا حقیقی رشتہ قائم کرے اور آپ کی محبت پر تمام محبتوں کو قربان کر دے۔ ہر کام میں اتباع رسول ﷺ کو اپنا کر محبت مصطفیٰ کا عملی مظاہرہ کرے۔

جو کوئی رکھتا ہے دل میں الفتِ خیر الوریٰ
صادق و کامل وہی ہے امتِ خیر الورٰے

ہے جہاں قرآن میں کلمہ اطیعوا اللہ کا
ساتھ ہی اس کے لگا ہے طاعت خیر الوریٰ

اصل دینِ مصطفیٰ ہے سنتِ خیر الوریٰ
مغزِ شرع مصطفیٰ ہے سنتِ خیر الورٰے

بدعتی کی کس طرح مقبول ہو صوم وصلوۃ
ہر عبادت کا سرا ہے سنت خیر الورٰے

ہم کو بس کافی ہیں دو مہریں ہدایت کیلئے
ایک قرآں دوسری سنتِ خیر الورٰے

جس طرح توحید ہے حُبِّ الٰہی کا نشاں
حُبِّ نبوی کا پتہ ہے سنت خیر الورٰے

محبتوں کا ٹکراؤ

روح کے میلان اور دلی کشش کا نام ''محبت'' ہے اور یہ ایک غیر مرئی یعنی نظر نہ آنے والی چیز ہے۔ اس کے پرکھنے، آزمانے اور جانچنے کی ایک ہی کسوٹی ہے اور وہ ہے دو محبتوں میں تصادم اور ٹکراؤ۔ یعنی جب دو محبتوں کا مقابلہ ہوتا ہے اور ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کی نوبت آتی ہے تو پھر پتہ چلتا ہے کہ اس شخص کو کس کے ساتھ زیادہ محبت ہے۔ زیر بحث آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے محبت الٰہی اور محبت رسول کو جانچنے کا یہی معیار بیان فرمایا ہے اور اس آیت میں رب العالمین نے ان تمام محبتوں کا ذکر فرمایا ہے، جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کا ٹکراؤ اور مقابلہ ہو سکتا ہے۔

- کبھی ماں باپ کے مطالبات سے ٹکراؤ ہو سکتا ہے۔
- کبھی اولاد کی ضروریات سے ٹکراؤ ہو سکتا ہے۔
- کبھی بہن بھائیوں کے مفادات سے ٹکراؤ ہو سکتا ہے۔

❁ کبھی بیویوں کی خواہشات سے ٹکراؤ ہو سکتا ہے۔
❁ کبھی برادری کی رسومات سے ٹکراؤ ہو سکتا ہے۔
❁ کبھی مالی معاملات سے ٹکراؤ ہو سکتا ہے۔
❁ کبھی تجارتی نقصانات سے ٹکراؤ ہو سکتا ہے۔
❁ کبھی رہائشی مکانات سے ٹکراؤ ہو سکتا ہے۔

قرآنی الفاظ کو ایک مرتبہ پھر ذہن میں لائیں اور محبتوں کے ٹکراؤ پر غور فرمائیں تو ان شاء اللہ العزیز محبت رسول اور الفت مصطفیٰ ﷺ کی حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی۔ فرمان الٰہی ہے کہ:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ٌاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ [1]

”(اے رسول ﷺ) آپ (اعلان) فرما دیں کہ (اے لوگو) اگر تمہارے باپ دادا، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں (اور بیویوں کے خاوند) تمہارے خاندان، تمہارے کمائے ہوئے مال، تمہاری تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہاری پسندیدہ رہائش گاہیں، تمہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول (جناب محمد مصطفیٰ ﷺ) سے اور اسکی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب (پیاری) ہوں تو پھر اللہ تعالیٰ کے حکم (عذاب) کا انتظار کرو اور اللہ تعالیٰ نافرمان قوم کو ہدایت نصیب نہیں فرماتا۔“

صحابہ کرام اور صحابیات مکرمات رضی اللہ عنہم میں یہ جذبۂ صادقہ بدرجہ اتم موجود تھا کہ وہ محبتوں کے اس ٹکراؤ اور مقابلے میں ہمیشہ محبت رسول ﷺ کو ترجیح دیتے اور محبت

---

[1] التوبہ: ٢٤۔

مصطفی ﷺ پر تمام محبتوں کو قربان کر دینا ہی تقاضائے ایمان گردانتے تھے، جنگ احد میں مسلمانوں کے نقصان اور سرور عالم ﷺ کے زخمی ہونے کی خبر سن کر ایک صحابیہ سیّدہ ہند رضی اللہ عنہا حالات سے آگاہی کیلئے مدینہ منورہ سے میدان احد کی طرف روانہ ہوئیں راستے میں انہیں اطلاع ملی کہ ان کا بیٹا جام شہادت نوش کر گیا ہے۔ انہوں نے الحمد للہ کہہ کر پوچھا کہ پیغمبر اکرم ﷺ کے زخموں کا کیا حال ہے؟ بتایا گیا کہ آپ ﷺ خیریت ہیں۔ مگر اس پارسا عورت نے زیارت رسول کیلئے سفر جاری رکھا۔ تھوڑی دور پہنچ کر اسے خبر ملی کہ اس کا بھائی بھی میدان احد میں کام آ گیا ہے۔ اس نے اس سعادت پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے محسن انسانیت ﷺ کا حال پوچھا۔ اسے تسلی دی گئی کہ آپ ﷺ کی حالت خاصی بہتر ہے مگر یہ نیک خاتون محبوب اکرم ﷺ سے ملاقات پر اصرار کرتے ہوئے سر زمین احد کی طرف روانہ رہی۔ راستے میں ہی اسے بتایا گیا کہ تیرا خاوند عمرو بن جموح انصاری رضی اللہ عنہ بھی مرتبہ شہادت پر فائز ہو گیا ہے۔ سر کے تاج کی شہادت کی خبر سن کر اس کے قدم لڑکھڑائے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ مگر اس نے پھر الحمد للہ کہا اور مطالبہ کیا کہ مجھے سرور کائنات کی زیارت کروائی جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے دربار رسالت میں پیش کیا۔ آپ نے اسے حوصلہ اور تسلی دینا چاہی تو ہند رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! آپ کی صحت مندی کا یقین ہونے اور آپ کے رخِ انور کی زیارت کے بعد مجھے کوئی صدمہ اور تکلیف نہیں ہے، **كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ**، آپ کی سلامتی کو پالینے کے بعد تو کوئی مصیبت، مصیبت ہی نہیں ہے۔ اس صالحہ خاتون کے جذبات عقیدت کا ترجمہ کسی نے یوں کیا ہے کہ ؎

[redacted] اقدس کو جو دیکھا تو کہا
تو سلامت ہے تو پھر ہیچ ہے سب رنج و الم
میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہِ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جذبہ محبت

[redacted] رضی اللہ عنہ ایسے محب مخلص اور جانثار و وفادار تھے کہ انہوں نے دنیا کی تمام محبتوں اور الفتوں کو سرور کونین ﷺ کی محبت پر قربان کر دیا تھا اور وہ آپ کی حفاظت اور دفاع میں اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کیا کرتے تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف سفر ہجرت کے دوران سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ [redacted]، کبھی آپ ﷺ کے آگے چلتے اور کبھی پیچھے، کبھی دائیں طرف ہوجاتے اور کبھی بائیں طرف چلنا شروع کر دیتے۔ جب امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگے، پیچھے، دائیں اور بائیں چلتے دیکھا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بے قراری اور بے چینی ملاحظہ فرمائی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا کر رہے ہو؟ کبھی آگے ہو جاتے ہو اور کبھی پیچھے ہٹ جاتے ہو محبِ مخلص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! جب خیال آتا ہے کہ کہیں دشمن پیچھے سے حملہ آور نہ ہو تو میں آپ کے دفاع کیلئے پیچھے چلنا شروع کر دیتا ہوں۔ پھر خیال آتا ہے کہ کہیں کوئی دشمن آگے چھپ کر نہ بیٹھا ہوا ہو تو میں آپ کی حفاظت کیلئے آگے آجاتا ہوں۔

جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس محبت، پیار اور خلوص کا حال سن کر محسن اعظم ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اگر دشمن ہم پر حملہ کرے تو میں بچ جاؤں اور تم قتل کر دیے جاؤ۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، [redacted]، اس اللہ کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میری یہی خواہش ہے کہ آپ محفوظ رہیں چاہے مجھے قتل ہی کیوں نہ کر دیا جائے۔①

رفیق نبوت جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک دن سرزمین مدینہ میں اپنے گھر تشریف فرما تھے کہ آپ کا صاحبزادہ عرض کرتا ہے۔ والد محترم! میدان بدر میں جب کہ آپ نبی

---

① فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی ﷺ واصحابه الی المدینه: ۷/ ۲۳۷ [redacted]

محترم ﷺ کی قیادت و سیادت میں مشرکین مکہ کے خلاف برسر پیکار تھے اور میں ابھی اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے دشمنان اسلام کے لشکر میں شامل تھا۔ دوران جنگ ایک موقع پر آپ میری تلوار کی زد میں آئے لیکن میں نے باپ ہونے کی وجہ سے حملہ نہ کیا اور طرح دے کر دوسری طرف چلا گیا۔ جس سے آپ کی جان بچ گئی۔ عبد الرحمان رضی اللہ عنہ کی بات سن کر۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! میدان بدر میں تو نے مجھے باپ جان کر اپنی تلوار سے قتل نہ کیا مجھے اس اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تو میری تلوار کی زد میں آ جاتا تو میں تجھے بیٹا سمجھ کر کبھی معاف نہ کرتا۔ بلکہ سرور کائنات کا دشمن سمجھ کر تیرا سرتن سے جدا کر دیتا۔ ادھر باپ بیٹے کی یہ گفتگو ہو رہی تھی ادھر اللہ تعالیٰ نے رسول محترم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر قرآن کریم کی آیت نازل فرما کر جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت رسول پر مہر تصدیق ثبت فرما دی۔ ارشاد ہوا:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ﴾ ①

”(اے رسول اللہ ﷺ) آپ (اپنے جانثاروں) کو ایسی قوم نہیں پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین رکھتی ہو۔ پھر وہ ان لوگوں سے محبت کرے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں چاہے وہ (مخالفین) ان کے باپ، ان کے بیٹے، ان کے بھائی یا قبیلے کے افراد ہی کیوں نہ ہوں۔“

خدا کا رسول بس

رجب ۹ ہجری میں غزوۂ تبوک کی تیاری کے موقع پر نبی ﷺ کے رفیق خاص سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے الفت رسول ﷺ کا ایسا اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا کہ دنیا اس ایثار و قربانی اور محبت و پیار کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ جب رسول مکرم ﷺ نے مسجد نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتماع عام میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں دل کھول کر مال خرچ کرنے اور سامان جمع کرنے کی ترغیب دی تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی استطاعت سے بڑھ کر

① المجادلہ: ۲۲۔

ایثار اور اخلاص کا مظاہرہ فرمایا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب بھی نیکی، صدقہ، خیرات، اجتماعی فلاح اور اعمال صالحہ کا کوئی معاملہ ہوتا تو جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام رفقاء رسول سے سبقت لے جاتے اور نیکیوں کی کثرت میں کوئی شخص بھی آپ رضی اللہ عنہ کی ہمسری اور برابری نہ کر سکتا تھا۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ نے انفاق فی سبیل اللہ کا حکم فرمایا تو میں خاصا مال دار تھا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا کہ اب میں نیکیوں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھ سکتا ہوں، چنانچہ میں گھر گیا اور اپنے تمام مال و اسباب کو دو حصوں میں برابر تقسیم کر کے ایک حصہ یعنی اپنے کل مال و دولت اور سامان و اسباب کا نصف لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گیا۔ آپ ﷺ نے مال و اسباب کی کثرت کو دیکھ کر فرمایا: اے عمر! گھر میں بال بچوں کیلئے کیا چھوڑا ہے؟ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! جس قدر لے کر آیا ہوں اسی قدر گھر میں چھوڑ آیا ہوں۔

جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سرور عالم ﷺ کے درمیان ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی: ؎

اتنے میں وہ رفیقِ نبوت بھی آ گیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا سرشت
ہر چیز جس سے چشمِ جہاں میں ہو اعتبار

جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا تمام ساز و سامان اور مال اٹھائے تشریف لے آئے اور سب کچھ رسول محترم ﷺ کے سامنے ڈھیر کر دیا۔ امام الرسل ﷺ نے ان سے وہی سوال فرمایا: ((يَا أَبَا بَكْرٍ مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ)) اے ابوبکر! اپنے اہل و عیال کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ محب صادق نے عرض کی: أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه، اے آقا! گھر میں جو کچھ تھا سب آپ ﷺ پر نچھاور کرنے کے لئے آیا ہوں۔ گھر والوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت چھوڑ آیا ہوں۔

بقولِ شاعرِ مشرق علامہ اقبال ؎

بولے رسول چاہیے فکر عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار

پروانے کو چراغ ہے بُلبل کو پھول بس
صدیق کیلئے ہے خدا کا رسول بس

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس بے مثال قربانی، اعلیٰ ایثار اور بے پناہ جذبہ محبت کو دیکھ کر اعلان فرما دیا: **لَا اَسْبِقُهُ اِلٰی شَیْءٍ اَبَدًا** میں جذبہ ایثار، نیکیوں کی کثرت اور حُبِّ رسول ﷺ میں کبھی بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ نہیں سکتا۔ ①

حقیقت یہ ہے کہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی حُبِّ رسول سے عبادت ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ حق و صداقت کے پیکر جمیل، سراپا اُلفت و محبت اور رحمت کائنات ﷺ کی سیرت و کردار کا عملی نمونہ تھے اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح نبی محترم ﷺ کا محب صادق اور کامل فرماں بردار بننے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین

محبت کا راز دار

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سرورِ کونین ﷺ کے ساتھ انتہا درجے کی محبت اور بے مثال پیار تھا آپ رضی اللہ عنہ نے کئی دفعہ اپنی جان پر کھیل کر اپنے محبوب کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا۔ اشاعت اسلام کے ابتدائی ایام میں ایک دن نبی محترم ﷺ حرم کعبہ میں نماز ادا فرما رہے تھے یا بعض روایات میں ہے قریش کے اجتماع کے قریب سے گزر رہے تھے تو انہوں نے مذاق کے انداز میں آپ ﷺ کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا تم ہو جو ہمیں اپنے آباؤ اجداد کے معبودوں کو پوجنے سے منع کرتے ہو اور صرف ایک اللہ کی عبادت کی تبلیغ کرتے ہو۔ آپ نے نہایت سنجیدگی اور متانت سے فرمایا: ہاں، میں ہی یہ کام کرتا ہوں۔ آپ کی زبان اقدس سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ ان مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ پر یکبارگی حملہ کر دیا اور آپ ﷺ پر دست درازی شروع کر دی، کسی نے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا کر کہا: **اَدْرِكْ صَاحِبَكَ**، جا کر اپنے ساتھی کی خبر لو۔ آپ رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے تشریف لائے اور شدید غصے کی حالت میں کفار کے مجمع میں گھس گئے۔ کسی

① جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب فی مناقب ابی بکر: ۳۶۷۵؛ حَسَّنَهُ الالبانی۔

کو مارتے، کسی کو پیٹتے۔ کسی کو ہٹاتے اور کسی کو گھسیٹتے ہوئے سرور عالم ﷺ کو ان کے نرغے سے آزاد کروایا اور فرمایا:

﴿ اَتَقْتُلُوْنَ [redacted] اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ﴾①

''تم ہلاک ہو جاؤ۔ کیا ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو کہ جو کہتا ہے کہ'' میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے واضح دلائل لایا ہے۔''②

مشرکین مکہ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مداخلت سخت ناگوار گزری۔ انہوں نے نبی مکرم ﷺ کو چھوڑ کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قابو کر لیا اور اتنا مارا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو پہچاننا مشکل ہو گیا۔ عتبہ بن ربیعہ ظالم کافر مشرک نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اتنا تشدد کیا کہ آپ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ آپ کے خاندان کو صورتحال کا علم ہوا تو آپ کی حمایت میں دوڑے ہوئے آئے اور آپ کو بے ہوش دیکھ کر اعلان کر دیا کہ اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کچھ ہو گیا تو ہم عتبہ کو نہیں چھوڑیں گے اور اس کو قتل کر کے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ضرور انتقام لیں گے۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چادر میں باندھ کر گھر پہنچایا گیا آپ رضی اللہ عنہ سارا دن بے ہوش رہے جب شام کے قریب ذرا ہوش آیا اور آپ بولنے کے قابل ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی زبان سے جو پہلے الفاظ ادا کیے وہ یہ تھے کہ: **مَا فُعِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ**، میرے محبوب آقا جناب رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبتِ رسول کا اندازہ فرمائیں کہ خود موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہونے کے باوجود نبی مکرم ﷺ کی سلامتی کے بارے میں فکر مند ہیں آپ کے خاندان کے افراد جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اور خاندانی تعلق کی بناء پر آپ رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر گھر لائے تھے انہوں نے جب ہوش آتے ہی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبان سے رسول اللہ ﷺ کا نام سنا تو آپ کو طعنے دیے اور غصے کی حالت میں جاتے ہوئے آپ کی والدہ اُم الخیر سے کہہ گئے کہ تم خود ہی اسے سنبھالو، تیمارداری کروا اور خبر گیری کا فریضہ سرانجام دو، ہم تو جا رہے ہیں آپ کی والدہ ام الخیر جو ابھی سعادت اندوز اسلام نہیں ہوئیں تھیں،

[redacted]۔ ② تفسیر ابن کثیر، سورۃ المومن۔

نے کھانے پینے پر بڑا اصرار کیا مگر جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تک نبی معظم ﷺ کی خیریت کا پتہ نہ چل جائے اور میں اپنی آنکھوں سے آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کی زیارت نہ کروں اس وقت تک نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔ آپ مجھے میرے محبوب کے متعلق بتلائیں کہ وہ کس حال میں ہیں؟ اُم الخیر نے کہا کہ مجھے تمہارے رفیق کے بارے میں کوئی اطلاع اور خبر نہیں ہے، آپ نے فرمایا: ام جمیل فاطمہ بنت خطاب سے پوچھ کر آؤ۔ آپ کی والدہ گئیں اور فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے آئیں۔ انہیں جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر بہت دکھ ہوا اور بے اختیار ان کی زبان پر یہ الفاظ آ گئے۔

''اللہ کی قسم جن لوگوں نے آپ کو مارا پیٹا ہے بلا شبہ وہ فاسق اور کافر ہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے آپ کا انتقام ضرور لے گا۔''

محب رسول جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری حالت کو چھوڑو مجھے بتلاؤ کہ میرے آقا کا کیا حال ہے، اور وہ کہاں ہیں؟ سیدہ اُم جمیل فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ۔ سَالِمٌ صَحِيحٌ۔ آپ مطمئن رہیں اللہ کے رسول ﷺ بالکل بخیریت اور ٹھیک ٹھاک ہیں اور اس وقت دارارقم میں تشریف فرما ہیں: سیدہ اُم جمیل رضی اللہ عنہا کی اس اطلاع سے آپ رضی اللہ عنہ نے قدر طمانیت محسوس کی تو والدہ اُم الخیر نے پھر کھانے پر اصرار کیا مگر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا: ماں، مجھے روٹی اچھی نہیں لگتی، اِنَّ لِلّٰهِ عَلَيَّ لَا اَذُوْقُ طَعَامًا وَلَا اَشْرَبُ شَرَابًا حَتّٰى آتِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

''اللہ کی قسم میں دیدار رسول سے قبل ایک لقمہ نہیں بھی کھاؤں گا اور زیارت محبوب ﷺ سے پہلے پانی کا ایک گھونٹ بھی میرے حلق سے نیچے نہیں اتر سکے گا۔''

جب رات اندھیری ہوگئی تو آپ کی والدہ ام الخیر اور فاطمہ بنت خطاب نے سہارا دیا آپ رضی اللہ عنہ لڑکھڑاتے ہوئے دربار محبوب ﷺ میں حاضر ہوئے، شفیق و مہربان آقا نے جب محب مخلص کو اس حال میں دیکھا تو آپ پر رقت طاری ہوگئی، آنکھوں سے آنسو بہہ

پڑے آپ ﷺ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سہارا دینے کیلئے آگے بڑھے مگر نقاہت، کمزوری، ضعف اور زخموں کے باعث سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دار ارقم کے اندر اپنے محبوب کے قدموں میں گر گئے محسن کائنات، ابو بکر رضی اللہ عنہ پر جھک گئے، **فَقَبَّلَهُ**، پیار سے ان کی پیشانی کو چوم لیا، **وَرَقَّ لَهُ رِقَّةً شَدِيْدَةً**

سرور کائنات ﷺ نے کمال شفقت اور آبدیدہ نگاہوں کے ساتھ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ان کا حال پوچھا تو عرض کی سرکار، چہرے کے زخموں کی تکلیف شدید تھی اب جب کہ میں نے آپ ﷺ کو بخیریت دیکھ لیا اور آپ کے رُخِ انور کی زیارت کر لی ہے تو مجھے ساری اذیتیں بھول گئیں اور میری تمام تکلیفیں دور ہو گئی ہیں۔ مگر ایک بات کی وجہ سے بہت پریشان ہوں اور وہ یہ ہے کہ میری والدہ اُم الخیر، جو اس وقت آپ ﷺ کے سامنے موجود ہیں ابھی تک مسلمان نہیں ہوئیں ان کے سامنے اسلام کی سچی دعوت پیش فرمائیں اور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری والدہ کو جہنم کی آگ سے بچالے، رحمت مجسم ﷺ نے اُم الخیر، کو اسلام کی دعوت دی اور ان کی ہدایت کیلئے دعا کی تو وہ اسی وقت کلمہ پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئیں۔ ام الخیر سے پہلے صرف اڑتیس افراد [redacted]

قرآنی آیات، احادیث مبارکات اور مستند تاریخی واقعات سے یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ سرور گرامی جناب نبی کریم ﷺ کی محبت و الفت کے بغیر کوئی شخص کامیابی اور کامرانی حاصل نہیں کر سکتا۔ آپ ﷺ کا پیار ہی فوز و فلاح کی کلید اور شریعت و طریقت کی کنجی ہے، آپ کی محبت ہی اللہ تعالیٰ کی الفت کی بنیاد اور جنت کے حصول کی اساس ہے۔ کسی اردو شاعر نے بڑی خوبصورت بات کہی ہے کہ۔

تکمیل معرفت ہے محبت رسول کی
ہے بندگی خدا کی اطاعت رسول کی

ہے مرتبہ حضور کا بالائے فہم و عقل
خدا ہی کو معلوم ہے عزت رسول کی

① [redacted]

تسکینِ دل ہے سرورِ کون و مکاں کی یاد
سرمایۂ حیات ہے اُلفت رسول کی
فرمان ربِ پاک ہے فرمان مصطفیٰ
احکامِ ایزدی ہیں ہدایت رسول کی
اتنی ہی آرزو ہے بس اے ربِ دو جہاں
دل میں رہے سحر کے محبت رسول کی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾

"(اے رسول ﷺ) آپ (اعلان) فرما دیں کہ (اے لوگو) اگر تمہارے باپ دادا، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں (اور بیویوں کے خاوند) تمہارے خاندان، تمہارے کمائے ہوئے مال، تمہاری تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہاری پسندیدہ رہائش گاہیں، تمہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول (جناب محمد مصطفیٰ ﷺ) سے اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب (پیاری) ہوں تو پھر اللہ تعالیٰ کے حکم (عذاب) کا انتظار کرو اور اللہ تعالیٰ نافرمان قوم کو ہدایت نصیب نہیں فرماتا۔"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور دستِ بستہ دُعا ہے کہ ربُ العالمین ہم سب کو امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اطاعت کرنے اور آپ ﷺ سے حقیقی محبت کرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اِتباعِ مصطفیٰ ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ، اَمَّابَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○﴾①

''(اے رسول اللہ ﷺ!) فرما دیجئے کہ (اے لوگو) اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، از حد مہربان ہے۔''

رب العالمین کی حمد وثنا اور رحمۃ للعالمین پر درود وسلام کے بعد... آپ اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ ہر شخص کی آرزو، ہر انسان کی تمنا اور ہر فرد کی یہ خواہش ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت کی کامیابیاں، کامرانیاں اور سعادتیں حاصل ہو جائیں اور میرے لئے جنت کا راستہ آسان ہو جائے۔ اس مقصد کے حصول اور اس خواہش کی تکمیل کیلئے ہر شخص کسی نظریئے پر کاربند اور کسی راہ پر گامزن ہے۔ ہر انسان اپنے اختیار کردہ راستے کو ہی فلاح کا راستہ، نجات کا راستہ اور جنت کا راستہ سمجھتا ہے اور لوگوں کو بھی اسی راستے پر چلنے کی دعوت دیتا ہے۔

قرآن عزیز کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ یہودی سیدنا عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا جاننے کو ہی سیدھا راستہ گردانتے تھے۔ نصرانی جناب عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ ماننے کو ہی جادۂ حق کہتے اور مشرکین مکہ غیر اللہ کی عبادت کو ہی نجات کا ذریعہ اور کامیابی کا وسیلہ سمجھتے

① آل عمران:31۔

تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری زیر بحث آیت کریمہ میں پوری انسانیت کو مخاطب کر کے انہیں فلاح کا راستہ اور کامرانی کا طریقہ سمجھایا ہے اور تمام لوگوں کو اس امر سے آگاہ فرما دیا ہے کہ اگر تم:

- دنیا کی اصلاح چاہتے ہو۔
- آخرت کی فلاح چاہتے ہو۔
- دنیوی کامیابی چاہتے ہو۔
- اُخروی کامرانی چاہتے ہو۔
- دُنیوی وقار چاہتے ہو۔
- آخرت کا آرام چاہتے ہو۔
- دنیا میں آبرو چاہتے ہو۔
- آخرت میں سکون چاہتے ہو۔
- دنیا میں عزت چاہتے ہو۔
- آخرت میں نجات چاہتے ہو۔
- قبر کی توسیع چاہتے ہو۔
- عذاب قبر سے بچنا چاہتے ہو۔
- حشر میں عرش الٰہی کا سایہ چاہتے ہو۔
- حوض کوثر کا پانی چاہتے ہو۔
- دنیا کی سلطانی چاہتے ہو۔
- اپنی حکمرانی چاہتے ہو۔
- جنت کا حصول چاہتے ہو۔
- جہنم سے آزادی چاہتے ہو۔
- بہشت کا دخول چاہتے ہو۔
- دوزخ سے چھٹکارا چاہتے ہو۔
- نبی محترم کی شفاعت چاہتے ہو۔
- رب اکبر کی رحمت چاہتے ہو۔
- گناہوں کی معافی چاہتے ہو۔
- اللہ سے اجر وافی چاہتے ہو۔
- لواء الحمد تلے جگہ چاہتے ہو۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہو۔

تو اس کا ایک ہی طریقہ، ایک ہی سلیقہ اور ایک ہی راستہ ہے اور وہ امام الانبیاء، شافع روز جزا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی اتباع اور فرمانبرداری ہے۔ اگر تم سرور کونین ﷺ کی اطاعت کرو گے۔ تو تمہاری دنیا بھی سدھر جائے گی اور آخرت بھی سنور جائے گی۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○﴾ (1)

(1) آل عمران: 31۔

”(اے رسول ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ (لوگو) اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ازحد مہربان ہے۔“

حب الٰہی کا معیار

اس آیت مقدسہ میں اللہ رب العالمین نے حُبِّ الٰہی اور حُبِّ رسول کا معیار بیان فرما دیا ہے اور وہ ہے رسول محترم ﷺ کی اتباع، اگر کوئی اس معیار پر پورا اترتا ہے تو وہ دعویٰ محبت میں سچا ہے اور اگر کوئی شخص متبع رسول نہیں ہے تو ایسا شخص اپنے دعوے میں جھوٹا اور اپنے مقصد کے حصول میں ناکام و نامراد ہے۔ اللہ رب العزت نے اس بابرکت آیت میں ایک خوبصورت نکتہ بیان فرمایا ہے کہ لوگو! پہلے تم اللہ کی محبت کے متمنی اور خواہش مند تھے، تم محب تھے، اللہ تعالیٰ تمہارا محبوب تھا اور جب تم نبی محترم جناب محمد مصطفی ﷺ کی کامل اتباع اور مکمل فرمانبرداری کرو گے تو صورت حال تبدیل ہو جائے گی۔ اب تم اللہ تعالیٰ کے ”محبوب“ بن جاؤ گے اور رب العالمین تمہارا محب بن جائے گا۔

متعدد قرآنی آیات میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ حصولِ رضائے الٰہی کا طریقہ..... گناہوں کی معافی کا سلیقہ..... کامرانیوں کا وثیقہ..... عزتوں کا خزینہ..... سرخروئی کا نگینہ..... دخول جنت کا قرینہ..... اور..... نجات کا راستہ..... جناب محمد مصطفی ﷺ کی اتباع اور اطاعت ہے۔ جو شخص زندگی میں عبادت خدا اور اطاعت مصطفی کا اصول اپنائے گا اسے حشر کے دن انبیاء، اصدقاء، شہداء اور صلحاء کی معیت میں ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل فرما دیا جائے گا۔ فرمان خداوندی ہے۔

﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴾[1]

”اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور (اس کے) رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا۔ یعنی انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔“

[1] النساء: 69۔

اسلامی تعلیمات کا نچوڑ، احکام اسلام کی تلخیص اور قرآنی آیات کا خلاصہ یہی ہے کہ جو شخص اللہ احکم الحاکمین کا عبادت گزار اور رحمۃ للعالمین ﷺ کا فرمانبردار ہے۔ وہی مومن صادق۔ وہی سچا مسلمان اور وہی کامیاب و کامران ہے اور جو شخص عبادت الٰہی سے دور ہے اور اتباعِ مصطفیٰ ﷺ سے نفور ہے۔ ایسا شخص منافق، فاسق، فاجر بلکہ مشرک و کافر تو ہوسکتا ہے مگر مومن و مسلمان نہیں ہوسکتا۔

اگر جنت میں جانے کا ارادہ ہو تمامی کا
گلے میں پہن لو کرتا محمد کی غلامی کا

ایماندار کی علامت، مسلمان کا وطیرہ اور محب رسول کا طریقہ ہی یہ ہے کہ جب اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کا قرآن اور نبی مکرم ﷺ کا فرمان پیش کیا جائے تو وہ چوں وچرا کرنے کی بجائے، ایسا ویسا کہنے کی بجائے، چونکہ چنانچہ میں پڑنے کی بجائے اور کسی قسم کے تردد اور شک کا اظہار کرنے کی بجائے فوراً اعلان کردیتا ہے کہ۔ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا، ہم نے فرمان خدا اور حکم مصطفیٰ کو سن لیا ہے اور اس پر عمل کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ اہل ایمان کے اس اصول اور ضابطے کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوٓا إِلَى اللّٰهِ وَ رَسُولِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَ أَطَعْنَا ۚ وَ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ وَ مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُولَهٗ وَ يَخْشَ اللّٰهَ وَ يَتَّقْهِ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُونَ ○﴾[1]

”ایمان والوں کی بات تو صرف اتنی ہی ہے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول (محمد ﷺ) کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور (نافرمانی سے) بچتا رہتا ہے تو یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔“

---

[1] النور: ۵۱۔۵۲۔

مسلمانوں کی حالت

اس آیت مقدسہ کی روشنی میں اگر مسلمانوں کی حالت کا جائزہ لیا جائے۔ اہل ایمان کے کردار کو پرکھا جائے اور محبت مصطفی ﷺ کے دعوے داروں کے اعمال کا محاسبہ کیا جائے تو آپ خود اندازہ فرمالیں کہ کیا ہم مسلمان کہلانے کے حق دار ہیں؟ ہمارے معاشرے کے اکثر افراد کا حال تو یہ ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن کریم کی آیات اور رسول مکرم ﷺ کے فرمودات پیش کئے جائیں تو وہ برادری کے رسوم ورواج۔ آباؤ اجداد کے طریقۂ کار اور بزرگوں کے معمولات کا بہانہ بنا کر قرآن وسنت پر عمل کرنے سے صاف انکار کردیتے ہیں اور بعض تو ایسے بدنصیب ہیں جو واضح طور پر بڑی جرأت سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ حدیث شریف تو ایسے ہی ہوگی مگر چونکہ یہ حدیث ہمارے امام صاحب، مفتی صاحب، بزرگ صاحب، حضرت صاحب، خطیب صاحب اور مقتدا صاحب کے فتوے، فرمان اور ارشاد کے مطابق نہیں ہے۔ اس لئے ہم اس پر عمل کرنے اور اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ (استغفر اللہ، العیاذ اللہ)

آپ غور فرمائیں کہ یہ کیسا اسلام اور کیسی مسلمانی ہے؟ کلمہ پڑھیں محمد مصطفی ﷺ کا اور اطاعت کریں غیر نبی کی۔ آپ خود سوچیں کہ کیا ہم نے کلمہ کسی امام کا پڑھا ہے۔۔کسی فقیہہ یا مجتہد کا پڑھا ہے۔۔کسی عالم یا فاضل کا کلمہ پڑھا ہے۔۔کسی مولوی، پیر، فقیر، مفتی یا امتی کا کلمہ پڑھا ہے۔۔نہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ ہم نے جناب محمد مصطفی ﷺ کا کلمہ پڑھا ہے۔ لہٰذا ہمارے لئے کسی امام، فقیہ، بزرگ، عالم، مفتی، پیر، فقیر، مقتدا، رہنما، پیشوا کی اطاعت وفرمانبرداری قطعاً ضروری نہیں ہے بلکہ ہمارے لئے ضروری ہے تو عرش والے خدا کی عبادت ضروری ہے اور مدینے والے مصطفی کی اطاعت ضروری ہے۔

اس کا مطلب یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم بزرگوں کی گستاخی یا توہین کا درس دیتے ہیں۔ نہیں، ہرگز نہیں، قطعاً نہیں، بلکہ ہمارا نکتۂ نظر یہ ہے کہ ہر شخص کے حسب حال اس کی عزت، احترام، تعظیم اور تکریم ضرور کی جائے۔ مگر فرمانبرداری، اتباع اور اطاعت صرف اور صرف جناب محمد کریم ﷺ کا استحقاق ہے۔ عبادت خدا کی۔ اطاعت مصطفی کی۔

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ ہمیں رب العالمین کی عبادت میں کسی غیر کی شرکت گوارا نہیں ہے اور رحمۃ للعالمین کی اطاعت میں بھی غیر کی شرکت برداشت نہیں ہے۔ یہی اصل اسلام، حقیقی ایمان اور حکم قرآن ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ۝﴾①

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ اور (اس کے) رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو اور (نافرمانی کر کے) اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔''

بقول مولانا ظفر علی خان مومن کا عقیدہ اور عمل تو ایسا ہونا چاہیے کہ:

میرے ہزار دل ہوں تصدق حضور پر
میری ہزار جان ہو قربانِ مصطفیٰ

رشتہ میرا خدا کی خدائی سے ٹوٹ جائے
چھوٹے مگر نہ ہاتھ سے دامان مصطفیٰ

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سرور گرامی ﷺ کا اطاعت گزار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اتباع رسول ﷺ کی اہمیت

کوئی عمل ظاہری اعتبار سے کتنا اچھا اور خوبصورت نظر کیوں نہ آئے۔ اسے سرانجام دینے والوں کی تعداد بہت زیادہ کیوں نہ ہو اور اس پر عمل کرنے والوں میں نامور شخصیات شامل کیوں نہ ہوں۔ لوگوں کی نگاہوں میں وہ عمل بڑا قابل قدر اور لائق تعریف کیوں نہ ہو۔ مگر امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے طریقے اور سنت کے مطابق نہیں ہے تو دربار الٰہی میں اس عمل کی کوئی حیثیت اور افادیت نہیں ہے۔ اس کے برعکس سنت مصطفیٰ اور طریقہ رسول کے مطابق کیا گیا عمل اگرچہ بظاہر معمولی نظر آتا ہو۔ مگر رب العزت کے ہاں اُس کا اجر و ثواب بے حساب ہے۔

① محمد:۳۳۔

نماز، روزہ اور عبادت کیلئے خلوت نشینی ایک بڑا عظیم کام ہے لیکن یہی کام اگر سُنتِ رسول سے ہٹ کر کیا جائے تو اجر وثواب کی بجائے وجہ عذاب ہے۔ اس امر کی صراحت اور وضاحت حدیث میں موجود ہے۔ خادمِ رسول جناب انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

"تین افراد (جناب علی، جناب عبداللہ بن عمرو اور جناب عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم) نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے رسول ﷺ کی انفرادی عبادت کا حال دریافت فرمایا۔ جب اُنہیں رسول ﷺ کی عبادت کی تفصیل سے آگاہ کیا گیا (کہ آپ ﷺ راتوں کو خاصا طویل قیام فرماتے، دِن کو کثرت سے نفلی روزے رکھتے اور اکثر اوقات عبادت میں مصروف رہتے ہیں) تو انہوں نے آپ ﷺ کی ریاضت کے مقابلے میں اپنی عبادت کو حقیر اور کم گردانتے ہوئے کہا کہ أَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَأَخَّرَ، نبی اکرم ﷺ مغفور ہونے کے باوجود اتنی کثرت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر ہم گنہگاروں کو تو آپ ﷺ سے کہیں زیادہ عبادت الٰہی میں مشغول رہنا چاہیے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا کہ فَإِنِّيْ أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا، آج کے بعد میں ہمیشہ ساری ساری رات نفل پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا أَنَا أَصُوْمُ الدَّهْرَ، میں زندگی بھر روزانہ نفلی روزہ رکھوں گا، وَلَا أُفْطِرُ، اور کبھی روزہ نہیں چھوڑوں گا۔ تیسرے نے عبادت کے لئے خلوت نشینی اختیار کرنے کا وعدہ کرتے ہوئے کہا أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا، میں ساری زندگی عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔ (نہ بیوی بچے ہوں گے۔ نہ فکر عیال ہوگی اور نہ عبادت سے غافل ہوں گا۔)

رسول محترم ﷺ نے ان تینوں کی گفتگو کو سماعت فرمالیا۔ جب انہوں نے اپنی بات چیت ختم کی۔ عہد معاہدہ ہوگیا اور تینوں نے اپنے آپ کو عبادت خداوندی کیلئے وقف کردینے کا فیصلہ کرلیا، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ اِلَیْھِمْ، تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے۔اور انہیں مخاطب کر کے فرمایا: ((اَنْتُمُ الَّذِیْنَ قُلْتُمْ کَذَا وَکَذَا)) کیا تم نے یہ یہ باتیں کی ہیں؟ اللہ کی قسم! میں تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور تم سے زیادہ متقی اور پرہیز گار ہوں۔ (لیکن میں نے تمہاری طرح کا کوئی فیصلہ نہیں کیا) ((لٰکِنِّیْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّیْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ)) میں نفلی روزے رکھتا ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں۔ میں رات کو تہجد کی نماز بھی پڑھتا ہوں اور نیند بھی کرتا ہوں اور میں نے عورتوں سے شادیاں بھی کی ہوئی ہیں۔ (لہٰذا تمہارا یہ فیصلہ میری سنت اور طریقے کے خلاف ہے اور یاد رکھو) ((فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ)) جو میرے طریقے اور میری سنت سے روگردانی کرے گا۔ وہ میری امت میں سے نہیں ہوگا۔''[1]

اس حدیث رسول سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ کوئی شخص چاہے کتنا نیک اور صالح کیوں نہ ہو۔ اگر اس کی نیکی اور عمل صالح طریقہ رسول ﷺ کے مطابق نہیں ہے تو رب العالمین کے ہاں مقبول و منظور نہیں ہے۔ کسی انسان کے۔

- کثرت سجود سے ماتھے پر محراب پڑ جائے۔
- کثرت رکوعات سے کمر جھک جائے۔
- کثرت قیام سے گردن اکڑ جائے۔
- کثرت وظائف سے تسبیح ٹوٹ جائے۔
- کثرت قعود سے گھٹنا سوج جائے۔
- کثرت جلوس سے ٹخنے متورم ہو جائیں۔
- بیداری شب سے آنکھیں سرخ ہو جائیں
- اوراد و اذکار سے زبان تھک جائے۔
- ہاہو کی آوازوں سے فضا گونج اٹھے۔
- چلّے کاٹ کاٹ کے جسم سوکھ جائے۔

[1] صحیح بخاری۔ کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح: ۵۰۶۳۔

اگر اس کے سجدے، رکوع، وظائف، قیام، قعود اور اعمال وافعال سرور عالم ﷺ کی سنت کے مطابق نہیں ہیں تو ان کی کوئی اہمیت اور حیثیت نہیں ہے۔

قرآن حکیم نے اہل ایمان کو واضح طور پر حکم دیا ہے کہ۔

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾①

''اور تمہیں رسول ﷺ جو عطا فرمائیں وہ لے لو اور تمہیں جس سے منع کریں۔ اس سے باز آجاؤ۔''

اس آیت کا اصل مقصود مسلمانوں کے دلوں میں اطاعت رسول کی اہمیت کو اجاگر کرنا اور انہیں اتباع رسول کی ترغیب دینا ہے۔ کیونکہ اطاعت رسول کے بغیر شرعی احکام پر عمل ممکن ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام احکام رسول اللہ ﷺ کے ذریعے ہی انسانوں کے تک پہنچائے ہیں۔ اطاعت مصطفیٰ درحقیقت اطاعت خدا ہے اور اطاعت خدا دراصل اتباع مصطفیٰ ﷺ ہی کا نام ہے۔ قرآن حکیم میں فرمان الٰہی ہے:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾②

''جس نے (اللہ کے) رسول ﷺ کی اطاعت کی تو یقینا اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کی۔''

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ذات میں تو واضح فرق ہے مگر دونوں کی بات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ فرمانِ مصطفیٰ، فرمانِ خدا ہے اور فرمان خدا، فرمان مصطفیٰ ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝﴾③

''اور وہ (نبی ﷺ) اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے۔ وہ تو وہی کہتے ہیں جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔''

ہماری دعوت

ہم اس رسول معظم، سرکارِ دو عالم، رحمت مجسم ﷺ کی اتباع اور فرمانبرداری کی دعوت دیتے ہیں۔

① الحشر: ۷۔ ② النساء: ۸۰۔ ③ النجم: ۳، ۴۔

- جس پر رب العالمین اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے۔
- جس کے لئے فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں۔
- جس کی زندگی تمام انسانوں کے لئے بہترین نمونہ ہے۔
- جس کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔
- جس کی پاکیزہ زندگی کی اللہ تعالیٰ نے خود قسم اٹھائی ہے۔
- جس کے ناراض ہونے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔
- جس کے خوش ہونے سے اللہ کریم خوش ہوتا ہے۔
- جس کی اطاعت، اللہ رحمان کی اطاعت ہے۔
- جس کی نافرمانی رب العزت کی نافرمانی ہے۔
- جس کے فیصلے سے روگردانی کسی صورت بھی جائز نہیں ہے۔
- جس سے آگے بڑھنے کی کوشش سے بھی اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔
- جس کی اتباع دخول جنت کی ضمانت ہے۔
- جس کی گستاخی کا مرتکب جہنمی ہے۔
- جس کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا۔
- جنہیں مقام محمود عطا فرمایا جائے گا۔
- جو ساقی کوثر اور شافع محشر ہیں۔
- جو رحمۃ للعالمین اور خاتم النبیین ہیں۔
- جو امام الانبیاء اور والی بطحا ہیں۔
- جو دانائے سبل اور ختم الرسل ہیں۔
- جو رحمت کائنات اور ہادی دو جہاں ہیں۔
- جو سید الاولین والآخرین ہیں۔
- جو امام القبلتین اور رسول الثقلین ہیں۔
- جو بدر الدجیٰ اور شمس الضحیٰ ہیں۔
- جو احمد مجتبیٰ اور محمد مصطفی ہیں۔ ﷺ

ہم اس نبی محترم ﷺ کی اطاعت اور اتباع کی دعوت دیتے ہیں۔ کہ تمام ولی، محدث، فقیہ، امام، عالم، مجتہد جس کے خوشہ چیں ہیں اور آپ ﷺ کے فرمان کے مقابلہ میں کسی امتی بلکہ کسی دوسرے نبی کی اتباع بھی جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ صحابی رسول جناب جابر رضی اللہ عنہ ذکر فرماتے ہیں:

''اور ایک مرتبہ رسول مکرم ﷺ اپنے اصحاب کی محفل میں تشریف فرما تھے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تورات (کے چند اوراق) لے کر دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور نہایت ادب سے گزارش کی کہ اے اللہ کے رسول! ''**هٰذَا نُسْخَةٌ مِّنَ التَّوْرَاةِ**'' یہ (جناب موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی گئی کتاب) تورات ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے آپ عمر رضی اللہ عنہ کی بات سن کر خاموشی اختیار فرمائی اور جناب عمر رضی اللہ عنہ (آپ ﷺ کی خاموشی کو رضامندی خیال کرتے ہوئے) تورات کو بلند آواز سے پڑھنے لگے۔ جونہی جناب عمر رضی اللہ عنہ نے تورات کی تلاوت شروع کی تو، **وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَتَغَيَّرُ**، اللہ کے رسول ﷺ کے چہرے کا رنگ غصے کی وجہ سے متغیر ہوگیا۔ رمز شناسِ رسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حال دیکھ کر جناب عمر رضی اللہ عنہ کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا: **مَا تَرٰى مَا بِوَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**۔ کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ کا چہرہ نظر نہیں آ رہا۔ (تم اپنے دھیان تورات پڑھے جا رہے ہو اور اللہ کے رسول ﷺ کو غصہ آ رہا ہے۔) جناب عمر رضی اللہ عنہ نے جب تورات سے نظریں ہٹا کر چہرۂ نبوت کی زیارت کی اور آنحضرت ﷺ کے رخ انور پر غصہ کے آثار دیکھے تو بڑی لجاجت سے عرض کی۔ اے رسول اللہ! **اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَمِنْ غَضَبِ رَسُوْلِهٖ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا**، میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے غصے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں (سرکار، میں تورات کو عمل کے لیے نہیں پڑھ رہا تھا) ہم تو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے نبی ہونے پر دل و جان سے راضی ہیں۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ اعلان وفاداری اور اصول فرمانبرداری سن کر پیغمبر اکرم ﷺ کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا: ((وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْبَدَالَكُمْ مُّوْسٰى فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِيْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ)) مجھے اس ذات کی قسم۔ جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے (تم تو جناب موسیٰ علیہ السلام کی تورات کی بات کرتے ہو) اگر آج (صاحبِ تورات) جناب موسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں اور تم میری بجائے ان کی اتباع اور فرمانبرداری کرو تو سیدھی راہ سے بھٹک جاؤ گے۔ پھر اتباع رسول کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ((وَلَوْكَانَ مُوْسٰى حَيًّا وَاَدْرَكَ نُبُوَّتِيْ لَاتَّبَعَنِيْ)) اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو وہ بھی میری ہی اتباع، اطاعت اور فرمانبرداری کرتے۔ [1]

صحابہ رضی اللہ عنہم کا جذبہ اتباع

اللہ رب العالمین نے قرآن حکیم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل، خصائل اور عظمت و شان کو بیان فرمایا ہے اور انہیں بڑے دل آویز، خوبصورت اور اعلیٰ القابات سے نوازا ہے۔ انہیں جنتی ہونے کی بشارتیں سنائی ہیں اور ان کے انداز زیست اور طریقہ زندگی کو بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لئے نمونہ قرار دیا ہے۔ ان کی تقدیس وتکریم کے بیان کے لئے قرآن حکیم کی آیات طیبات نازل فرمائی ہیں۔ ان کی اس عظمت، بزرگی، احترام، توقیر، تکریم اور تعظیم کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ وہ ہر معاملے، ہر مسئلے اور ہر بات میں نبی معظم، رسول محترم، امام الرسل، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اتباع اور فرمانبرداری کرتے اور آپ کے فرمان، حکم، ارشاد اور عمل کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کی اتباع کرنا ناجائز، منع اور حرام سمجھتے تھے اور اپنی عملی زندگی میں ہر وہ کام کرنے کی کوشش کرتے جو کام رسول کائنات ﷺ نے کیا یا اس کے کرنے کا حکم دیا ہو۔ میں گفتگو کو طوالت دیئے بغیر حضرات

[1] سنن دارمی، باب مايتقى من تفسير حديث النبى ﷺ: ٤٤٩؛ قال الالبانی ولكن الحديث حسن عندی لان له طرقا كثيرة، حاشية المشكاة حديث: ١٧٧۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت سے چند واقعات آپ کی خدمت میں عرض کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ جن سے واضح ہوگا کہ وہ پاکیزہ نفوس اتباع مصطفیٰ کا حق کیسے ادا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح ہر معاملے میں آپ ﷺ کی سیرت طیبہ سے رہنمائی حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

مشہور تابعی جناب امام مجاہد رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم صحابی رسول ﷺ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ سفر پر تھے کہ ایک جگہ جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ اصل راستے سے ذرا ہٹ گئے۔ جب واپس قافلے میں تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا: **لِمَ فَعَلْتَ ذَالِكَ**۔ آپ نے یہ کام کیوں کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ۔۔۔ **رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذَالِكَ فَفَعَلْتُ**، میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا کہ ایک سفر میں آپ ﷺ یہاں سے گزرے تھے تو آپ نے اس جگہ پر اسی طرح کیا تھا لہٰذا میں نے اس عمل کو اپنے آقا و مولا ﷺ کی سنت سمجھ کر کیا ہے۔[1]

آپ غور اور توجہ فرمائیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح عام معمولات میں بھی سنت مصطفیٰ اور طریقہ رسول ﷺ پر عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ کیا ہم نے کبھی اپنے معمولات اور معاملات کے متعلق یہ غور کیا ہے کہ اس بارے میں ہمارے آقا و رہنما ﷺ کا اسوۂ حسنہ کیا ہے؟ ہماری عام زندگی میں بعض کام بظاہر بڑے معمولی ہوتے ہیں۔ اگر ہم تھوڑی سی توجہ دیں تو وہ کام ہمارے اجر و ثواب اور برکت کا باعث بن سکتے ہیں بشرطیکہ ہم انہیں سنت رسول ﷺ کے مطابق سرانجام دینے کی کوشش کریں۔ مثلاً:

- کھانا دائیں ہاتھ سے کھانا سنت ہے۔
- کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔
- دائیں طرف اور اپنے آگے سے کھانا سنت ہے۔
- بھوک رکھ کر کھانا سنت ہے۔

---

[1] مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حدیث: ۴۸۷۰؛ صححہ الالبانی فی صحیح الترغیب والترھیب: ۴۶۔

* کپڑا دائیں طرف سے پہننا سنت ہے۔
* کنگھی دائیں طرف سے شروع کرنا سنت ہے۔
* دایاں جوتا پہلے پہننا سنت ہے۔
* مسجد میں داخلے کے وقت دایاں پاؤں اندر رکھنا سنت ہے۔
* گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کہنا سنت ہے۔
* خطبہ خاموشی سے سننا سنت ہے۔

یہ اور ان جیسے ہمارے کئی معمولات ہیں جو ہم نے ہر صورت اور ہر حال میں کرنے ہوتے ہیں۔ اگر ان امور کی انجام دہی کے وقت سنت رسول ﷺ کو مدنظر رکھا جائے اور اس کے مطابق عمل کر لیا جائے تو ہمارا کام بھی ہو جائے گا اور سنت کے مطابق کرنے کی وجہ سے ہمیں ثواب بھی مل جائے گا اور اس کام میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکتیں اور رحمتیں بھی نازل ہوں گی۔ (ان شاء اللہ)

نبی اکرم ﷺ کے عظیم صحابی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (جن کی زندگی کا ایک واقعہ ابھی آپ نے سماعت فرمایا) کے بارے میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ وہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان سفر کر رہے تھے کہ راستے میں ایک درخت کے سائے تلے قیلولہ فرمایا یعنی تھوڑی دیر کے لئے اس درخت کے سائے میں آرام فرمایا اور ساتھیوں کے سامنے اپنے اس عمل کی وضاحت کرتے ہوئے انہیں خبر دی کہ۔۔۔ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذَالِكَ، رسول اللہ ﷺ دوران سفر اس درخت کے سائے میں آرام فرمایا کرتے تھے۔ میں نے بھی اپنے ہادی و رہنما حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اس درخت کے نیچے قیلولہ کیا ہے۔① (سبحان اللہ)

حجر اسود اور اتباعِ رسول

کعبۃ اللہ کی دیوار میں نصب حجر اسود کے بارے میں آپ احباب کچھ نہ کچھ واقفیت ضرور رکھتے ہیں۔ یہ جنت کا یاقوتی پتھر ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کے ساتھ ہی

① رواه البزار۔باسناد لاباس به: ١٢/ ٢١٣۔

جنت سے زمین پر بھیج دیا تھا۔ جامع ترمذی شریف کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ: أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ، شروع میں اس کا رنگ دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ فَسَوَّدَتْهُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ، اولادِ آدم کے افراد کعبۃ اللہ کی زیارت کے لئے آتے رہے، اس بابرکت پتھر کو بوسے دیتے رہے۔ یہ حکم خداوندی سے ان کے گناہوں کو چوستا اور جذب کرتا رہا یہاں تک کہ بنی آدم کے گناہوں کی سیاہی چوسنے کی وجہ سے اس کا رنگ سیاہ ہوگیا۔ ①

اس حجر اسود کو چومنا، اسے ہاتھ لگا کر اپنا ہاتھ چوم لینا یا اس کی طرف اشارہ کر لینا ہی بندے کے گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی کا سبب اور ذریعہ ہے۔

''ایک موقع پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کعبۃ اللہ کی زیارت اور طواف کے لئے مکہ مکرمہ میں تشریف لائے۔ جب طواف شروع کرنے کا ارادہ فرمایا اور حجر اسود کے روبرو ہوئے تو اس مقدس پتھر پر اپنے بابرکت لب رکھ کر اسے بوسہ دینے سے قبل اس کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں۔ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ، اے حجر اسود! مجھے خوب معلوم ہے کہ تو ایک پتھر ہے نہ تو کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ بلکہ نافع اور ضارّ صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ذات گرامی ہے، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ، میں تو تجھے صرف اس لئے بوسہ دے رہا ہوں کہ میں نے اپنے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے دیکھا تھا۔ اگر میرے آقا نے تجھے بوسہ نہ دیا ہوتا تو میں کبھی تیرے قریب بھی نہ آتا۔ میں تو اپنے محبوب آقا اور اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع اور فرمانبرداری کرتے ہوئے تجھے چوم رہا ہوں۔'' ②

---

① جامع الترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء فی فضل الحجر الأسود: ۸۷۷، صححه الالبانی۔ ② صحیح بخاری، کتاب الحج، باب ماذکر فی الحجر الاسود: ۱۵۹۷۔

ہمیں بھی کوشش کرنی چاہیے کہ ہر معاملے میں سنت رسول ﷺ پر عمل کیا جائے۔ طریقہ مصطفیٰ اپنایا جائے اور اسوہ نبوی اختیار کیا جائے اسی میں ہماری دنیوی کامیابی اور اسی میں اخروی کامرانی ہے۔ بقول علامہ اقبال:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے معاشرے کی اکثریت تو ویسے ہی دین و مذہب سے بیگانہ ہے اور جو لوگ بظاہر دیندار ہیں ان میں سے اکثر مسلمان اس دوعملی اور تضاد کا شکار ہیں کہ جب امام الانبیاء ﷺ کی سنت مطہرہ اور اسوۂ رسول کی بات کی جاتی ہے تو وہ اس کے جواب میں امتیوں کے اقوال، افعال اور فتووں کی بات شروع کر دیتے ہیں کہ جی فلاں امام نے یوں فرمایا ہے...... فلاں بزرگ نے یہ کہا ہے...... فلاں مفتی صاحب کا فتویٰ تو اس طرح ہے...... فلاں پیر صاحب تو یوں کہتے ہیں...... میری برادری اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہے...... میری قوم اس عمل پر راضی نہیں ہے...... میرے رشتے دار مجھے مجبور کر رہے ہیں...... میرے بیٹے ایسا کرنے پر آمادہ نہیں ہیں...... میری بیٹیاں اس مسئلے کو تسلیم نہیں کرتیں...... میرا خاندان ناراض ہو جائے گا...... میرے دوست اس معاملے میں میرا ساتھ نہیں دیتے...... ہمارے مولوی صاحب تو یوں فرماتے ہیں...... وغیرہ وغیرہ۔

یہ بات یاد فرمالیجئے، ذہن نشین کر لیجئے کہ

- امام ناراض ہو جائے۔ تو...... کچھ نہیں بگڑے گا۔
- مقتدی ناراض ہو جائے۔ تو...... کچھ نہیں بگڑے گا۔
- بزرگ ناراض ہو جائے۔ تو...... کچھ نہیں بگڑے گا۔
- مفتی ناراض ہو جائے۔ تو...... کچھ نہیں بگڑے گا۔
- پیر ناراض ہو جائے۔ تو...... کچھ نہیں بگڑے گا۔
- برادری ناراض ہو جائے۔ تو...... کچھ نہیں بگڑے گا۔

❁ قوم ناراض ہو جائے۔ تو...... کچھ نہیں بگڑے گا۔
❁ رشتے دار ناراض ہو جائیں۔ تو...... کچھ نہیں بگڑے گا۔
❁ بیٹا ناراض ہو جائے۔ تو...... کچھ نہیں بگڑے گا۔
❁ بیٹی ناراض ہو جائے۔ تو...... کچھ نہیں بگڑے گا۔
❁ خاندان ناراض ہو جائے۔ تو...... کچھ نہیں بگڑے گا۔
❁ دوست ناراض ہو جائیں۔ تو...... کچھ نہیں بگڑے گا۔
❁ مولوی صاحب ناراض ہو جائیں۔ تو...... کچھ نہیں بگڑے گا۔

لیکن اگر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ ناراض ہو گئے تو کچھ نہیں بچے گا۔ کچھ نہیں بچے گا۔ لہٰذا میری آپ سے دردمندانہ درخواست، مخلصانہ مشورہ اور مفید تجویز ہے کہ اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو راضی رکھنے کی کوشش فرمائیے۔

اور یاد رکھئے اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول جناب محمد مصطفیٰ ﷺ

❁ رسم ورواج پر عمل کرنے سے راضی نہیں ہوں گے۔
❁ خرافات اپنانے سے راضی نہیں ہوں گے۔
❁ بدعات کو عام کرنے سے راضی نہیں ہوں گے۔
❁ غیر اسلامی اور غیر شرعی حرکات سے راضی نہیں ہوں گے۔

امتیوں کی تقلید اور اماموں کی فقہ کے مطابق زندگی گزارنے سے رب العالمین اور رحمت للعالمین راضی نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اور مصطفیٰ ﷺ راضی ہوں گے تو قرآن و سنت پر عمل کرنے سے راضی ہوں گے۔ سنت رسول کو اپنانے سے راضی ہونگے۔ ﴿سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا﴾ کے عقیدے سے راضی ہوں گے اور اس نظریئے اور فکر سے راضی ہوں گے:

ہوتے ہوئے مصطفی کی گفتار
مت دیکھ کسی کا قول و کردار

ہم نے مان لیا

قرآن حکیم میں مختلف پیرایوں میں اہل ایمان کو اتباع رسول کا مسئلہ سمجھایا گیا ہے اور تکرار کے ساتھ اس امر کی صراحت کی گئی ہے کہ کامیاب و کامران اور فائز المرام وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی بات سن کر اعلان کر دیتا ہے۔ ﴿سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا﴾ کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے خوشخبری یہ ہے کہ ((وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ)) یہی لوگ فلاح و کامیابی پانے والے اور رب العزت کی رضا کو حاصل کرنے والے ہیں اور

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾

"اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اس کی نافرمانی سے بچتا رہتا ہے تو یہی لوگ کامیاب و کامران ہونے والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہی عقیدہ اپنانے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

اب تک کی گفتگو سے واضح ہو گیا کہ صحیح مسلمان کی نشانی، ایمانداری کی علامت اور متقی کا شعار یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے آگے سر تسلیم خم کر دیتا اور بلا چوں و چرا اُن کے حکم پر عمل کرتا ہے۔ جب کہ منافق کی عادت یہ ہے کہ وہ فرمان الٰہی اور ارشاد پیغمبر پر عمل کرنے میں لیت و لعل سے کام لیتا، سستی کرتا، کوتاہی برتتا اور ٹالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنے اعمال و افعال کا جائزہ لینا اور حرکات و سکنات پر غور کرنا چاہیے کہ ہمارا کردار منافقوں والا کردار ہے یا مومنوں اور مسلمانوں والا کردار ہے۔ اگر ہمارا جذبہ اتباع رسول، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبے کے مطابق اور موافق ہے تو رب العزت کا شکر کرنا چاہیے اور اگر خدانخواستہ جذبہ اتباع رسول میں کمی اور کوتاہی ہے تو فوراً توبہ کر کے اطاعت و فرمانبرداری کا راستہ اپنایا جائے۔

صحابی رسول جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ وہ مسجد نبوی میں داخل ہورہے تھے اور رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے مسجد کے اندر کھڑے افراد کو بیٹھنے کا حکم دیا تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمان رسول اللہ ﷺ سنتے ہی مسجد نبوی کے دروازے میں ہی بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے عبداللہ! آگے آجاؤ۔" ①

یہ ہے اصل ایمان، محبت رسول، اتباع رسول کا جذبہ صادقہ، فرمان مصطفیٰ ﷺ پر عمل کا نمونہ اور ارشاد پیغمبر کو ماننے کا انداز کہ فرمان مصطفیٰ سن لے تو فوراً اس پر عمل کرے اور طریقہ مصطفیٰ پر عمل کرنے کی وجہ سے اگر سارا جہاں بھی ناراض ہو جائے تو گوارا کر لے مگر سنت مصطفیٰ سے ہٹنا گوارا نہ کرے۔ اگر کوئی شخص اسی اصول، ضابطے اور طریقے کے مطابق زندگی گزارے تو ایسے انسان کو اللہ تعالیٰ دنیا میں عزت و بڑائی عطا فرمائے گا۔ اس کے لئے موت کی سختیاں آسانیوں میں بدل دی جائیں گی..... فرشتے اسے سلام کہیں گے..... اس کی قبر فراخ ہوگی ..... سوالات قبر کے جوابات خود بخود آ جائیں گے..... عذاب قبر سے محفوظ و مامون رہے گا ..... اس کے لئے قبر میں جنت کا لباس ..... جنت کا فرش اور جنت کا سامان مہیا فرما دیا جائے گا..... روز حشر اسے انبیاء، اصدقاء، شہداء اور صلحاء کی معیت نصیب ہوگی۔ حوض کوثر سے ساقی کوثر کے ہاتھوں آب کوثر نوش فرمائے گا۔ سرور کائنات ﷺ کے لواء الحمد کے سائے میں جگہ حاصل ہوگی۔ آخری رسول ﷺ کی شفاعت کا حقدار ہوگا اور آخر کار نبی اکرم ﷺ کی رفاقت اور آپ کے سایہ عاطفت میں "جنت کا داخلہ" نصیب ہو جائے گا اور خاتم النبیین کا فرمانبردار جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہورہا ہوگا تو خالق ارض و سماء جنت میں اسے اپنی زیارت سے بھی بہرہ ور فرمائے گا۔ (سبحان اللہ)

① سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب الامام یکلم الرجل فی خطبتہ: ۱۰۹۱۔صحیح الالبانی

فوراً عمل کرے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت و کردار سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول جناب محمد مصطفی ﷺ کی کامل اتباع کی جائے۔ ان پاکیزہ نفوس کو جونہی کوئی حکم دیا جاتا وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان اور حکم مصطفی پر فوراً عمل کرتے اور ارشاد رسول ﷺ کی تعمیل میں جان بوجھ کر لمحہ بھر کی تاخیر اور دیر بھی نہیں کرتے۔

آپ صحابہ کرام کی سیرت کا مطالعہ فرمائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سب سے بڑی خوبی یہی تھی کہ وہ خوشی اور غمی...... عُسر اور یُسر...... جنگ اور امن...... سفر اور حضر...... الغرض ہر وقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری کرتے تھے اور کسی لمحے بھی اطاعت خدا اور اتباع مصطفی سے سرمو انحراف نہیں کرتے تھے۔ ایمان کی تازگی اور نصیحت وموعظت کے لیے ایک واقعہ عرض کیے دیتا ہوں۔ صحابی رسول سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

''جب نبی اکرام ﷺ (مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر) مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ ﷺ اپنے ننھیال یا اپنے انصاری ماموؤں کے ہاں اقامت پذیر ہوئے۔ اور آپ ﷺ (صحابہ کرام سمیت) سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔ مگر آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ شریف کو مقرر کر دیا جائے۔ (چنانچہ آپ ﷺ کو جب خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا) تو آپ ﷺ نے بیت اللہ کی طرف رخ کر کے جو پہلی نماز پڑھی وہ عصر کی نماز تھی۔ صحابہ کرام دوران نماز اسی حالت میں بیت اللہ کی طرف گھوم گئے اور باقی نماز بیت اللہ کی طرف رخ کر کے ادا کی۔ سبحان اللہ۔[1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کی امامت واقتداء میں نماز ادا فرمائی، آپ ﷺ کے ساتھ بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے والوں میں سے ایک صحابی کا گزر دوسری مسجد کے قریب سے ہوا تو اس نے دیکھا کہ اس مسجد کے نمازی رکوع کی

[1] صحیح بخاری کتاب الایمان باب الصلاۃ من الایمان: ٤٠۔

حالت میں ہیں اور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے ہیں، اس نے پیچھے کھڑے ہو کر آواز دی: ''اَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ مَكَّةَ'' میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ کر آیا ہوں۔

(اس صحابی کی آواز سن کر)

آپ صحابہ کرام کا جذبہ اطاعتِ رسول ملاحظہ فرمائیں کہ امام سمیت نمازیوں میں سے کسی نے نہیں سوچا کہ یہ نماز اسی طرح مکمل کر لیتے ہیں۔ بعد میں تحقیق کریں گے۔ سوچیں اور معلومات حاصل کریں گے کہ کیا واقعی ایسا ہوا ہے، اگر ہوا ہے تو کیوں ہوا ہے؟ پھر اگلی نماز بیت اللہ کی طرف رُخ کر کے پڑھ لیں گے۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ جونہی اعلان کرنے والے کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی کہ رسول اکرم ﷺ نے نماز بیت اللہ کی طرف منہ کر کے پڑھی ہے تو مسجد کے تمام نمازی امام سمیت دورانِ نماز ہی قبلہ کی طرف پھر گئے اور اطاعت رسول ﷺ کا حق ادا کر دیا۔

آپ ﷺ کے مشہور صحابی جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ:

تحویل قبلہ کا حکم نازل ہونے کے بعد اگلے دن لوگ مسجد قباء میں فجر کی نماز باجماعت ادا کر رہے تھے (اور ابھی تک یہاں تبدیلی قبلہ کی اطلاع نہیں پہنچی تھی) کہ دورانِ نماز ہی ایک شخص نے پیچھے سے آکر آواز دی کہ:

((إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ))[1]

''نبی کریم ﷺ پر کل قرآن مجید کی آیت نازل ہوئی ہے اور آپ ﷺ کو قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے آپ لوگ بھی اپنا رُخ کعبہ اللہ کی طرف کر لیں۔ اصحاب رسول اس وقت شام (بیت المقدس) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے مگر رسولِ مکرم ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے اسی وقت تمام نمازی کعبۃ اللہ کی طرف پھر گئے۔''

[1] صحيح بخاري، كتاب التفسير، باب ولئن اتيت الزين...... : ٤٤٩٠۔

اگر ہم بھی صحابہ کرام کی طرح دنیا اور آخرت میں کامیاب وکامران ہونا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں اصحابِ رسول ہی کی طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری رسول جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی غیر مشروط اطاعت وفرماں برداری کرنا ہوگی۔ قرآن مجید فرقان حمید اعلان فرما رہا ہے کہ:

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾①

''اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے تو تحقیق اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی۔''

باعثِ خیر وبرکت اور بھلائی

یاد رکھیے، ذہن نشین فرمایئے اور یقین کیجیے کہ امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت واتباع میں سراپا خیر وبرکت اور بھلائی ہی بھلائی ہے۔ جو شخص آپ ﷺ کے حکم کی بجا آوری کرتا ہے تو اطاعتِ رسول کے باعث اللہ تعالیٰ اس پر رحمتوں، برکتوں اور سعادتوں کا نزول فرماتا ہے اور اسے کسی قسم کی پریشانی میں مبتلا نہیں فرماتا۔ صرف ایک حدیث مبارکہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کی صحابیہ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:

''میرے خاوند ابوعمرو بن حفص نے جب مجھے تیسری طلاق دے کر اپنی زوجیت سے فارغ کر دیا تو میں بعد از تکمیل عدت رسول مکرم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! مجھے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور ابوجہم رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا ہے۔ ارشاد فرمایئے، میرے لیے کیا حکم ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَمَّا أَبُو جَهْمٍ فَلَا يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهِ وَأَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوكٌ لَا مَالَ لَهُ انْكِحِيْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَكَرِهْتُهُ ثُمَّ قَالَ انْكِحِيْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ))

① الاحزاب: ۷۱۔

''ابوجہم تو ایسا آدمی ہے جو اپنے کندھے سے ڈنڈا نہیں اُتارتا یعنی سخت مزاج آدمی ہے اور معاویہ تو مفلوک الحاک ہے یعنی اس کے پاس کوئی مال وغیرہ نہیں ہے۔تم ایسا کرو کہ اُسامہ بن زید سے نکاح کر لو۔ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اُسامہ بن زید کو ناپسند کرتی تھی لیکن آپ ﷺ نے مجھے دوبارہ حکم دیا کہ تم اُسامہ بن زید سے ہی نکاح کرو (دوسری روایت میں ہے کہ میں نے آپ ﷺ کی بات سن کر ازراہِ تعجب اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ نہیں، اُسامہ، اُسامہ، اُسامہ؟ یعنی کیا میں اُسامہ سے نکاح کروں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((طَاعَةُ اللّٰهِ وَطَاعَةُ رَسُوْلِهٖ خَيْرٌ لَّكِ))

''اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں ہی تمہارے لیے خیر وبھلائی ہے۔ چنانچہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل اور اطاعت کرتے ہوئے میں نے اُسامہ بن زید کے ساتھ نکاح کر لیا تو۔

((فَجَعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا وَاغْتُبِطْتُ بِهٖ))[1]

''اللہ تعالیٰ نے اس نکاح میں اتنی خیر و برکت عطاء فرمائی کہ دوسری عورتیں مجھ پر رشک کیا کرتی تھیں۔''

اس واقعہ سے دو چیزیں روز روشن کی طرف واضح ہوگئیں۔ ایک یہ کہ رسول اکرم ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری میں خیر ہی خیر، برکت ہی برکت اور بھلائی ہی بھلائی ہے اور دوسری یہ کہ آپ ﷺ کی اطاعت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

اتباعِ رسول ﷺ کی مثال

امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی فرمانبرداری، اتباع اور اطاعت کے مسئلے کو بڑی خوبصورت مثال سے واضح فرمایا ہے۔صحابیِ رسول جناب جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

[1] صحيح مسلم، الطلاق، باب المطلقة البائن لانفقة لها: ١٤٨٠۔

ایک مرتبہ فرشتوں کی ایک جماعت حالت نیند میں نبی محترم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ آپس میں کہنے لگے کہ اِنَّ لِصَاحِبِكُمْ هٰذَا مَثَلًا فَاضْرِبُوْا لَهٗ مَثَلًا، تمہارے اس ساتھی یعنی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ایک مثال ہے، پس تم ان کے لئے وہ مثال بیان کرو اور اس کی وضاحت پیش کرو۔ ان فرشتوں میں سے بعض نے کہا کہ...... اِنَّهٗ نَائِمٌ، وہ تو اس وقت سو رہے ہیں۔ اس لئے تمہاری بیان کردہ مثال کو سن اور سمجھ نہ سکیں گے۔ بعض نے رائے دی کہ اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانٌ، ان کی آنکھیں تو سو رہی ہیں اور دل جاگ رہا ہے۔

عام آدمی اور اللہ کریم کے رسول ﷺ کی نیند اور سونے میں یہی فرق ہے کہ جب عام آدمی سوتا ہے تو اس کی آنکھیں اور دل دونوں سوتے اور غافل ہو جاتے ہیں مگر جب اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سوتے ہیں تو ان کی صرف آنکھیں سوتی ہیں جب کہ ان کا قلب اطہر بیدار اور جاگ رہا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام کے خوابوں کو بھی وحی الٰہی کی حیثیت حاصل ہے اور یہ عقیدے اور نظریئے کی بات نوٹ فرمالیں کہ...... رُؤْيَا الْاَنْبِيَاءِ حَقٌّ، انبیاء کے خواب سچے ہوتے ہیں اور حالت خواب میں انہیں جو مسائل سمجھائے اور احکام بتلائے جاتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہی ہوتے ہیں۔ چنانچہ آپ جانتے ہیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنے فرزند ارجمند جناب اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا حکم بذریعہ خواب ہی دیا گیا تھا۔ جس کا تفصیلی ذکر قرآن حکیم کے تئیسویں پارے کی سورۃ صافات میں موجود ہے۔ اسی طرح رسول محترم ﷺ کا چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ ۶ ہجری میں مکہ مکرمہ کی طرف سفر بھی ایک خوابی حکم کی تعمیل میں ہی تھا۔ جو صلح حدیبیہ پر منتج ہوا۔ (ہم نے اس مسئلہ کی پوری وضاحت اپنی کتاب ''خطبات سورۃ یوسف'' میں کردی ہے۔) الغرض اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے ملائکہ نے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں...... اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَّالْقَلْبَ يَقْظَانٌ، کہہ کر انبیاء کرام علیہم السلام اور خصوصاً سرور کون و مکاں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے خوابوں اور نیند کی حقیقت کو بیان فرما دیا اور عظمت و شان مصطفیٰ پر مہر تصدیق ثبت فرما دی۔ جب آپ کی

آنکھوں کے سونے اور دل کے جاگنے کا مسئلہ پوری طرح بیان ہو چکا تو بعض فرشتوں نے دوسرے فرشتوں سے کہا جب آپ ﷺ کا دل جاگ رہا ہے تو پھر اس ذات عظیم کی مثال بیان فرمایئے تو فرشتوں نے کہا کہ......ان کی مثال: **كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا**، اس شخص کی مثال کی طرح ہے جس نے ایک (خوبصورت اور عالی شان) مکان تعمیر کیا ہو، **وَجَعَلَ فِيْهَا مَأْدُبَةً**، اور اس میں ایک (وسیع وعریض) دستر خوان بچھایا ہو (جس پر انواع و اقسام کے کھانے اور نعمتیں چن دی گئی ہوں) **وَبَعَثَ دَاعِيًا**، اور مکان کی تعمیر اور دستر خوان کی تنصیب کے بعد اس نے لوگوں کو دعوت دینے کے لئے ایک آدمی کو داعی اور بلانے والا بنا کر بھیجا ہو، تا کہ وہ لوگوں کو دعوت عام دے کہ تمام لوگ آ کر اس کا تعمیر کردہ خوبصورت اور عالی شان، محل نما مکان دیکھیں۔ اس کی دعوت کو قبول کریں اور اس کے دستر خوان سے انواع و اقسام کے کھانے کھائیں اور مالک مکان کی رضا مندی اور خوشی حاصل کریں۔ اب جو شخص اس پکارنے اور بلانے والے کی دعوت قبول کرلے گا وہ اس عالی شان اور عدیم النظیر گھر میں داخل بھی ہوگا اور مالک مکان کے وسیع وعریض دستر خوان سے انواع و اقسام کے کھانے بھی تناول کرے گا (اور ایسے شخص پر مکان کا مالک راضی بھی ہو جائے گا) اور جو شخص داعی کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا، **لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ**۔ وہ گھر میں داخل نہیں ہوگا اور اس گھر کے دستر خوان سے کچھ کھا بھی نہ سکے گا (اور مالک کی دعوت کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے مکان کا مالک اس سے راضی بھی نہیں ہوگا۔)

جب حالت خواب میں فرشتوں کی ایک جماعت نے آپ ﷺ کے لئے یہ مثال بیان فرمائی تو دوسرے فرشتوں نے کہا کہ **اَوِّلُوْهَا لَهٗ، يَفْقَهُهَا**، اب اس مثال کی وضاحت اور تاویل بھی کرو تا کہ وہ اسے پوری طرح سمجھ سکیں کہ اس کو بیان کرنے کا مقصد اور غرض وغایت کیا ہے؟ اب پھر کچھ فرشتوں نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ تو آرام فرما رہے ہیں اس لئے اس کی تعبیر و وضاحت کا اب کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جبکہ دوسرے فرشتوں نے پھر وہی جواب دہرایا کہ...... **اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانٌ**، ان کی آنکھیں سو رہی ہیں اور دل جاگ رہا ہے اور بات کے سمجھنے اور نہ سمجھنے کا تعلق تو دل کے ساتھ ہوتا ہے۔

جب نبی مکرم ﷺ کا دل جاگ رہا اور بیدار ہے تو اس مثال کی وضاحت کرنی چاہیے تاکہ آپ کو مثال کی پوری طرح سمجھ آ جائے اور آپ ﷺ اپنی امت کے افراد کو پوری طرح یہ مثال سمجھا اور ذہن نشین کروا سکیں۔ چنانچہ مثال بیان کرنے والے فرشتوں نے اپنی بیان کردہ مثال کی توضیح، تشریح اور تاویل کرتے ہوئے فرمایا کہ اَلدَّارُ: اَلْجَنَّةُ، مثال میں بیان کردہ گھر سے مراد جنت ہے اور اَلدَّاعِيْ: مُحَمَّدٌ، بلانے والے سے مراد جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ تو اس مثال کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک خوبصورت، بہترین اور بے مثال مکان یعنی جنت تیار فرمائی ہے اور اس جنت کی طرف دعوت دینے، بلانے اور رغبت دلانے کے لئے امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے اور جنت کے دستر خوان پر ہر قسم کی نعمتوں کا انتظام و انصرام فرمایا ہے تو جو شخص حضرت محمد ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اس کی عدیم النظیر نعمتیں بھی استعمال کرے گا اور جنت کا مالک یعنی اللہ رب العالمین اس پر راضی بھی ہو جائے گا اور، مَنْ عَصٰى مُحَمَّدًا فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ، جو شخص جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرے گا وہ درحقیقت اللہ رحیم و کریم کی نافرمانی کرے گا وہ ہرگز جنت میں داخل نہ ہوگا، جنت کی نعمتوں کو استعمال میں نہ لا سکے گا اور رب العزت کی رضا مندی بھی اسے نصیب نہ ہوگی، وَمُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ اور لوگوں کے حق و باطل پر ہونے کا فیصلہ کرنے والی ذات صرف اور صرف جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات ہے۔①

اس حدیث مبارکہ میں رسول مکرم ﷺ نے واشگاف الفاظ میں وضاحت فرما دی کہ اگر تم جنت کا داخلہ چاہتے ہو، جنت کی ابدی اور دائمی نعمتوں سے استفادہ کرنے کے آرزو مند ہو اور رضائے الٰہی کے طلب گار ہو تو اس کا ایک ہی طریقہ، ایک ہی ذریعہ اور ایک ہی وسیلہ ہے اور وہ ہے سرور کائنات، امام کائنات، رسول کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ

① صحيح البخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ: ٧٢٨١۔

کی اتباع اور فرمانبرداری۔ یہی اہل ایمان کے ایماندار ہونے کی علامت، مسلمان کی نشانی اور کامیابی کی کنجی ہے۔

اتباع رسول میں رکاوٹ

اتباع رسول میں سب سے بڑی رکاوٹ، فرقہ واریت اور گروہ بندی ہے۔ اطاعت مصطفیٰ ﷺ سے انحراف اور اپنے اپنے اماموں، فقیہوں اور مذہبی رہنماؤں کی تقلید نے ملت اسلامیہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا کر افتراق و انتشار میں مبتلا کر دیا ہے۔ مقام افسوس ہے کہ ایک اللہ، ایک رسول اور ایک کتاب کو ماننے والے خانوں میں تقسیم ہو چکے اور فرقوں میں بٹ چکے ہیں۔ مسلمانوں کی اس حالت زار پر علامہ محمد اقبال نے اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا تھا:

منفعت ایک ہے اس قوم کا نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

بڑے دکھ، صدمے اور تکلیف کی بات ہے کہ مسلمان کئی فرقوں اور گروہوں میں تقسیم ہو چکے ہیں اور ہر فرقہ کے لوگ خود کو سچا اور دوسروں کو جھوٹا گردانتے ہیں بلکہ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگانے کو اسلام کی بہت بڑی خدمت سمجھتے ہیں۔ جس پیغمبر اعظم نے کافروں کو اپنے اخلاق سے مسلمان بنایا۔ آج اسی نبی کے امتی مسلمانوں کو کافر بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ ایک فرقے کا مولوی آتا ہے وہ دوسروں پر کفر کا فتویٰ لگا جاتا ہے۔ دوسرے فرقے کا مولوی آتا ہے تو وہ مخالف فریق پر مشرک اور بدعتی ہونے کا فتویٰ لگا کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتا ہے اور فرقہ بندی، گروہ بندی اور جتھہ بندی قائم رکھنے اور اسے دوام بخشنے کیلئے تمام فرقے آپ ﷺ کی حدیث کا سہارا لیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے

فرمایا کہ میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ سب جہنمی ہوں گے مگر ایک گروہ جنتی ہوگا۔ اب ہر فرقہ اپنے آپ کو جنتی اور دوسروں کو جہنمی قرار دے رہا ہے اور امت کو فرقہ بندی میں تقسیم کرنے کیلئے اس حدیث کو بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے کہ امت میں فرقے ضرور ہونے چاہئیں۔

اس حدیث کا مفہوم قطعاً یہ نہیں ہے کہ آپ ﷺ کی امت کو تہتر فرقوں میں تقسیم کیا جائے۔ بلکہ آپ ﷺ نے تو افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے بہتر فرقے ہو گئے تھے جبکہ میری امت ان سے آگے بڑھ جائے گی اور یہ تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ حدیث کے الفاظ پر غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ اس حدیث میں آپ ﷺ نے فرقہ بندی کی مذمت فرمائی ہے اور دخولِ جنت کے مستحقین کا عقیدہ اور عمل بیان فرمایا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِيْ مَا أَتٰى عَلٰى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَّنْ أَتٰى أُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ أُمَّتِيْ مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ وَإِنَّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً، قَالُوْا: مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ)) [1]

''میری امت پر بنی اسرائیل کے زمانے جیسا زمانہ آئے گا اور دونوں زمانوں کے حالات میں ایسی مطابقت اور مماثلت ہوگی جیسی دو جوتوں میں ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر ان میں کوئی اعلانیہ اپنی ماں کے پاس آیا ہوگا تو میری امت میں سے بھی کوئی ایسا کرے گا اور بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے جبکہ میری امت تہتر گروہوں میں تقسیم ہوگی۔ یہ تمام فرقے جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے مگر ایک گروہ کو بچا لیا جائے گا۔ صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول!

[1] جامع الترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء فی افتراق ھذہ الامۃ: ٢٦٤١، حَسَّنَهُ الالبانی۔

وہ کون لوگ ہیں؟ (جو آگ سے بچائے جائیں گے) آپ نے فرمایا: (جو اس راہ پر چلیں گے) جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔''

مذہبی نسبتیں

آپ خود غور فرمائیں کہ سرور عالم جناب محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے فدا کار و جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس راہ پر چلتے تھے۔ ان کا مسلک و مذہب کیا تھا؟ ظاہر بات ہے کہ وہ حنفی تھے نہ شافعی، مالکی تھے نہ حنبلی، جعفری تھے نہ علوی، چشتی تھے نہ سہروردی، قادری تھے نہ جیلانی، نقشبندی تھے نہ پنج پیری، بلکہ وہ خالص قرآن وسنت پر عمل کرتے تھے اور اسی کو جادۂ حق اور صراط مستقیم سمجھتے تھے۔ کیونکہ جن لوگوں کی طرف یہ نسبتیں ہیں ان کا وجود ہی اس وقت نہ تھا تو نسبتیں کیسی۔ مذکورۃ الصدر حدیث مبارک میں اللہ کے آخری رسول جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے قیامت تک آنے والے ایسے ہی خوش نصیبوں کو جہنم سے آزادی کا مژدہ جانفزا سنایا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح صرف اور صرف کتاب وسنت پر عمل کرتے ہیں اور تیسری کسی چیز کو مذہب کا درجہ نہیں دیتے۔ ہر چیز کو ٹھکرائیں۔ مگر قرآن وسنت کو سینے سے لگائیں۔ ہر بات کا انکار کریں مگر قرآن وحدیث سے سرمو انحراف نہ کریں۔

آج امت مسلمہ جن گروہوں، فرقوں دھڑے بندیوں اور خانوں میں تقسیم ہوچکی ہے۔ آپ ﷺ آپ کے صحابہ اور زمانہ خیر القرون یعنی اسلام کی پہلی چار صدیوں میں ان کا کوئی وجود نہ تھا اور لوگ خالص قرآن و حدیث کے مطابق زندگی گزارتے تھے۔ ان میں فرقہ بندی، گروہ بندی اور تفریق و تقسیم کا نام ونشان نہ تھا۔ برصغیر کے نامور محدث، حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہ احمد بن الشیخ عبدالرحیم دہلوی رحمہ اللہ مذہبی نسبتوں کی تاریخ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((اَنَّ اَهْلَ الْمِائَةِ الرَّابِعَةِ لَمْ يَكُوْنُوْا مُجْتَمِعِيْنَ عَلَى التَّقْلِيْدِ الْخَالِصِ عَلٰى مَذْهَبٍ وَّاحِدٍ وَالتَّفَقُّهِ لَهُ وَالْحِكَايَةِ لِقَوْلِهِ))①

① حجته الله البالغه المبحث السابع، باب حكاية حال الناس قبل المائة الرابعة وبعدها۔

''بلاشبہ چوتھی صدی ہجری اور اس سے پہلے کے لوگ ایک مذہب کی خالص تقلید اور اس کی فقہ پر عمل کرنے اور اسے نقل کرنے پر متفق نہیں ہوئے تھے۔''

اس سے واضح ہوگیا کہ فرقہ وارانہ مذہبی نسبتیں بعد کی پیداوار اور ایجاد ہیں۔ ان سے اجتناب، پرہیز اور کنارہ کشی کرکے ہی امت مسلمہ کا قرآن وسنت پر اتحاد واتفاق ہوسکتا ہے اور یہی اہل حدیث کی دعوت، اس کا مسلک اور اس کا مشن ہے کہ صرف قرآن و حدیث ہی لائق اتباع وقابل اطاعت ہے۔ صلحائے امت، ائمہ دین، اولیاء کرام، محدثین عظام اور علماء اسلام اسی پر عمل پیرا رہے ہیں۔ یہی راہ نجات، سبیل رسول اور جنت کا راستہ ہے۔ اس کی مخالفت سراسر گمراہی اور ضلال مبین ہے۔ جیسا کہ فرمان خداوندی ہے ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ﴾ پس حق کے بعد کیا رہ گیا۔ بجز گمراہی کے۔ ①

اصحاب الحدیث

قرآن وحدیث کو ہی راہ نجات، سبیل رسول، جادۂ حق اور صراط مستقیم جاننے، سمجھنے اور ماننے والے ہر دور میں موجود رہے ہیں جو کسی ایک فقہی مکتب فکر سے وابستہ ہونے کی بجائے کتاب وسنت کے چشمہ صافی سے سیراب ہوئے اور اسی خالص اسلام کی لوگوں کو دعوت دیتے رہے اور قرآن وسنت کو ہی مسلک حق اور دین حق گردانتے رہے۔ ایسے خوش بخت، سعادت مند اور صحیح العقیدہ افراد کو اہلحدیث، اہل الاثر اور سلفی کہا جاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ چوتھی صدی ہجری سے قبل ایسے لوگوں کی موجودگی، ان کے عقیدے اور عمل کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((وَكَانَ مِنْ خَبَرِ الْخَاصَّةِ أَنَّهُ كَانَ أَهْلُ الْحَدِيْثِ مِنْهُمْ يَشْتَغِلُوْنَ بِالْحَدِيْثِ فَيَخْلُصُ إِلَيْهِمْ مِنْ أَحَادِيْثِ النَّبِيِّ ﷺ وَآثَارِ الصَّحَابَةِ مَالَا يَحْتَاجُوْنَ مَعَه، إِلٰى شَيْئٍ آخَرَ فِي الْمَسْئَلَةِ)) ②

---

① یونس: ۳۲۔

② حجة الله البالغة، باب حكاية حال الناس قبل المائة الرابعة وبعدها۔

''اور خواص کی یہ حالت تھی کہ وہ اہلحدیث تھے، حدیث میں انہماک رکھتے تھے ان کے پاس نبی اکرم ﷺ کی احادیث اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار اس قدر موجود تھے کہ انہیں کسی مسئلہ میں کسی دوسری چیز کی ضرورت ہی نہ تھی۔

قرآن وسنت کو ہی عین اسلام، سبیل رسول، صراط مستقیم اور طریق قویم سمجھنے اور اس پر عمل کرنے والی ''جماعت حقہ'' کی ہر دور میں موجودگی، ان کی تعداد میں اضافے اور کامیابی کی خوشخبری اور بشارت سرور دوجہاں جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان حق ترجمان سے یوں بیان فرمائی ہے:

لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ مَنْصُوْرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ. قَالَ ابْنُ الْمَدِيْنِيْ: هُمْ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ۔[1]

''میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ (حق پر اور) امداد الٰہی کی مستحق رہے گی۔ ان کو رسوا کرنے والا قیامت تک انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ امام ابن مدینی رحمہ اللہ (امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد) فرماتے ہیں کہ وہ جماعت ''اصحاب حدیث'' کی جماعت ہے۔''

اتحاد امت کا اصول

یہ بات پوری طرح ذہن نشین کرنے اور کامل یقین کی ہے کہ امت مسلمہ کا اتفاق و اتحاد صرف اور صرف قرآن و حدیث پر ہی ہوسکتا ہے۔ کسی فقیہ کی فقہ، کسی مجتہد کے اجتہاد، کسی امام کی امامت، کسی خطیب کی خطابت، کسی بڑے کی بڑائی اور عالم کی علمیت پر اتفاق نہیں ہوسکتا۔ اتحاد و اتفاق کا جو اصول قرآن کریم نے بیان فرمایا۔ وہ یہی ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَأْوِيْلًا ۝﴾[2]

① جامع ترمذی، ابواب الفتن باب ماجاء فی الشام: ۲۱۹۲، صححه الالبانی۔ ② النساء: ۵۹۔

''پس اگر تمہارے درمیان کسی معاملے پر تنازعہ (اختلاف و جھگڑا) ہو جائے تو اسے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ (ﷺ) کے فرمان کی طرف لوٹا دو۔ اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ (تمہارے لئے) بہت بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔''

اس آیت میں امت محمدیہ کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر تمہارے درمیان کوئی تنازعہ رونما ہو جائے تو اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی طرف لوٹا دو یعنی اس اختلاف کا قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لو۔ جس کی بات قرآن وسنت کے مطابق ہو اسے قبول کرلو اور جس کی بات قرآن وسنت کے مطابق نہ ہو۔ اسے ترک کردو۔ یہی اسلام، دین حق اور صراط مستقیم ہے۔

بس یہی ہماری دعوت ہے کہ کسی ایک امام یا فقیہ کی جامد تقلید کرنے اور اس کے ہر حکم اور فتوی کو حرف آخر سمجھنے کی بجائے ہر امام، ہر عالم، ہر فقیہ، ہر مجتہد، ہر خطیب، ہر واعظ، ہر مولوی، ہر پیر، ہر بڑے اور چھوٹے کی بات کو قرآن وسنت پر پیش کیا جائے۔ جس کی بات قرآن وسنت کے موافق ہو اس پر عمل کیا جائے اور جس کی بات قرآن وسنت کے مطابق نہ ہو اسے چھوڑ دیا جائے اور قرآن وسنت کا راستہ اختیار کرنے کی کوشش کی جائے۔

مولانا نور حسین گرجاکھی رحمہ اللہ نے خانوں، فرقوں اور گروہوں میں بٹی اور تقسیم ہوئی امت کو ایک پلیٹ فارم پر متحد اور متفق ہونے کا بڑا سنہری اصول بتلایا ہے اور وہ یہ ہے کہ

حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سارے چھوڑ عقیدے
چڑھ کے سڑک مدینے والی آ دربار نبی دے
نبی جہیا دربار شاہانہ کدھرے نظر نہ آوے
جیہڑا اس تھیں دور سدھاوے کدی نجات نہ پاوے
جیہڑا چھڈ قرآن حدیثاں وکھرا دین نکالے
اوہ نئیں میری امت وچوں، کہیا مدینے والے

ہماری زیر بحث آیت کریمہ میں کامیابی وکامرانی کے راستے کی نشاندہی اور جنت کے دخول وحصول کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔فرمانِ الٰہی ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾[1]

''(اے رسول اللہ ﷺ) فرمادیجئے کہ (اے لوگو) اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمادیگا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، از حد مہربان ہے۔

اللہ رحیم وکریم ہم سب کو قرآن وسنت پر عمل کی سعادت نصیب فرمائے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

---

① آل عمران: 31۔

نافرمانِ مصطفیٰ ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○﴾[1]

''پس اس (رسول ﷺ) کے حکم کی خلاف ورزی کرنیوالوں کو ڈرنا چاہیے کہ انہیں کسی بڑے فتنے میں مبتلا کر دیا جائے یا انہیں دردناک عذاب پہنچ جائے۔''

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((كُلُّ اُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى قَالُوْا: وَمَنْ يَاْبٰى؟ قَالَ: مَنْ اَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى)) [2]

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے تمام افراد (ایک نہ ایک دن) جنت میں داخل ہوں گے مگر جس نے انکار کیا (وہ جنت میں نہیں جائے گا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: (جنت میں داخل ہونے سے) کون انکار کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی۔ اس نے (جنت جانے سے) انکار کر دیا۔''

اللہ رب العزت کی بے پناہ حمد وثنا اور رسول رحمت ﷺ پہ ان گنت درود وسلام کے بعد۔ اللہ احکم الحاکمین نے اپنی آخری اور مقدس کتاب قرآن مجید، فرقان حمید میں متعدد مقامات پر اس امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ دنیوی اور اخروی کامیابی، کامرانی، فوز وفلاح اور نجات کے لئے اللہ رب العالمین کی عبادت اور پیغمبر وقت کی اطاعت لازمی اور

[1] النور: 63۔ [2] صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ : ۷۲۸۰۔

ضروری ہے۔ اگر کوئی قوم اپنے زمانے کے نبی اور رسول کی فرمانبردار واطاعت گزار ہے تو وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب و کامران ہے۔ اور اگر کوئی قوم اپنے دور کے پیغمبر کی وفادار، اطاعت شعار اور فرمانبردار نہیں تو دنیا کی کوئی طاقت اسے عذاب الٰہی سے نہیں بچا سکتی۔

نجات کا قرآنی اصول

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن حکیم کی متعدد آیات میں یہ اصول، قانون اور ضابطہ بیان فرمایا ہے اور اس کی کئی مثالیں ذکر فرمائی ہیں کہ جن لوگوں نے اللہ کریم کے نبیوں، رسولوں اور پیغمبروں کی فرمانبرداری کی انہیں عذاب الٰہی سے بچا لیا گیا اور جو رسول وقت کے نافرمان ہوئے۔ انہیں عذاب خداوندی میں مبتلا کر دیا گیا۔ آپ قرآن وحدیث اور تاریخی واقعات کی روشنی میں سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم سے لے کر پیغمبر آخرالزماں ﷺ کے زمانے تک، اقوام عالم کا مطالعہ فرمالیں۔ ہر جگہ یہی اصول کارفرما نظر آئے گا۔

نبی کا نافرمان چاہے نبی کا اپنا رشتہ دار بلکہ بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ پیغمبر کی بیوی کیوں نہ ہو، رسول ﷺ کا چچا اور قریبی عزیز کیوں نہ ہو، اگر وہ رسول کا نافرمان ہے تو مستحق عذاب ہے۔ نبی کا ماننے والا، فرمانبرداری کرنے والا اور نقش قدم پر چلنے والا، بیگانہ، اجنبی اور کسی بھی قوم وقبیلہ کا فرد کیوں نہ ہو وہ عذاب الٰہی سے محفوظ اور کامیاب وکامران ہے۔

میں تفصیل میں جانے کی بجائے محض اشارات پر اکتفا کرتا ہوں۔ سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم پر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آیا تو کم وبیش صرف وہی اسی افراد بچ سکے جو جناب نوح علیہ السلام کے فرمانبردار تھے۔ اور جو نافرمان تھے ان پر آسمان سے پانی کا عذاب برسا، زمین سے پانی نکلا اور وہ تنور جہاں آگ جلانے کے لئے لکڑیاں ڈالی جاتی تھیں وہاں سے آگ کی بجائے پانی کے فوارے ابلنے لگے۔ قرآن مجید فرماتا ہے: ﴿وَفَارَ التَّنُّوْرُ﴾ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف پانی ہی پانی پھیل گیا۔ سیدنا نوح علیہ السلام باوجود خواہش، کوشش اور دعوت کے اپنے بیٹے کنعان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکے اور باپ کی نگاہوں کے سامنے نبی کا صاحبزادہ پانی کی لہروں میں غرق ہو گیا۔

﴿ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ ﴾①

باپ بیٹے کے درمیان گفتگو ہورہی تھی۔ باپ بیٹے کو کشتی میں سوار ہونے کی دعوت دے رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرا رہا تھا اور رحمت خداوندی میں آنے کی رغبت دلا رہا تھا جب کہ بیٹا مسلسل اور متواتر انکار کر رہا تھا کہ اچانک پانی کی موج آئی اور نوح علیہ السلام کے دیکھتے ہی دیکھتے کنعان طوفانی موجوں میں غوطے کھانے لگا اور رسول وقت کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب کی لپیٹ میں آ گیا۔

میں اس وقت واقعات کی تفصیلات بیان کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ بلکہ مختصر الفاظ میں صرف یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ اپنے دور کے نبی کی اتباع ہی عذاب سے محفوظ رہنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ اس امر سے بھی آپ آگاہ ہیں کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو لوگ فرمانبردار تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں دریا سے دوسری طرف لے جانے کے لئے اپنی قدرت سے بحر قلزم میں بارہ راستے بنا دیئے اور جناب موسیٰ علیہ السلام کے نافرمانوں کو فرعون سمیت اسی دریا میں غرق فرما دیا اور ان کا نام ونشان مٹا دیا۔ قرآن حکیم فرماتا ہے:

﴿ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَعَدْوًا ۖ حَتّٰىٓ إِذَآ أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ أَنَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا الَّذِيٓ اٰمَنَتْ بِهِ بَنُوٓا إِسْرَآءِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ﴾②

''اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا پھر فرعون اپنے لشکر کے ساتھ ظلم اور زیادتی کے ارادہ سے ان کے پیچھے پیچھے چلا یہاں تک کہ جب ڈوبنے لگا تو پکار اٹھا کہ میں اس پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں (جواب دیا گیا کہ) اب ایمان لاتا ہے اور پہلے نافرمانی کرتا رہا اور فسادیوں میں سے تھا۔''

یہ ایک واقعہ اور ایک قوم کا حال نہیں ہے بلکہ خالق ارض وسماء نے قرآن عزیز میں ہماری عبرت، نصیحت اور خیر خواہی کے لئے کئی قوموں کے حالات، واقعات اور ان کی

① ھود: ۴۳۔ ② یونس: ۹۰، ۹۱۔

ہلاکتوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ آپ غور فرمائیں اگر حکمرانی، سلطنت، بادشاہت، سطوت اور دولت عذاب سے نجات کا ذریعہ ہوتی تو کیا فرعون جیسا بادشاہ پانی کے عذاب میں غوطے کھا کھا کر غرق ہوسکتا تھا؟..... کیا نمرود جیسا جابر و سفاک بادشاہ تباہ و برباد ہوسکتا تھا؟..... اور کیا ابوجہل جیسا سردار اور رئیسِ قوم، بدر کے کنویں میں ذلت کی موت مر سکتا تھا؟..... جوں جوں آپ غور فرماتے جائیں گے تو ان شاء اللہ یہ بات واضح ہوتی جائے گی کہ جو اللہ تعالیٰ کے رسول کا فرمانبردار ہے وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ ہے اور جو رسول وقت کا نافرمان ہے وہ نوح علیہ السلام کا فرزند کنعان کیوں نہ ہو..... وہ موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کرنے والا فرعون کیوں نہ ہو..... وہ جدالانبیاء جناب ابراہیم علیہ السلام کا باپ آزر کیوں نہ ہو..... وہ لوط علیہ السلام کی بیوی کیوں نہ ہو..... اگر وہ اپنے زمانے اور دور کے نبی کا فرمانبردار نہیں ہے تو وہ اللہ رب العزت کی گرفت اور اس کے عذاب سے نہیں بچ سکتا۔ قرآن حکیم نے جناب لوط علیہ السلام اور جناب صالح علیہ السلام کی اقوام کی ہلاکت اور بربادی کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان نافرمان لوگوں پر آسمان سے پتھر برسا کر انہیں تہس نہس کر دیا۔ کسی قوم کو ان کی سرزمین سمیت اٹھا کر اوندھا گرا دیا اور کسی قوم کو دردناک عذاب میں مبتلا کر کے ان کا نام ونشان ہی مٹا دیا۔ ان اقوام، افراد اور اشخاص کا اصل جرم، گناہ اور غلطی یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے نافرمان تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنی آیات بابرکات میں نبی محترم، امام الرسل، سرور کونین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی حیثیت، منصب اور شخصیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ رسول رحمت ﷺ کی بعثت وتشریف آوری کے بعد نبوت اور رسالت کا سلسلہ ختم ہو چکا۔ بابِ نبوّت بند ہو چکا اور رسالت کے محل کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے۔ اب قیامت تک کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ لہٰذا قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے کامیابی اور کامرانی کا راستہ صرف اور صرف جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور فرمانبرداری ہی ہے جو آپ کا فرمانبردار ہے وہ کامیاب و کامران ہے اور جو آپ ﷺ کا نافرمان و گستاخ ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں چھڑا سکتی۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○﴾

''پس جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی خلاف ورزی کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی زبردست آفت آجائے یا انہیں دردناک عذاب پہنچ جائے۔''

سر تسلیم خم ہے

قرآن عزیز نے مسئلہ توحید کی اہمیت وفضیلت کے بعد جس بات پر سب سے زیادہ زور دیا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع وفرمانبرداری ہے اور شرک کی مذمت کے بعد سب سے زیادہ مذمت، رسول اللہ ﷺ کے نافرمانوں کی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کا شیوہ بیان کرتے ہوئے ذکر فرمایا ہے کہ کسی مومن مرد اور کسی مومنہ عورت کے لئے یہ گنجائش ہی باقی نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھنے کے بعد دینی معاملات میں اپنی مرضی، اپنی سوچ یا اپنے فیصلے کو اہمیت دیں۔ بلکہ ان کا اندازہ تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تابع فرمان اور آپ کے حکم کے منتظر ہوتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ○﴾[1]

''اور کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کے بعد اپنے کسی معاملے کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں مبتلا ہوگا۔''

یعنی ہر مومن کامل کا آپ ﷺ کے ساتھ تعلق، محبت، عقیدت، الفت اور پیار تو اس قسم کا ہوتا ہے کہ..... ''سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔''

ہماری دعوت، ہمارا مشن اور ہمارے پروگرام کا خلاصہ یہی ہے کہ ہم لوگوں کو خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین جناب محمد کریم ﷺ کی اتباع اور فرمانبرداری کی دعوت دیتے ہیں..... آپ لوگوں کی تقاریر، وعظ اور خطابات سنتے ہیں۔ کوئی لوگوں کو اپنے پیر کی طرف

---

[1] الاحزاب: 36۔

بلاتا ہے.....کوئی امام کی طرف بلاتا ہے.....کوئی خطیب کی طرف بلاتا ہے.....کوئی مجتہد کی طرف بلاتا ہے..کوئی فقیہ کی طرف بلاتا ہے.....کوئی مفتی کی دعوت دیتا ہے.....کوئی بزرگ کی دعوت دیتا ہے.....مگر اہلحدیث لوگوں کو دعوت دیتا ہے تو.....رب کے قرآن کی دعوت دیتا ہے اور مصطفی ﷺ کے فرمان کی دعوت دیتا ہے: ؎

ما اہلحدیثیم دغارا نہ شناسیم
برقولِ نبی چوں و چراں رانہ شناسیم

لوگ ہمیں گالیاں دیتے ہیں، ہمیں برا کہتے ہیں، ہم پر گستاخی کے فتوے لگاتے ہیں، ہمیں الزام دیتے ہیں، کیوں؟ کبھی آپ نے غور فرمایا ہے؟

کیا ہم نے کسی کی چوری کی ہے؟ کسی کے مکان میں ڈاکہ ڈالا ہے؟
کسی کا مال ہڑپ کیا ہے؟ کسی کی جائیداد پر ناجائز قبضہ کیا ہے؟
کیا ہم نے کسی کی زمین ہتھیا لی ہے؟ کسی کی دولت کو لوٹا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے بلکہ ہمارا قصور صرف یہ ہے کہ ہم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے قرآن کی طرف بلاتے ہیں اور مصطفی ﷺ کے فرمان کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ ہمارا نظریہ اور عقیدہ یہ ہے کہ ساری کائنات کی باتیں غلط ہوسکتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا قرآن غلط نہیں ہوسکتا اور مصطفی ﷺ کا فرمان غلط نہیں ہوسکتا۔

ہماری اس خالص اور سچی دعوت کو پھلتا، پھولتا، پھیلتا اور بڑھتا دیکھ کر لوگ ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ یہ ولیوں کو نہیں مانتے، پیروں کو نہیں مانتے، فقیروں کو نہیں مانتے، فلاں کو نہیں مانتے اور فلاں فلاں کو کچھ نہیں جانتے۔ لوگو، سن لو! میں بانگ دہل، علی الاعلان اور برسر عام یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم بزرگوں کا احترام کرتے ہیں..... بڑوں کی عزت کرتے ہیں..... اولیاء اللہ کی قدر کرتے ہیں..... علماء کی توقیر کرتے ہیں..... اولیاء کی تعظیم کرتے ہیں..... شرفاء کی تکریم کرتے ہیں..... ہم اللہ کے نیک، صالح، شب زندہ دار، تہجد گزار اور عبادت گزار لوگوں کے ادب و احترام کو لازمی اور ضروری گردانتے ہیں مگر ایک بات سن لو اور کان کھول کر سن لو، ڈنکے کی چوٹ پر سن لو، جاگ کر سن لو، کانوں کی کھڑکیاں اور دلوں

کے دروازے کھول کر سن لو، ہم سرور کائنات رحمت دو عالم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی بات کے مقابلے میں کسی کی بات کو نہیں مانتے اور نہیں جانتے۔ ہم حدیث مصطفی ﷺ کے مقابلے میں کسی کا فتویٰ نہیں مانتے۔ ہم قرآنی حکم کے مقابلے میں کسی کا فرمان نہیں سنتے اور ہم امام الانبیاء کی سنت کے مقابلے میں کسی کے قول وعمل کو نہیں مانتے۔ ہم مانتے ہیں تو رب کے قرآن کو مانتے ہیں اور مصطفی ﷺ کے فرمان کو مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی عقیدہ صحیحہ پر زندگی بھر عمل کرنیکی سعادت نصیب فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب سے ڈرنا چاہیے جو سنت کو چھوڑ کر بدعت کو اپناتے ہیں جو توحید کو چھوڑ کر شرک کو اختیار کرتے ہیں جو مصطفی ﷺ کو چھوڑ کر غیروں کی اتباع کرتے ہیں..... جو پیغمبر کی اطاعت وفرمانبرداری کا عہد توڑ کر تقلید کا پھندا گلے میں ڈالے پھرتے ہیں ... جو حدیث رسول ﷺ کا مذاق اڑا کر امتیوں کے فتووں پر عمل کی ترغیب دیتے ہیں..... جو دامان مصطفی ﷺ سے جڑنے کی بجائے غیروں کے آستانوں پر حاضری کی تلقین کرتے ہیں..... جو ایک اللہ اور ایک مصطفی ﷺ کے ہوتے ہوئے ہزاروں درباروں کی خاک چھاننے کا درس دیتے ہیں۔

دین کا امام

منبر ومحراب کے بعض نام نہاد ورثاء ہمارے بارے میں بڑی عجیب وغریب باتیں کرکے لوگوں کو متنفر کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن الحمد للہ قرآن وحدیث کی برکت ہے کہ لوگ ہم سے دور ہونے کی بجائے قریب آرہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور رحمت سے قرآن وسنت کی یہ صدائے حق اب گھر گھر، گلی گلی، قریہ قریہ، بستی بستی اور شہر شہر عام ہو رہی ہے اور لوگ جوق در جوق خود ساختہ رسوم و بدعات سے تائب ہو کر خالص قرآن وسنت کی دعوت کو قبول کرکے اپنی دنیا اور آخرت کو سنوارنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں ... فللہ الحمد۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

شور مچایا جا رہا ہے کہ اہلحدیث اماموں کو نہیں مانتے، فقہ کو نہیں مانتے۔ میرے بھائیو! غور سے سن لو اور دل و دماغ میں بٹھا لو اور دوسروں کو بھی سنا دو، کہ ہم:

- شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو تصوف کا امام مانتے ہیں۔
- علی ہجویری رحمہ اللہ کو روحانیت کا امام مانتے ہیں۔
- امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو فقہ کا امام مانتے ہیں۔
- امام شافعی رحمہ اللہ کو حدیث کا امام مانتے ہیں۔
- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو حدیث وسنت کا امام مانتے ہیں۔
- امام بخاری رحمہ اللہ کو امام المحدثین مانتے ہیں۔
- حسین رضی اللہ عنہ کو استقامت کا امام مانتے ہیں۔
- حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہادت کا امام مانتے ہیں۔
- علی رضی اللہ عنہ کو شجاعت کا امام مانتے ہیں۔
- عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سخاوت کا امام مانتے ہیں۔
- عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو عدالت کا امام مانتے ہیں۔
- صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو صداقت کا امام مانتے ہیں۔

۔۔۔۔۔مگر۔۔۔۔۔

یہ بات ہم ببانگ دہل کہتے ہیں کہ دین میں سند اور دین کا امام ہم صرف اور صرف امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو مانتے اور جانتے ہیں۔

اور آپ ﷺ کے فرمان، فیصلے، ارشاد، سنت، حدیث اور امر کے مقابلے میں ہم کسی کی بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ یہی مومن کی شان ہے، یہی ہمارا ایمان ہے، اسی پر ہمارا ایقان ہے، یہی حکم قرآن ہے، یہی اس خطبے کا عنوان ہے اور یہی ارشاد رحمان ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾[1]

---

[1] النور: 63۔

''پس اس (رسول ﷺ) کے حکم کی خلاف ورزی کرنیوالوں کوڈرنا چاہیے کہ انہیں کسی بڑے فتنے میں مبتلا کردیا جائے یا انہیں دردناک عذاب پہنچ جائے۔''

عقیدے اور نظریئے کی یہ بات بھی ذہن نشین فرمالیں کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے کسی فرمان، ارشاد، حکم، فیصلے، حدیث، سنت اور طریقے کی مخالفت کرتا ہے وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے فرمان اور حکم وفیصلے کی مخالفت کرتا ہے کیونکہ قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر یہ بات بیان فرمائی گئی کہ حکم مصطفیٰ ﷺ حقیقت میں حکم الٰہ ہے۔ لہٰذا مصطفیٰ ﷺ کا نافرمان درحقیقت نافرمان الٰہ ہے:

یہی فیصلہ ہے کتاب ھدیٰ کا
مخالف نبی ہے مخالف خدا کا

فتنوں کی بھرمار

اللہ رب العالمین نے اس آیت کریمہ میں اپنے آخری رسول ﷺ کے مخالفوں، نافرمانوں اور گستاخوں کیلیئے دوقسم کے عذابوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ (۱) دنیوی عذاب، (۲) اُخروی عذاب، دنیوی عذاب کے لئے، ﴿تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ﴾ کے الفاظ اور اخروی عذاب کے لئے ﴿يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ کے الفاظ استعمال فرمائے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان قرآنی کلمات کے ذریعے بنی نوع انسان کے ہرفرد وبشر کو یہ بات سمجھانا چاہتے ہیں کہ میرے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی ہر لحاظ سے گھاٹے اور نقصان کا سودا ہے۔ دنیوی اعتبار سے بھی اور اخروی لحاظ سے بھی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، امام عطا رحمہ اللہ اور دیگر ماہرین قرآن نے نافرمان مصطفیٰ کے لئے فتنوں، آزمائشوں، دشواریوں، تکلیفوں، اذیتوں، پریشانیوں، دکھوں، صدموں اور مشکلات کی جو تفصیل بیان فرمائی ہے اسے پڑھ کر انسان پرلرزہ طاری ہوتا ہے اور انسان یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ امت مسلمہ من حیث المجموع جس افراتفری، بدحالی، پشیمانی، پریشانی اور مشکل میں مبتلا ہے اس کی ایک بہت بڑی وجہ رسول کائنات ﷺ سے بے وفائی، بے اعتنائی اور نافرمانی ہے۔ اس کے علاوہ انفرادی سطح پر ہر شخص مشکلات میں پھنسا ہوا

ہے..... قرض تلے دبا ہوا ہے..... مالی پریشانیوں میں مبتلا ہے..... معاشی ناہمواریوں کا شکار ہے..... معاشرتی طور پر مفلوج اور ناکارہ ہے..... گھریلو دشواریوں کا مارا ہوا ہے..... اولاد کی وجہ سے دکھی اور حالات کا ستایا ہوا نظر آتا ہے..... تو اس کی وجہ بھی امام الانبیاء ﷺ کے طریقہ سے عملی انحراف اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے نظام سے سرکشی اور بغاوت ہے۔

ہمارے ملک میں ہر طرف قتل و غارت، دہشت گردی، فتنہ و فساد، بدنظمی، انتشار، عداوت، بغض، حسد، کینہ، دشمنی، رشوت، حرام کاری، فحاشی، عریانی، بے حیائی اور بے راہروی کا دور دورہ ہے تو اس کی وجہ بھی رسول رحمت ﷺ کی نافرمانی اور اسلامی احکام سے رُوگردانی ہے۔ عوام پر حکمرانوں کا ظلم و تشدد اور حکمرانوں پر عوام کی بداعتمادی، حکومتی سطح پر بدانتظامی اور بے راہروی، یہ سب نبی اکرم ﷺ کے فرامین سے بے اعتنائی کا نتیجہ ہے۔

مختلف ممالک میں آنے والے زلزلے، قتل و غارت، جابر و ظالم اور بے انصاف حکمرانوں کا تسلط، دلوں میں محبت، پیار، شفقت اور ہمدردی کا نہ ہونا، ہر طرف افراتفری اور بے سکونی، یہ سب کچھ نبی محترم ﷺ کی نافرمانی کی وجہ سے ہے۔ اگر آج بھی ہم رسول اللہ ﷺ کے فرمانبردار بن جائیں..... آپ کے وفادار بن جائیں..... نبی دو جہاں ﷺ کے وفا شعار بن جائیں اور زندگی کے ہر شعبے میں سنت رسول کے پیروکار بن جائیں تو: ؎

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

اور اے مسلمان!

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

افسوس کہ اب زن، زر اور زمین کے فتنے زوروں پر ہیں۔ غیر اسلامی عقائد کے فتنوں کا جال بچھا ہوا ہے..... شرک کا فتنہ..... بدعات کا فتنہ..... بداعتقادی کا فتنہ..... الحاد اور بے دینی کا فتنہ..... فرقہ واریت کا فتنہ..... مذہب سے روگردانی کا فتنہ..... انکار حدیث کا فتنہ..... [illegible] پرستی کا فتنہ..... قبر پرستی کا فتنہ..... مذہبی فسادات کا فتنہ..... حکومتی جبر اور

جور و ظلم کا فتنہ...... معاشی بدحالی اور مسلمانوں کی معیشت پر غیر مسلموں کے قبضے کا فتنہ...... اشتراکیت کا فتنہ...... سرمایہ دارانہ ذہنیت کا فتنہ...... جاگیرداروں کے ظلم و تعدی کا فتنہ...... سودی نظام کا فتنہ...... ملک کو سیکولر سٹیٹ قرار دلوانے کا فتنہ...... آمریت کا فتنہ...... مذہبی جماعتوں کے درمیان سرپھٹول کا فتنہ...... عورت کی حکمرانی کا فتنہ...... مسلمان ممالک کے وسائل آمدن پر امریکیوں اور یہودیوں کے قبضے اور تصرف کا فتنہ...... سرحدوں کے غیر محفوظ ہونے کا فتنہ...... فقر، غربت، محتاجی اور گداگری کا فتنہ...... شراب نوشی کا فتنہ...... ٹی وی اور وی سی آر، ڈش، کیبل کا فتنہ...... ہر جگہ اور ہر اشتہار میں عورت کی نمود و نمائش کا فتنہ...... گانے بجانے کا فتنہ...... نوجوانوں کی بے راہروی کا فتنہ...... فیشن کا فتنہ...... تصویر کشی کا فتنہ...... مخلوط تعلیم کا فتنہ...... بے پردگی کا فتنہ...... کفر، بے دینی اور منافقت کا فتنہ...... دینی تعلیم سے ناآشنائی کا فتنہ...... عیاشی اور فحاشی کا فتنہ...... الغرض...... ہر طرف فتنے ہی فتنے، انتشار ہی انتشار اور افتراق ہی افتراق نظر آتا ہے۔ تو اس کی اہم وجہ سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات سے دوری آپ کی اتباع سے روگردانی اور آپ کی اطاعت سے انحراف ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((بَادِرُوْا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ))[1]

''تاریک رات کی طرح ہر طرف چھا جانے والے فتنوں کی آمد سے قبل نیک اعمال کر لو۔''

آپ جس طرف بھی نظر دوڑائیں ملکی اور بین الاقوامی حالات کا جس انداز سے بھی جائزہ لیں اور مسلمانوں کی اجتماعی اور انفرادی صورت حال کا تجزیہ کریں آپ کو ہر طرف فتنے ہی فتنے نظر آئیں گے۔ ان تمام فتنوں، ابتلاؤں، آزمائشوں، مصیبتوں، غموں، پریشانیوں، صدموں، تکلیفوں، اذیتوں اور دشواریوں کا ایک ہی حل ہے اور وہ ہے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری۔ شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال کے الفاظ میں:

[1] جامع ترمذی، ابواب الفتن، باب ماجاء ستكون فتن تقطع الليل المظلم: ۲۱۹۵؛ صححه الالبانی۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

آئیں ہم اپنے آپ کو دامان مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ کرلیں۔ نبی اکرم ﷺ کے وفادار بن جائیں اور اپنی زندگیاں آنحضرت ﷺ کے لائے ہوئے نظام کے مطابق ڈھال لیں تو دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ بصورت دیگر ہم مزید ذلیل اور رسوا تو ہو سکتے ہیں، عزت و آبرو اور سرخروئی حاصل نہیں کر سکتے۔ ہماری دنیا اور آخرت کا بھلا صرف اور صرف اطاعت رسول ﷺ میں مضمر ہے وگرنہ جس صورت حال سے ہم دوچار ہیں وہ تو یہ ہے:

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

جہنّم کا دردناک عذاب

قرآن حکیم کی آیات مقدسات میں جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے نافرمانوں کے لئے جہاں دنیوی فتنوں، آزمائشوں اور آفتوں کی وعید سنائی گئی ہے وہاں آپ ﷺ کے گستاخوں، بے وفاؤں اور نافرمانوں کے لئے آخرت کے عذاب کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ الفاظ قرآنی پر غور فرمائیں: ﴿أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ارشاد الٰہی ہے کہ اگر تم نے میرے محبوب ﷺ کی فرمانبرداری نہ کی تو تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا، وہ دردناک عذاب کیا ہے؟...... اور اس کا مستحق کون ہے؟...... یہ بات بھی قرآنی آیات سے ہی سمجھنے کی کوشش فرمایئے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾[1]

''اور جو شخص راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے اور اہل ایمان (صحابہ کرام) کے علاوہ کسی دوسرے راستہ کی اتباع کرے تو ہم اسے اسی طرف متوجہ کر دیں گے جس طرف وہ متوجہ ہوا اور ہم اسے جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ تو بہت بری جگہ ہے۔''

[1] النساء: 115۔

یعنی جو شخص یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ یہ نبی ﷺ کا فرمان ہے آپ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح اطاعت مصطفیٰ ﷺ کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے اپنے لئے کسی دوسرے راستے کا انتخاب کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اس کی رسی دراز فرما دیتے ہیں۔ اسے ڈھیل دے دی جاتی ہے اور نافرمانی کے لئے اسے کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جب دنیوی زندگی گزار کر یہ نافرمان شخص دربار خداوندی میں پیش ہوتا ہے تو ارشاد الٰہی ہے: ((نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ)) ہم اس بدبخت و بدنصیب کو جہنم کی اتھاہ گہرائیوں میں پھینک دیتے ہیں وہاں اس کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا اور وہ بہت بری جگہ اور برا ٹھکانہ ہے۔

ہم اگر اس قرآنی آیت کے الفاظ کی شدت پر غور فرمائیں تو اللہ گواہ ہے ہماری رہنمائی اور ہدایت کے لئے قرآن حکیم کی یہ ایک آیت ہی کافی و وافی ہے۔ ان الفاظ نے واضح کر دیا ہے کہ اگر کوئی شخص اخروی عذاب سے بچنا، برے ٹھکانہ سے دور رہنا اور جہنم سے نجات پانا چاہتا ہے تو اس کا ایک ہی طریقہ اور ایک ہی ذریعہ ہے کہ وہ نبی کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمانبردار بن جائے اگر وہ آپ ﷺ کی نافرمانی کی زندگی بسر کرے گا تو یہ دنیا تو عارضی اور فانی ہے، آخر اسے دائمی عذاب اور ہمیشہ کی ذلت میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ اس موضوع پر قرآنی آیات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مگر میں اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے صرف ایک آیت اور اس کا ترجمہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے نافرمان کے اخروی انجام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝﴾[1]

"اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدود سے تجاوز کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ میں ڈال دے گا اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔"

---

(1) النساء: 14۔

ان دو آیات طیبات کے مفہوم کو اگر ذہن نشین کرلیا جائے تو آپ ﷺ کے نافرمان کے انجام کا مسئلہ پوری طرح سمجھ میں آجاتا ہے اور یہ فیصلہ کرنے میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی کہ امام الانبیاء ﷺ کا نافرمان دائمی جہنمی اور ہمیشہ کے عذاب کا مستحق ہے۔

نہایت دردمندی، انتہائی خلوص اور بڑی ہی منت سے میری درخواست ہے کہ آپ اپنے جمیع معاملات میں اس اصول کو اپنالیں کہ ہم نے اپنی زندگی کا ہر عمل اپنے آقا و مولا جناب محمد مصطفی ﷺ کی سنت، آپ کے طریقے اور آپ کی حدیث کے مطابق کرنا ہے تو ان شاء اللہ العزیز آپ کی دنیا بھی سدھر جائے گی اور آخرت بھی سنور جائے گی اور اللہ رب العزت آپ پر انعامات کی بارش فرما دیں گے اور دونوں جہانوں کی کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔ ہمارے ہاں فرقہ واریت کے خاتمے اور اتحاد و اتفاق کے لئے بڑے بلند بانگ دعوے کئے جاتے اور بڑے اصول بیان کئے جاتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ فرقہ واریت کا خاتمہ اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک سرور کونین ﷺ کی اتباع و فرمانبرداری کے اصول پر عمل نہ کیا جائے۔ ہم علی وجہ البصیرت یہ سمجھتے اور کہتے ہیں کہ فرقہ واریت کا خاتمہ اسی صورت ممکن ہے کہ پوری امت مسلمہ آپ ﷺ کی فرمانبرداری کے عہد کی تجدید کرلے اور ہر شخص، ہر مفتی، ہر عالم، ہر فقیہ، ہر مجتہد، ہر خطیب، ہر مقرر، ہر واعظ اور ہر بزرگ کے اقوال کو حدیث مصطفی ﷺ پر پیش کیا جائے۔ جس کی بات اور فرمان قرآن وسنت کے موافق اور مطابق ہو تو مان لیا جائے، قبول کرلیا جائے۔ اور جس شخص کی بات فرمان الٰہ العالمین اور سنت رحمۃ للعالمین سے مطابقت نہ رکھتی ہو اسے چھوڑ دیا جائے۔

حشر کی رسوائی

تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ اور مشترکہ نظریہ ہے کہ یہ دنیا عارضی، فانی اور ختم ہونے والی ہے۔ ہر شخص نے موت کا ذائقہ چکھنا اور اس جہان فانی سے رخصت ہونا ہے۔ پھر حشر کے دن رب العالمین کے دربار عالی شان میں حاضر ہوکر اپنے اعمال کے مطابق جزا وسزا پانی ہے۔

حشر کے دن رسول اکرم ﷺ کے نافرمان اور گستاخ کو جس ذلت، رسوائی، ندامت اور پشیمانی کا سامنا کرنا پڑے گا اور خالق ارض وسماء کے حضور اس ظالم کی جو حالت اور کیفیت

ہوگی اس کا نقشہ بھی قرآن حکیم نے بیان فرمادیا ہے۔ فرمان ربانی ہے:

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۝ يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۝ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۗ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا ۝﴾ ①

''اور اس دن ظالم شخص (یعنی رسول اللہ ﷺ کا نافرمان) اپنے ہاتھوں کو چباتے ہوئے کہے گا۔ ہائے کاش! میں نے رسول اللہ ﷺ کا راستہ اختیار کیا ہوتا۔ ہائے افسوس کاش! میں نے فلاں کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے تو میرے پاس نصیحت آجانے کے بعد مجھے گمراہ کیا اور شیطان تو انسان کو ذلیل کرنے والا ہے۔''

آپ میدان حشر کا ذرا تصور فرمائیں۔ رب العزت جیسے اس کی شان کے لائق ہے، عرش عظیم پر جلوہ افروز ہوں گے، امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ عرش الٰہی کے قریب موجود ہوں گے، سرور کونین ﷺ کے ایک نافرمان کو دربار الٰہی میں پیشی کے لئے حاضر کیا جائے گا، اس کے پاس اپنی نافرمانی کا کوئی عذر اور بہانہ نہیں ہوگا، اسے صاف نظر آرہا ہوگا کہ چند لمحے بعد مجھے دہکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا جائے گا، اس کسمپرسی، بدحالی اور پشیمانی کی حالت میں اسے یاد آئے گا کہ میری گمراہی، ضلالت اور نافرمانی کا اصل سبب تو میرا فلاں دوست، فلاں ساتھی، فلاں بزرگ، فلاں مولوی، فلاں پیر، فلاں فقیر، اور فلاں شخصیت ہے۔ اگر میں اس کا کہنا نہ مانتا، اس کی فرمانبرداری نہ کرتا، اس کی ہر بات کو لائق حجت نہ سمجھتا اس کی ہر ادا پر قربان نہ ہوتا۔ اس کے ہر فرمان پر عمل نہ کرتا بلکہ امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی اتباع کا راستہ اختیار کرتا، رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کرتا، آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلتا اور سرور کائنات ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور نمونۂ کاملہ کے مطابق زندگی بسر کرتا تو آج مجھے اس ذلت ورسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔۔۔ مگر۔۔۔

اب پچھتائے کیا ہووت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

① الفرقان: 27تا29۔

اس وقت کا پچھتاوا، افسوس اور ندامت کسی کام نہیں آئے گی تو یہ ظالم و نافرمان دربار الٰہی میں کھڑا اپنے ہاتھوں کو اپنے دانتوں سے چبائے گا، کف افسوس ملے گا اور شدید پشیمانی کی حالت میں عرض کرے گا۔ مولائے کریم مجھے تو فلاں دوست نے گمراہ کر دیا، اس کا کہا مان کر میں رسوا ہو گیا، اس کی فرمانبرداری نے میرا بیڑہ غرق کر دیا۔ ہائے کاش! میں اس کا راستہ اختیار نہ کرتا، اس کے پیچھے نہ چلتا بلکہ صرف اور صرف جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی اتباع اور فرمانبرداری کرتا تو آج مجھے اس رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑتا اور دربار خداوندی اور آپ ﷺ کے سامنے میری یہ حالت نہ ہوتی۔

سرور کائنات ﷺ اس ظالم اور نافرمان کی باتیں سن کر دربار الٰہی میں جو استغاثہ دائر فرمائیں گے اس کے الفاظ بھی قرآن حکیم نے ذکر فرما دیئے ہیں:

﴿وَقَالَ الرَّسُولُ يَارَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا﴾ ①

''اور رسول اللہ ﷺ فرمائیں گے اے میرے رب! بے شک میری قوم نے اس قرآن مجید کو چھوڑ دیا تھا۔''

آپ غور فرمائیں کہ حشر کے دن نافرمان مصطفیٰ کی کس قدر رسوائی ہوگی جب ہر طرف سے مایوس ہو کر وہ آپ ﷺ کی طرف تعاون طلب نگاہوں سے دیکھے گا تو آپ ﷺ بھی اپنے نافرمان کی مدد اور شفاعت سے انکار کر دیں گے۔ اب اس کا کوئی پرسان حال نہ ہوگا۔ کوئی مددگار نہ ہوگا، جن کی باتیں مان کر یہ رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کیا کرتا تھا وہ بھی اس کے کسی کام نہ آئیں گے تو آخر اسے جہنم اور دوزخ کی آگ میں پھینک دیا جائے گا، اللہ رب العالمین ہم سب کو جہنم کی ہوا سے بھی محفوظ فرمائے اور نبی اکرم ﷺ کا تابع فرمان بنائے۔ آمین ثم آمین

مولانا محمد لکھوی رحمہ اللہ نے ان آیات کا مفہوم میری اور آپ کی مادری زبان میں سمجھانے کی کیا خوبصورت کوشش فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں:

---

① الفرقان: 30۔

روزِ قیامت کہسن حضرت یا رب قوم جو میری
چھوڑیا ایہناں قرآن دوراڈا خاص کتاب جو تیری
نہ اس نال ایمان لیاندا نہ اس پر عمل کمایا
کڈھ دے میری امت وچوں بندے باہر خدایا
جے ایہہ میری امت ہوندے سنت عمل کماندے
دور کرو، اَج میرے کولوں ٹولے بدعتیاں دے
اج انہاں دی نسبت یارب میں ایہہ حکم سناندا
نہ ایہہ میری امت وچوں نہ میں نبی انہاں دا
روز حشر دے اس ظلم دا کتھے ہور ٹھکاناں
جنہوں کہیا نبی محمد میں نئی نال لے جاناں

ندامت و پشیمانی

رسول اللہ ﷺ کے نافرمانوں اور آپ کی اطاعت سے روگردانی کرنے والوں کا حشر کے دن جو حال ہوگا اس کی تفصیلات قرآن مجید میں کئی مقامات پر بیان کی گئی ہیں۔ اکیسویں پارے میں رب العالمین نے نافرمانوں اور گستاخوں کا انجام بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ﴾[1]

''کاش! آپ دیکھتے جب مجرم لوگ اپنے پروردگار کے حضور سر جھکائے ہوئے کہیں گے اے ہمارے پروردگار۔ ہم نے (تیرا عذاب اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیا اور (کانوں سے) سن لیا ہے پس تو ہمیں لوٹا دے تو ہم نیک اعمال کریں گے ہم یقین کرنے والے ہیں۔

آپ رسول اللہ ﷺ کے نافرمان رسول کی اذیت اور تکلیف کا اندازہ فرمائیں یہ شخص ندامت، پشیمانی اور شرمندگی سے سر جھکائے رب العالمین کے دربار میں کھڑا ہے۔ شرم

[1] السجدہ: 12۔

کے مارے نظریں نیچے کیے ہوئے ہے۔ سامنے دوزخ کا شدید عذاب نظر آ رہا ہے۔ اب اس کے پاس سوائے معذرت کے کوئی راستہ نہیں ہے۔ انتہائی عاجزی اور تواضع سے دربار الٰہی میں عرض کرتا ہے کہ اے اللہ! اب تو میں نے تیرا عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور کانوں سے سن لیا ہے، اب مجھے اس امر میں کوئی شبہ نہیں رہا کہ اخروی نجات اور کامیابی کے لئے تیرے رسول ﷺ کی فرمانبرداری اشد ضروری ہے۔ اے رب العزت! میں تیرے دربار عالی شان میں بصد ادب و احترام عرض کرتا ہوں کہ مجھے ایک مرتبہ دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے۔ تیری ذات کی قسم! اب مجھے یقین کامل ہوگیا ہے کہ سرور کونین ﷺ کی فرمانبرداری کے بغیر نجات ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا مجھے ایک موقع دیا جائے میں پختہ وعدہ کرتا ہوں کہ نَعۡمَلۡ صَالِحًا نیک اعمال کروں گا، نافرمانی نہیں کروں گا، فرمانبرداری کی زندگی بسر کروں گا۔ الٰہی! میری درخواست کو شرف قبولیت عطا فرمایا جائے اور مجھے دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے تاکہ میں آپ ﷺ کی اتباع کرکے اپنی آخرت کو سنوار سکوں اور دردناک عذاب سے خود کو محفوظ کرسکوں۔

امام الرسل جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے نافرمان کی اس معذرت کو ردّ کردیا جائے گا اور اسے جہنم کے دردناک عذاب کی طرف لے جاتے ہوئے کہا جائے گا۔ اے نافرمانِ رسول! جب موقع تھا اس وقت تو نے فرمانبرداری کی بجائے نافرمانی اختیار کی لہذا اب تیرے متعلق خدائی فیصلہ یہ ہے:

﴿فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا إِنَّا نَسِينَاكُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾①

''اب تم اپنے اس دن کی ملاقات کو فراموش کردینے کا مزہ چکھو ہم نے بھی تجھے فراموش کردیا ہے پس اپنے اعمال کے بدلے میں ابدی عذاب کا مزہ چکھو۔''

مولانا نور حسین گرجاکھی رحمہ اللہ نے ان آیات مقدسات کا بڑا خوبصورت ترجمہ فرمایا ہے:

① السجدہ: 14۔

رو رو کہسن دنیا اُتے بھیج ربا ایک واری
من قرآن نبی سرور دی کریئے تابعداری
حکم ہووے ہن دنیا اُتے واپس مول نہ جانا
سخت عذاب جہنم اندر دائم بُرا ٹھکانا

نافرمانوں کی فریاد

قرآن عزیز کے بائیسویں سپارے میں اسی موضوع کو اس انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ جب قیامت کے دن نافرمانوں کو اوندھے منہ جہنم کی آگ میں پھینکا جائے گا تو وہ انتہائی حسرت اورافسوس سے رب العالمین کے حضور عرض کریں گے: اے ہمارے پروردگار! ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے نبی محترم ﷺ کی اتباع اور فرمانبرداری کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے اپنے بڑوں، بزرگوں اور اکابر کی فرمانبرداری کی لیکن آج ہمیں احساس ہوگیا ہے کہ ہمارے اکابر نے ہمیں تیرے پیغمبر ﷺ کی تعلیمات سے دور رکھ کر راہ راست سے بھٹکائے رکھا۔ افسوس کہ ہم نے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کی بجائے تقلید اکابر اور آباء واجداد کی رسوم کی پیروی کی جس کی وجہ سے آج ہمیں اس ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

قرآنی آیات کے سیاق وسباق سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت ان نافرمانوں سے سوال فرمائیں گے کہ جب تم تقلید اکابر اور آبائی رسوم کی اتباع کی وجہ سے مستحق عذاب ہوگئے ہوتواب کیا چاہتے ہو؟وہ عرض کریں گے یااِلٰہ العالمین! ہم تو اپنی بداعمالیوں اور نافرمانیوں کے باعث جہنم کے عذاب میں مبتلا کئے جاہی رہے ہیں۔ اب ہماری درخواست یہ ہے کہ جن کی پیروی کی وجہ سے ہم گمراہ ہوئے ہیں۔انہیں ہماری نسبت دگنے عذاب میں مبتلا کیا جائے اورانہیں رحمت الٰہی سے دورکرتے ہوئے ان کے گلوں میں لعنت کا طوق ڈال دیا جائے۔

میں یہ تلخ باتیں اپنی طرف سے نہیں کررہا بلکہ قرآنی آیات کا مفہوم عرض کررہا ہوں۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ وَ قَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ۝ ﴾[1]

''جب ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے تو وہ کہیں گے کاش! ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے اور کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداراں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی جنہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے رب! تو انہیں دگنے عذاب میں مبتلا فرما اور ان پر بہت بڑی لعنت نازل فرما۔''

میں ان الفاظ قرآنی کی تشریح میں اپنی طرف سے کوئی سخت جملہ نہیں کہنا چاہتا آپ ان الفاظ اور ان کے ترجمے پر بار بار غور فرمائیں تو ان شاء اللہ العزیز مسئلہ خود بخود ہی حل ہوجائے گا کہ آج لوگ جن کی اتباع کا دم بھرتے ہیں۔ جن بزرگوں اور بڑوں کی فرمانبرداری کو لازمی قرار دیتے ہیں اور کسی ایک امتی کی تقلید کو واجب قرار دیتے ہیں۔ کل قیامت کے دن انہی سرداروں، اکابر اور بڑوں کے خلاف دربار الٰہی میں شکایت کریں گے کہ انہوں نے ہمیں گمراہ کیا اور انہوں نے ہمیں قرآن وحدیث سے استفادے کا موقع ہی نہیں دیا۔ ان سادات، بڑوں، سرداروں اور بزرگوں کی وجہ سے ہم رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری سے محروم رہے۔ اے ہمارے رب! چونکہ ہماری گمراہی کا سبب یہ لوگ بنے ہیں اسلئے ہماری درخواست ہے کہ انہیں ہم سے بھی دوگنا عذاب دیا جائے اور ان پر بہت بڑی لعنت فرمائی جائے تا کہ انہیں ہماری ضلالت اور گمراہی کی سزا بھی ملے۔

آبائی دین اور خُدائی دین

ابھی وقت ہے کہ ہم اپنے عقائد اور اعمال کی اصلاح کرلیں۔ تقلید اکابر اور آبائی رسوم سے تائب ہوجائیں۔ عقیدہ توحید پر مضبوطی سے کاربند ہوجائیں اور سنت رسول پر عمل کو اپنا شیوہ اور شعار بنالیں۔ قرآن وسنت سے راہنمائی حاصل کریں اور حدیث رسول ﷺ

[1] الاحزاب:٦٦، ٦٨۔

کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں تو ان شاء اللہ العزیز ہم آخرت کی رسوائی، ذلت اور عذاب سے بچ سکتے ہیں۔ آبائی دین اور خدائی دین میں فرق سمجھنے کی کوشش فرمایئے اور یہ عقیدہ بنا لیجیے کہ آبائی دین غلط ہوسکتا ہے...... ❁ رضائی دین غلط ہوسکتا ہے...... ❁ ہرجائی دین غلط ہوسکتا ہے...... ❁ ڈرامائی دین غلط ہوسکتا ہے...... ❁ بادشاہی دین غلط ہوسکتا ہے...... ❁ مگر خدائی دین غلط نہیں ہوسکتا...... ❁ مصطفائی دین غلط نہیں ہوسکتا اور یہ بات تو میں کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں کہ۔

❁ پیر کی بات غلط ہوسکتی ہے۔
❁ فقیر کی بات غلط ہوسکتی ہے۔
❁ وزیر کی بات غلط ہوسکتی ہے۔
❁ مشیر کی بات غلط ہوسکتی ہے۔
❁ اکابر کی بات غلط ہوسکتی ہے۔
❁ اصاغر کی بات غلط ہوسکتی ہے۔
❁ استاذ کی بات غلط ہوسکتی ہے۔
❁ شاگرد کی بات غلط ہوسکتی ہے۔
❁ اپنے کی بات غلط ہوسکتی ہے۔
❁ بیگانے کی بات غلط ہوسکتی ہے۔
❁ احباب کی بات غلط ہوسکتی ہے۔
❁ مجتہد کی بات غلط ہوسکتی ہے۔
❁ فقیہہ کی بات غلط ہوسکتی ہے۔
❁ ولی کی بات غلط ہوسکتی ہے۔

غرضیکہ، سارے جہاں کی بات غلط ہوسکتی ہے مگر قرآن اور نبی دو جہاں ﷺ کی بات غلط نہیں ہوسکتی، اور یاد رکھو۔ آبائی مذہب کو چھوڑا جاسکتا ہے، رضائی مذہب کو چھوڑا جاسکتا ہے، ہرجائی مذہب کو چھوڑا جاسکتا ہے، مگر خدائی اور مصطفائی مذہب کو نہیں چھوڑا جاسکتا، اب تک کی گزارشات کا خلاصہ، تلخیص اور نچوڑ یہی ہے کہ لوگو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی مخالفت، نافرمانی اور بغاوت سے باز آجاؤ۔ ایک ہاتھ میں رب کا قرآن پکڑ لو دوسرے ہاتھ میں مصطفیٰ کا فرمان پکڑ لو۔ ان دو کی موجودگی میں کسی تیسری چیز کی طرف دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ آباؤ اجداد کی غلط رسموں کو ترک کر دیجیے، نام نہاد مفتیوں کے غلط فتوؤں سے رخ پھیر لیجیے، خرافات و بدعات کو چھوڑ دیجیے۔ جعلی پیروں کی نقلی کرامات کا انکار کر دیجیے، مذہبی لٹیروں سے بچ جایئے، اپنا ایمان بھی محفوظ رکھیے اور اپنی جان کی بھی حفاظت کیجیے، اپنی دنیا بھی سنواریئے اور آخرت بھی سنواریئے اور اس کا

سادہ اور سیدھا راستہ یہ ہے کہ قرآنی آیات پر عمل کیجئے اور ہر ایسے عمل، فعل، حرکت اور کام سے باز آجایئے جس میں آپ ﷺ کے حکم و فرمان کی مخالفت کی بو آتی ہو۔ اگر ہم نے مخالفت رسول کا رویہ ترک نہ کیا اور قرآن و سنت کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش نہ کی تو پھر دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتی، نہیں چھڑا سکتی۔

حوض کوثر سے محرومی

بات ہو رہی تھی ''نافرمان مصطفیٰ کے انجام کی'' تو حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں اس مسئلہ پر بھی توجہ فرمالیں کہ حشر کے دن حوض کوثر کا پانی پیغمبر اکرم ﷺ کے فرمانبرداروں کو ہی نصیب ہوگا۔ آپ ﷺ کے نافرمانوں، گستاخوں اور مخالفوں کو حوض کوثر سے محروم کر دیا جائے گا اور وہ اس صاف، شفاف، اعلیٰ، افضل اور بہتر تالاب سے بابرکت پانی کا ایک گھونٹ بھی حاصل نہیں کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ نے اپنے فرمانبرداروں کو حوض کوثر کی خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا:

((أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ))[1]

حشر کے دن میں حوض کوثر پر تمہارا انتظار کر رہا ہوں گا۔

حشر کا سخت دن، گرمی کی شدت، ہر طرف نفسی نفسی میری جان میری جان کی پکار، ہر شخص گھبراہٹ میں مبتلا...... پریشانی کی انتہاء......اعلان ہے برملا...... آج ہے روز جزا...... نافرمانوں کیلئے عذاب کی صدا...... اور فرمانبرداروں کے لئے حوض کوثر کا ٹھنڈا ماء...... ایسا پانی جو مٹھاس میں بے مثال......سفیدی میں باکمال...... ذائقہ میں لازوال اور ملے گا بے حساب ......خطیب پاکستان مولانا محمد حسین شیخوپوری[2] رحمہ اللہ نے کیا خوبصورت نقشہ بیان فرمایا ہے کہ حشر برپا ہوگا، لوگ پانی کے ایک ایک گھونٹ کو ترس رہے ہوں گے اور حال یہ ہوگا۔

کوئی نہیں واہرو بن دا جند نمانی دا
لگی آہ تیہہ گھٹ مل دا نہیں پانی دا

---

[1] صحیح البخاری کتاب الرقاق: باب فی الحوض: ٦٥٧٥۔

[2] اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، آمین۔ تاریخ وفات: ٦، اگست ٢٠٠٥۔

سامنے اِک حوض دِسدا نبی حقانی دا
پر پتہ نہیں ساقی کوثر قیمت کی لائی آ
چٹھی آسمانوں سرور احمد نوں آئی آ

حوض کوثر کے پانی کی قیمت اس زندگی میں ہی ادا کر لیجئے۔ اور وہ ہے...... امام الانبیاء، سید الاتقیاء، بدرالدجی، شمس الضحیٰ، والی بطحا، شافع روز جزا، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع، فرمانبرداری اور اطاعت۔ اگر یہ قیمت ہم نے دنیا میں ادا کردی تو کل قیامت کے دن آنحضرت ﷺ حوض کوثر کا جام لئے ہمارے منتظر ہوں گے اور اگر کسی شخص نے اس زندگی میں آپ ﷺ کی فرمانبرداری نہ کی، حضور کی اطاعت کا راستہ اختیار نہ کیا، دعوے عشق رسول ﷺ کے کئے مگر اتباع کی کسی امتی کی۔ اور پیغمبر اعظم ﷺ کی احادیث، سنتوں اور اداؤں کا مذاق اڑایا تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اسے حشر کے دن حوض کوثر کا پانی نصیب نہیں ہوگا۔ اور ایسے بد بخت و بدنصیب کو حوض مصطفی ﷺ سے دور کر دیا جائے گا۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ)) میں حوض کوثر پر تمہارا منتظر رہوں گا۔ ((مَنْ مَرَّ عَلَيَّ شَرِبَ)) جو میرے حوض کے قریب سے گزرے گا میں اسے حوض کوثر کا پانی پلاؤں گا اور اس کی تاثیر یہ ہوگی کہ ((مَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا)) جو ایک دفعہ پی لے گا اسے جنت میں داخل ہونے سے پہلے پیاس نہیں لگے گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے آخری رسول ﷺ کے ہاتھوں حوض کوثر کا پانی نصیب فرمائے:

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ((لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونِي)) میرے پاس کچھ ایسے لوگ بھی وارد ہوں گے۔ جن کی ظاہری علامات سے میں انہیں پہچان لوں گا کہ میرے ہی امتی ہیں اور وہ مجھے پہچان لیں گے کہ میں ان کا رسول ہوں۔ میں ان کا استقبال کرتے ہوئے کہوں گا: ((إِنَّهُمْ مِنِّي)) وہ میرے امتی ہیں وہ میرے امتی ہیں ((ثُمَّ لَيُخْتَلَجَنَّ دُونِي)) پھر میرے اوران کے درمیان رکاوٹ کھڑی کردی جائے گی اور انہیں دور ہٹا دیا جائے

گا۔ میں ان کے دور ہٹائے جانے اور حوض کوثر سے محروم کئے جانے کی وجہ دریافت کروں گا تو مجھے بتایا جائے گا کہ ((اِنَّكَ لَاتَدْرِیْ مَاأَحْدَثُوْا بَعْدَكَ)) اے اللہ کے رسول! آپ کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد دین میں نئی نئی چیزیں ایجاد کرلی تھیں۔ بدعات کو رواج دیا تھا اور خرافات کو دین کا حصہ بنادیا تھا۔ اس لئے جو لوگ آپ کے دین میں احداث و بدعات کے مرتکب ہوئے ہیں انہیں آپ کے حوض سے پانی کا گھونٹ میسر نہیں آ سکتا۔ رسول محترم ﷺ ان کے اعمال، افعال اور حرکات سے آگاہی کے بعد اعلان فرما دیں گے: ((سُحْقًا سُحْقًا لِّمَنْ غَيَّرَ بَعْدِیْ)) جنہوں نے میرے بعد میرے دین میں تبدیلی کردی۔ میرے احکام کی نافرمانی کی، دین میں اپنی مرضی کو دخل دیا، سنت کی بجائے بدعت کو رواج دیا، انہیں یہاں سے دور ہٹا دیا جائے، دفع کردیا جائے، دھتکار دیا جائے، میں محمد ﷺ انہیں اپنے حوض کوثر کا بابرکت پانی پلانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔''[1]

خطیب پاکستان ﷫ نے اس حدیث مبارکہ کا بڑا ہی بہترین، برمحل اور خوبصورت ترجمہ فرمایا ہے:

نس نس پئے لوکیں آون طرف تالاب دے
ادبوں جا کھڑے ہوون پیش جناب دے
بھر بھر پلاوے ساقی جام شراب دے
پیندیاں پیندیاں رونق چہرے تے آئی آ
چٹھی آسمانوں سرور احمد نوں آئی آ
آیا اک ٹولہ چہرے چند نورانی نے
موموناں والی پائی پوری نشانی نے
پچھاں ہٹایا اس نوں ملک گرامی نے

① صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض: ٦٥٨٣، ٦٥٨٤۔

قدرت تھیں مولا وچ کندھ ٹکائی آ
چٹھی آسمانوں سرور احمدنوں آئی آ

آپ ﷺ کے سوال پر اللہ تعالیٰ کے فرشتے نبی محترم ﷺ کی خدمت میں عرض کریں گے۔

ایہہ نئیں اُمت تیری احمد پیاریا
باغ رسولا تیرا ایہناں نے اجاڑیا
نویاں نویاں رسماں کڈھ، دین نوں وگاڑیا
دین دے وچ ایہناں بدعت ملائی آ
چٹھی آسمانوں سرور احمد نوں آئی آ

اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں نافرمانِ مصطفی ﷺ کا عبرتناک انجام بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾①

''پس اس (رسول ﷺ) کے حکم کی خلاف ورزی کرنیوالوں کو ڈرنا چاہیے کہ انہیں کسی بڑے فتنے میں مبتلا کر دیا جائے یا انہیں دردناک عذاب پہنچ جائے۔''

محبت نہیں مصطفی سے جسے
نہ بخشش نہ رحمت خدا کی اُسے
جو اس امر میں خطا پائے گا
وہ ظالم دیوانہ کدھر جائے گا

اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنی زندگی کا ہر عمل نبی اکرم ﷺ کے طریقے کے مطابق کر کے حوض کوثر کا مستحق بننے کی سعادت اور توفیق نصیب فرمائے (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

① النور: 63۔

سلام اُس پر........

سلام اُس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اُس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اُس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے
سلام اُس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اُس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کی قبائیں دیں
سلام اُس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں
سلام اُس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں
سلام اُس پر کہ ہوا مجروح جو بازارِ طائف میں
سلام اُس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اُس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا
سلام اُس پرُ جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اُس پرُ جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا
سلام اُس پر کہ جس کی سادگی درسِ بصیرت تھی
سلام اُس پر کہ جس کی ذات فخرِ آدمیت تھی
سلام اُس پر کہ جس نے جھولیاں بھر دیں فقیروں کی
سلام اُس پر کہ مشکیں کھول دیں جس نے اسیروں کی

از۔ماہر القادری رحمہ اللہ تعالیٰ

باقیات الصالحات

مصطفی نے آ کے توڑا میرے دل کا سومنات
میرے آقا نے دلائی ہبل و عزّیٰ سے نجات
تھے مسلط مجھ پہ کتنے آرزوؤں کے ہبل
جانے کتنے چھپ کے بیٹھے تھے یہاں لات و منات
جانے کتنے خاک کے تودے میرے معبود تھے
مانگتا پھرتا تھا میں ظلمات سے آبِ حیات
میں رہا گو مدتوں فحشا و منکر کا اسیر
مصطفی نے مجھ کو بخشا تحفۂ صوم و صلات
میں کروں کیونکر ادا اس کی ثنا گوئی کا حق
کس زباں سے سرور عالم کی گنواؤں صفات
اس کے گرویدہ رہے ہیں اور رہیں گے حشر تک
عابدین و قانتین و عابدات و قانتات
مل گیا توحید کا مجھ کو صراطِ مستقیم
ورنہ میں ہوتا اسیرِ فاحشات و منکرات
اور کچھ نہیں ہے میرے دامن میں علیمؔ
ہیں یہی دو چار نعتیں ''باقیات الصالحات''

(علیم ناصری)

تو پھر میں نعت لکھوں گا

لگا لوں نفس امارہ کو پہلے آتش توبہ
یہ جل کر خاک ہو جائے تو پھر میں نعت لکھوں گا

دہن کو میں ہزاروں بار دھو لوں مشک و عنبر سے
زباں جب پاک ہو جائے تو پھر میں نعت لکھوں گا

ذرا غوّاص کرلوں اس کو میں بحرِ معانی کا
قلم تیراک ہو جائے تو پھر میں نعت لکھوں گا

پڑی ہے خشک مدت سے میری چشمِ تمنائی
ذرا نمناک ہو جائے تو پھر میں نعت لکھوں گا

بدن پر ہوں مرے خاکِ مدینہ کی تہیں یکسر
یہی پوشاک ہو جائے تو پھر میں نعت لکھوں گا

میں اپنی سب تمناؤں کو جب نخچیر کرڈالوں
یہ دل فتراک ہو جائے تو پھر میں نعت لکھوں گا

مئے عشقِ نبی سے میں ذرا سرشار تو ہو لوں
گریباں چاک ہو جائے تو پھر میں نعت لکھوں گا

میرے جذبات اور وارفتگی جب حد سے بڑھ جائیں
خرد بے باک ہو جائے تو پھر میں نعت لکھوں گا

میں کیا ہوں؟ اور کہاں ہوں؟ اور میں کیا چیز ہوں صائمؔ؟
مجھے ادراک ہو جائے تو پھر میں نعت لکھوں گا

(صائم کرنالی، وزیرآباد)

نعتِ مصطفیٰ لکھوں

تمنا دل میں رکھتا ہوں کہ نعت مصطفیٰ لکھوں
ہے چھوٹا منہ بڑی ہے بات میں لکھوں تو کیا لکھوں
جو پہنچے دم زدن میں برسرِ عرش علیٰ لکھوں
انہیں نور الہدیٰ لکھوں میں یا صدر العلیٰ لکھوں
وہ جن کی گردِ رہ سے کہکشاں نے روشنی پائی
انہیں شمس الضحیٰ لکھوں میں یا بدر الدجیٰ لکھوں
جنہیں سمجھا نہ کوئی ماسوائے ذات برحق کے
انہیں کہف الوریٰ لکھوں یا محبوبِ خدا لکھوں
نہ جن کا کوئی ہمسر ہے نہ جن کا کوئی ثانی ہے
انہیں سر تاجِ عالم اور امام الانبیاء لکھوں
وہ جن کے دن سے قائم ہوگیا شیرازۂ عالم
انہیں سردارِ عالم یا شہِ ہردوسرا لکھوں
وہ جن کے دم سے روشن ہوگیا دنیا کا ہر ذرّہ
انہیں مصباحِ ظلمت یا دو عالم کی ضیا لکھوں
زمانے بھر کی بگڑی بن گئی ہے جن کی آمد سے
انہیں ہمدرد انساں یا خدا کا لاڈلا لکھوں
جنہوں نے آکے کفر و شرک کے نقشے بدل ڈالے
انہیں میں ابتدا لکھوں یا ان کو انتہا لکھوں
تقاضا دل کا ہے صائمؔ مگر حیران ہوں ہر دم
سمجھ میں کچھ نہیں آتا انہیں لکھوں تو کیا لکھوں

(صائم کرنالی، وزیر آباد)

خطباتِ

سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم





مکتبہ اسلامیہ®

www.maktabaislamia.com.pk

Facebook.com/maktabaislamia1

maktabaislamiainfo@gmail.com



لاہور: ہادیہ حلیمہ سینٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

042-37244973 - 37232369



فیصل آباد: بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد

041-2631204 - 2641204